تاج الاصفیا نمبر

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

شعبان المعظم
رمضان المبارک
۱۴۳۵ھ

June/
July
2014

زیر سرپرستی

قاضی القضاۃ فی الہند جانشین مفتی اعظم

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مدیر اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا قادری

ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر:

یونس رضا مونس اویسی

وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے

افسوس دنیا اچھوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے

میرے شفیق ماموں جان

استقامت علی الدین کا نمونہ

آہ! ایک اور اچھے بزرگ، حضرت حبیب میاں بھی رحلت فرما گئے

حبیب اعظم خانوادۂ رضویہ کی روایات کے امین تھے

سلسلۂ چشتیہ اور اکابر خانوادۂ رضویہ

جلد: ۳۴ جون جولائی ۲۰۱۴ء شمارہ: ۶-۷

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا

بریلی شریف

یادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خان بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی
مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا جیلانی بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

زیر عاطفت
حضرت علامہ سبطین رضا خاں مدظلہ

زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتیٔ اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مدیر اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر:
یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی، ہیڈ
جامعۃ الرضا

فی شمارہ: ۲۰ روپے ۔ زر سالانہ: ۲۴۰ روپے ۔ بیرونی ممالک: ۱۵۰۰ روپے ۔ لائف ممبری: ۱۱۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

فیکس: 0581-2458543
فون: 0581-3291453, 2472166

دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ رسوداگران بریلی شریف (یوپی)

Visit us: www.aalaahazrat.com
www.jamiaturraza.com,www.hazrat.org

E-mail:- atiqahmad@aalaahazrat.com, sunniduniya@aalaahazrat.com

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" ہی بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں

نوٹ: ممبران حضرات! اگر آپ کو سنی دنیا وقت سے نہیں مل رہا ہے، ڈاک سے متعلق کوئی معلومات حاصل کرنی ہے، یا بذریعہ ڈاک ممبر بننا ہے تو اس نمبر پر رابطہ کریں: 09259089193,09259042295

اشاریات

آہ! تاج الاصفیاء نہ رہے

اداریہ ------------------------------- محمد یونس رضا مونسؔ اویسی

باسمہ تعالیٰ

موت اسکی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کیلئے

تاج الاصفیاء یادگار اسلاف، ہم نشین مفتی اعظم ہند، ہم شبیہ حسنین ملت، حبیب العلماء حضرت علامہ محمد حبیب رضا خاں (نور اللہ مرقدہ) ۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ / ۲۸ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ صبح ۶ / بجکر ۲۰ / منٹ پر خالق کائنات رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا نسبی تعلق خانوادۂ امام العلما علامہ رضا علی سے ہے۔

مجاھد جنگ آزادی امام العلماء حضرت علامہ رضا علی خاں حنفی بڑیچی قدس سرہٗ [۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء۔ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء] کا خانوادہ پورے روہیل کھنڈ میں انکی دینی وملّی خدمات کی وجہ سے مرجع تھا۔ مولانا رحمٰن علی اپنی کتاب ''تذکرۂ علماء ہند'' میں آپکے تعلق سے لکھتے ہیں۔

''حافظ صاحب [حافظ محمد علیہ الرحمہ] کے فرزند اکبر مولانا رضا علی خاں صاحب ہیں آپ ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء میں بریلی میں پیدا ہوئے جملہ علوم وفنون کی تکمیل مولانا خلیل الرحمٰن رامپوری بن محمد عرفان ٹونک سے کی اور ۲۲ / سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۰ء میں سند فراغت حاصل کر کے مشارالیہ اماثل واقران واطراف وزمان ہوئے۔ فقہ وتصوف میں دسترس خاص تھی آپ کا وعظ نہایت مؤثر ہوتا، ترک وتجرید، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع وانکساری وخاکساری آپ کے اوصاف تھے ۶۲ / سال کی عمر میں ۱۲۸۲ء میں وفات پائی سٹی اسٹیشن کے نزدیک واقع قبرستان میں آپکی آرام گاہ ہے''۔

[تذکرہ علمائے ہندص ۷۰ امطبع نول کشور لکھنوء]

انکے فرزند ارجمند خاتم المحققین رئیس الاتقیاء، علامہ نقی علی خاں قدس سرہ [۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء۔ ۱۲۹۷ھ] ہیں رئیس الاتقیاء بھی اپنے دور کے مرجع ثابت ہوئے بلکہ احباب میں سلطان عقل سے مشہور تھے، مولانا رحمٰن علی آپکے تعلق سے لکھتے ہیں: ''ذہن ثابت ورائے صائب رکھتے تھے۔حق نے انکو عقل معاش ومعاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا، علاوہ شجاعت جبلی کے حضرت صفت سخاوت، تواضع، استغناء سے موصوف تھے اپنی تمام قیمتی عمر اشاعت سنّت وازالہ بدعت میں صرف فرمائی''۔

[تذکرہ علمائے ہندص ۷۰ امطبع نول کشور لکھنوء]

آپکے تین فرزند تھے فرزند اکبر امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا شاہ مفتی محمد احمد رضا خاں قدس سرہ، فرزند اوسط

استاذ زمن حضرت علامہ شاہ محمد حسن رضا حسن بریلوی قدس سرہ، فرزند اصغر حضرت علامہ مفتی شاہ عبد الرحمٰن عرف محمد رضا خاں ،تینوں شہزادے علم وعمل میں بے مثال اور قابل تقلید علماء میں شمار ہوئے۔فرزند اکبر کی خدمات اور شہرت ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ پورے عالم اسلام میں انکا ڈنکا بج رہا ہے۔فرزند اصغر شاندار مفتی اور قابل فاضل جلیل تھے علم میراث میں یدطولیٰ رکھتے تھے ۔فرزند اوسط دنیائے علم وادب میں ''استاذ زمن'' سے جانے جاتے ہیں۔کئی اہم کتابوں کے مصنف،صاحب دیوان شاعراور سیدنا اعلیٰ حضرت کے دست راست اور معتمد خاص تھے۔میرے ممدوح نمونہ سلف حبیب العلماء علیہ الرحمہ آپ ہی کے پوتے ہیں۔استاذ زمن کے تین بلند مرتبت صاحبزادے تھے جن میں منجھلے صاحبزادے حسنین ملت حضرت علامہ شاہ حسنین رضا خان مرتب وصایا شریف ہیں آپ ''صاحب'' سے مشہور تھے آپ ہی کے چھوٹے فرزند حضرت حبیب العلماء ہیں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اکثر وبیشتر فرمایا کرتے جس کا مفہوم یہ ہے ''صاحب کے بیٹے ایک سے بڑھکر ایک ہیں'' ''اللہ تعالیٰ بیٹے دے تو صاحب کے بیٹوں جیسا دے'' حضرت حبیب ملت سے بڑا پیار ومحبت کرتے تھے باہر تشریف رکھتے تو آپ کے نام خطوط روانہ کرتے تو محبت بھرے الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے۔

حضرت حبیب ملت نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں چہار جانب اسلامی اخلاق وآداب کے جلوے تھے جس کا اثر آپکی ذات نے قبول کیا۔خود کو سادگی کے ساتھ اسلامی معمولات سے مزین رکھا۔ایک عرصہ دراز تک سرکار مفتئ اعظم ہند کی خدمت میں رہ کر ظاھری وباطنی کمالات حاصل کئے مفتئ اعظم کے آپ بڑے معتمد بھی تھے حضرت مفتی اعظم کے خطوط کا جواب لکھنا بھی آپکے سپرد رہا جسے آپ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا۔آپ کو اسی لئے ہم نشین مفتی اعظم سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔حضرت حبیب ملت سرکار سیدنا مفتی اعظم کے مرید تھے، نیز خلافت بھی مرشد سے حاصل تھی۔سیدنا مفتی اعظم کے وصال کے بعد آپ جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الھند، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری مدظلہ العالی کے مرکزی دارالافتاء سے وابستہ ہوگئے اور حین حیات حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے ادارے مرکزی دارالافتاء اور ماہنامہ سنّی دنیا کے دفتر سے دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ نے مرکزی دارالافتاء میں چند سال تک فتویٰ نویسی فرمائی پھر ادارہ سنّی دنیا کے ناظم بنے اسکے علاوہ سرکار تاج الشریعہ کے نام جو خطوط عالم اسلام سے آتے تھے انکا جواب لکھنا آپ ہی کے ذمّہ تھا نیز ادارہ سنّی دنیا کے دفتر میں جمعہ کے علاوہ تقریباً روزانہ تشریف رکھتے تھے اور دنیا بھر سے آئے ہوئے پریشان حالوں کی حالتیں سنکر انھیں تعویذات اور دعائیں دیتے تھے۔سرکار تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی عدم موجودگی میں حضرت کی طرف سے مرید کرنے کے وکیل بھی رہے چنانچہ آپ حضرت کی عدم موجودگی میں لوگوں کو داخلہ سلسلہ بھی فرماتے تھے۔آپ کا اپنا بھی سلسلہ ارادت کا وسیع حلقہ ہے بریلی شریف اور اسکے اطراف اور ہندستان کے بیشتر صوبہ جات میں آپ کے مریدین ومتوسلین ہیں اسکے علاوہ پاکستان وغیرہ میں بھی مریدین ہیں۔آپ حلیم الطبع، شریف النفس، متواضع اور منکسر المزاج تھے، سادگی سے پوری زندگی

بسر کی۔ دعوت وتبلیغ اور اصلاح کا طریقہ بھی بڑا عمدہ اور دل نشین تھا۔ چنانچہ آپکے بابت مشہور ہے کہ کسی کی اصلاح فرماتے تو بڑے اچھوتے انداز میں فرماتے کہ اصلاح ہو بھی جاتی اور آدمی پشیماں ہوکر بارگاہ میں حاضر ہوجاتا تھا مثلاً اگر کسی کے اندر کوئی کمی یا بدعقیدوں سے تال میل یا مسلک حق کے خلاف کوئی بات سنتے یا دیکھتے تو متعلق شخص کے بجائے انکے گھر کے کسی فرد یا انکے کسی قریبی دوست کو بلوا کر کہتے تھے کہ بھائی سنو میں نے فلاں کے بارے میں یہ باتیں سنی ہیں۔ اور شرعی حکم یہ ہے لہذا ان سے کہو ورنہ اگر ہمکو کسی کام کے لئے بلاؤ گے یا جنازہ پڑھانے کیلئے کہو گے تو ہم نہیں آئیں گے پہلے ہی سے میں بتا دے رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے توبہ کرے اور باز آجائے۔ آپ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ عصر کے بعد کسی نہ کسی کے یہاں فاتحہ یا تعزیت وغیرہ میں جایا کرتے تھے اس طرح پرانہ شہر بریلی کی عوام آپ سے بڑی عقیدت رکھتی ہے۔ آپ میں ایک بڑا وصف یہ تھا کہ کوئی پریشان حال آتا تو اسکی ایسی خاطر مدارت فرماتے کہ وہ مسکراتا ہوا واپس جاتا تھا۔ راقم الحروف کو بھی چند سال رفاقت کا موقع میسر آیا آپ علماء، طلبہ اور غریبوں سے بے پناہ محبت فرماتے اور با اوقات اسکا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

افسوس صد افسوس۔ ہر دل عزیز رہنما ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ صبح ۶/بجکر ۲۰/منٹ پر دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے اللہ تعالیٰ حبیب ملّت کی دینی خدمات کو قبول فرمائے (آمین)

آپ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح پھیلی اور دیکھتے ہی دیکھتے قرب وجوار کے مسلمان زیارت کرنے کے لئے سیلاب کی طرح امنڈ پڑے حضرت امین شریعت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں مفتی اعظم ایم پی اور حضرت حبیب ملت کے عزیز واقارب اور دور دراز کے رشتہ دار حضرات اور مریدین ومتوسلین بھی وصال کی خبر سن کر حضرت حبیب ملّت کے آخری دیدار کیلئے بریلی آگئے جنازے کی نماز کیلئے اعلان ہوا کہ ہفتہ کے روز ظہر کی نماز کے بعد ریلوے گراؤنڈ نز د خانقاہ تحسینیہ میں حضرت کی نماز جنازہ ادا کی جائیگی۔ جنازہ کی امامت حضور تاج الشریعہ مدّظلہ العالی فرمائیں گے۔ ہفتہ کے روز علمائے کرام اور خانوادے کے شہزادوں کی نگرانی میں غسل دیا گیا اور ٹھیک ڈیڑھ بجے جنازہ ریلوے گراؤنڈ میں لایا گیا۔ قرب وجوار کے مدارس کے علماء اور خانقاہوں کے مشائخ کرام خانوادۂ رضویہ کے شہزادگان نے جنازے میں شرکت کی پورا ریلوے گراؤنڈ عقیدت مندوں سے بھرا ہوا تھا۔ جنازہ میں تقریباً تیس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی جنازے کی نماز حضور تاج الشریعہ مدّظلہ العالی نے ۲/بجے دن میں پڑھائی پھر جنازہ کو لوگوں کے اصرار پر شاہدانہ روڈ کی طرف سے خانقاہ تحسنیہ میں لایا گیا اور تقریباً ۴/بجے آپ مدفون ہوئے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ السلام۔

★★★

سراج المفسرین، شیخ المحدثین، مفتی اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ
حضرت علامہ مفتی شاہ **محمد اختر رضا** قادری ازہری مدظلہ العالی
بانی: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف

آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے برادر نسبتی محب گرامی حضرت مولانا صوفی شاہ محمد حبیب رضا قادری صاحب ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۲۸ر مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوف حضرت استاذ زمن مولانا محمد حسن رضا قدس سرہٗ کے پوتے اور حضرت علامہ شاہ محمد حسنین رضا علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ خاندانی روایتوں کے امین اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بے لوث خادم اور سچے نقیب تھے آپ نے پوری زندگی نہایت سادگی سے گزاری اور اپنا سارا وقت اسلام وسنیت کی خدمت کے حوالے کر دیا۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اچھی فکر کے حامل تھے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی مغفرت فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کی روش اپنانے کی توفیق بخشے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رکھے اور اس کی ترویج واشاعت کا کام لے۔
آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہٗ
۷ر رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

گل گلزار سیادت، جانشین فاتح بلگرام، رئیس الاتقیاء

حضرت علامہ مولانا شاہ سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ صغرویہ بلگرام شریف ہردوئی

افسوس دنیا اچھوں سے خالی ہوتی جارہی ہے

باسمہ تعالیٰ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل الیٰ اجل مسمّی۔

[بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۱۱۰]

۲۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ بعد نماز فجر عزیز القدر حضرت مفتی محمد یونس رضا سلمہٗ الرحمن کا فون آیا کہ حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے برادر نسبتی حضرت مولانا محمد حبیب رضا خاں صاحب کا صبح کے وقت انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سن کر بڑا صدمہ ہوا۔ افسوس دنیا اچھوں سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی مغفرت فرمائے اور اہل سنت کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

خانوادۂ رضویہ کے اکابر کی خدمات مسلمات میں سے ہیں۔ مولانا موصوف اپنے اجداد کرام کے نقش قدم پر تھے۔ مسلک حق کی ترویج و اشاعت میں بڑی سادگی اور قناعت پسندی کے ساتھ زندگی گزاری۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کے عزیز و اقارب، مریدین و متوسلین، آل و اولاد کو صبر دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی غفرلہٗ

خادم آستانہ عالیہ قادریہ صغرویہ، بلگرام شریف ہردوئی

۲؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

گل گلزار رضویت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، محبوب العلماء، شہزادۂ تاج الشریعہ
حضرت علامہ مولانا شاہ ابو حسام محمد عسجد رضا قادری مدظلہ العالی
ناظم اعلیٰ: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

میرے شفیق ماموں جان

قرآن عظیم فرقان حمید کا اعلان ہے **کل نفس ذائقة الموت** اس کے بموجب ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ بڑے بڑے آئے اور ایک مدت مقررہ تک ٹھہرے پھر چل بسے مگر کچھ جانیں ایسی ہیں جو بظاہر چلی جاتی ہیں اور ان کا روحانی تصرف ان کے عقیدت مندوں پر قائم و دائم رہتا ہے۔لوگ ان کے روحانی فیضان سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں ان کے روضے کی زیارت سے مشرف ہوکر اکتساب فیض کرتے رہتے ہیں، انہیں بزرگان دین میں سے میرے شفیق ماموں جان حضرت حبیب ملت علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات بابرکات تھی، جنہوں نے تاحین حیات شریعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی پاسداری کرتے ہوئے قوم وملت کی بے لوث خدمت کی اور تشنہ لبوں کو جام محبت وعقیدت سے سیراب کیا اور لوگوں نے بھی خوب سیرابی حاصل کی۔ ماموں جان شفقت ومحبت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے، بچوں پر شفقت سے پیش آنے میں بھی اسلاف کا نمونہ تھے۔اپنے علم پر عمل کرنے میں سلف کے نقش قدم پر گامزن تھے، دیکھنے ہی سے صوفی مزاج معلوم ہوتے تھے۔شریعت کی پاسداری کا یہ عالم تھا کہ آپ دفتر میں رونق افروز ہوکر تعویذات وغیرہ کا کام انجام دیتے تھے وہاں سے کبھی کوئی تعویذ یا رسالہ وغیرہ لیکر جانا ہوتا تو آپ پہلے میری والدۂ ماجدہ مدظلہا سے اجازت لیتے تھے۔ انتقال سے ایک دن پیشتر جمعرات کو بھی آپ ایک تعویذ جو خود آپ کا تحریر کردہ تھا اس کو اجازت لیکر لے گئے، غرض چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی گہری نظر تھی کہ کہیں شریعت کے خلاف کوئی عمل سرزد نہ ہوجائے۔

دینی ودنیاوی علوم سے مرصع تھے عصریات ودینیات کی تعلیم کا بھی سلسلہ آپ نے قائم رکھا فتویٰ نویسی کا کام بھی آپ نے انجام دیا اور مسلسل تعویذات وخطوط کے ذریعہ پریشان حال لوگوں کی مدد میں لگے رہے، آپنے خدمت خلق میں کسی پریشان حال بندۂ خدا کو نامراد واپس نہیں کیا کچھ نہ کچھ سب کو عطا کیا۔

حدیث رسول کا وہ ٹکڑا ضرور آپ کے پیش نظر ہوگا جہاں ارشاد رسول کائنات ہے "**الله فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه**" کہ رب اپنے اس بندے کی مدد فرماتا ہے جو بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے۔آپ کو دیکھا گیا کہ صدمے میں بھی آپ کے چہرے پر صبر وسکون طاری رہتا تھا۔آپ کے اچانک انتقال کرجانے سے حضور والد گرامی اور والدہ ماجدہ **متعنا الله بطول حیاتهما** نیز خانوادۂ رضویہ کو بڑی تکلیف ہوئی، اہلسنّت و جماعت کو بھی ایک اچھے بزرگ کے رخصت ہوجانے کا صدمہ ہوا۔مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب علیہ السلام کے صدقے حضرت حبیب ملت کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ مراتب سے نوازے۔ پسماندگان اور جملہ احباب خیر کو صبر عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

سوگوار فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہٗ

۷؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

خلیفۂ حضور مفتی اعظم، زبدۃ الاصفیا، عالم باعمل
حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی مدظلہ العالی
مفتی مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

استقامت علی الدین کا نمونہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد!

ارشاد ربانی ہے: لکل امۃ اجل اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون، موت کا وقت مقرر ہے ایک لمحے کے لئے آگے پیچھے نہیں ہوسکتا اور ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے کل نفس ذائقۃ الموت۔

یوں تو جہاں میں کوئی بھی دائمی زیست کی عمر لیکر نہیں آیا ہے، سب کو ایک نہ اک دن اس دار فانی کو الوداع کہہ دینا ہے، اسی راہ پر حبیب ملت حضرت علامہ حبیب رضا خاں علیہ الرحمہ بھی چلے اور قید خانہ سے آزاد ہوکر دار نعیم کے مہمان بن گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حبیب ملت کی زندگی تواضع وانکساری، تقویٰ وطہارت، زہد وورع اور استقامت علی الدین کا نمونہ تھی۔ ایک عرصہ تک ہمارا ان کا ساتھ رہا ہمیشہ مسکراتے رہتے مزاحیہ انداز میں گفتگو بھی فرماتے، چھوٹے بڑے ہر ایک سے ملتے جلتے تو ہر کوئی یہ سمجھتا کہ حضرت ہم سے خوش ہیں ناراضگی کا تو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا، صبر وتحمل تو اس معیار کا تھا کہ پہاڑ جیسے غم کا وقت بھی آسانی سے گزار دیتے جیسے آپ کے صاحبزادے مجیب میاں کی جب نوجوانی میں شہادت ہوئی تو آپ نے صبر وتحمل کا وہ مزاج اور انداز پیش کیا جو شاید کوئی کر سکے صرف اتنا کہتے کہ "اللہ کا تھا اللہ نے لے لیا کیا کر سکتے ہیں ہم" اس کے علاوہ کچھ نہیں کہتے ایسا لگتا ہی نہیں کہ بہت بڑا غم ہوگا غرضیکہ اپنا غم ظاہر نہیں ہونے دیتے ایسے صبر وتحمل کے حامل تھے۔

خیر اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے دار نعیم میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے شہزادگان و جملہ پسماندگان، صبر جمیل عطا فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

فقیر محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی غفرلہٗ
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف
۶ ررجب المرجب ۱۴۳۵ھ

عالم باعمل، استاذ العلماء عمدۃ الفقہا سید الاصفیا
حضرت علامہ مفتی محمد صالح قادری نوری مدظلہ العالی
شیخ الحدیث مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

آہ! ایک اور اچھے بزرگ، حضرت حبیب میاں بھی رحلت فرما گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

اچانک وفات کی خبر سنی، بڑا صدمہ ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، آپ بحمدہ تعالیٰ بافیض و باعمل عالم دین تھے۔ آپ نے خاندانی بزرگوں خصوصاً اپنے مرشد لاثانی عالم ربانی صاحب طریقت حامل شریعت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم کے خصوصی فیوض و برکات سے اچھا خاصا حصہ پایا تھا۔ اب ایسے عالم، کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ عالم باعمل کی حیات قوم کے لئے موجب برکات اور ملت اسلامیہ کے لئے سرمایہ ناز ہوتی ہے۔ اس کی وفات سے قوم وملت کا جو نقصان درپیش آتا ہے وہ ناقابل تدارک وتلافی ہوتا ہے تو ایسے بزرگ کی رحلت ایک فرد کی موت نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں حتیٰ کہ بے شمار افراد قوم کے برابر ہوتی ہے۔ جبھی تو کہا گیا: ''موت العالِم موتُ العالَم''۔ مگر یہ تو فاطر السماوات والارض کا قانون ہے جو آیا ہے اسے اپنے وقت پر جانا ہے۔ یہ ایسا عام ہے جو ہر نفس پر لاگو ہے، {كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ} سے کسی اخص الخواص تک کا استثناء نہیں آیا، للہذا بشر کو چاہئے ؎

ہمیشہ مائلِ توبہ رہے اس دارِ فانی میں
خدا جانے کہاں پر زندگی کی شام ہو جائے

اور ؎

رکھ خیالِ کوچِ ملکِ آخرت
کہتا ہے رحمان آخر موت ہے

رحمتِ الٰہی سے امید ہے کہ حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام علمائے آخرت میں شمار ہوگا۔ میرا آپ کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا بہت ہوا ہے۔ میں نے قریب سے آپ کی بعض خوبیاں دیکھی ہیں۔ کسی کی تعریف و مدحت میں ناحق غلو آمیزی و بے جا مبالغہ آرائی جس طرح شرعاً مذموم وممنوع ہے اسی طرح حقیقت چھپانا اور بخل پن دکھانا بھی غلط ہے، لائق مذمت ہے۔ میری دانست میں آپ فکر آخرت میں متفکر رہتے تھے اسی لئے سادگی پسند تھے۔ چمکنے شہرت پانے والے طور طریقوں سے گریزاں نظر آتے تھے تواضع وانکساری کی صفت سے متصف تھے حتیٰ کہ مجھے آسانی سے کبھی دست بوسی نہیں کرنے دی۔ اگر کوئی شخص کبھی اس میں کامیاب ہو گیا تو فوراً بدلے میں آپ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔ آپ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا التزام فرماتے۔ بے عذرِ صحیح

ترک جماعت کی نوبت نہیں آنے دیتے۔جاننے والے سب جانتے ہیں التزام جماعت کوئی معمولی نیکی نہیں ہے، بہت اونچی چیز ہے جو آدمی کو مقام رفیع تک پہنچا دیتی ہے اور میں نے دیکھا کہ آپ غیبت کرنے اور سننے سے بھی گریزاں رہتے اور اپنے اوقات کی قدر کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔آپ نے (اپنے پیرومرشد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے خصوصی نسبت رکھنے والے) مدرسہ مظہر اسلام (واقع بی بی جی مسجد) کے دفتر و دارالافتاء میں برسوں کام کیا۔اپنی ذمہ داریاں، پابندی اوقات کے ساتھ بحسن وخوبی ادا فرمائیں۔اپنے مرشد کے آپ بہت گن گاتے تھے۔پیر کی محبت وعقیدت، گفتگو سے خوب جھلکتی تھی۔

واقعۂ مناکحت:

آپ کا نکاح پیرومرشد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی موجودگی میں، حضرت ہی کے مکلف کرنے سے حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب نانپاروی علیہ الرحمہ نے پڑھایا تھا۔میں بھی مجلس نکاح میں حاضر تھا۔سوداگران کی مسجد (قدیم بنا جو اونچی اور چھوٹی تھی) کے صحن میں (غالباً نماز عصر کے بعد) نکاح ہوا تھا۔

اُس موقعہ پر ایک پُرلطف و معلوم افزا بات پیش آئی۔وہ یہ کہ مفتی رجب علی صاحب نے ایجاب کے الفاظ میں (نوشہ) حبیب میاں کے لئے ادباً وعرفاً لفظ (آپ) بولا: (مثلاً آپ کا ان سے اتنے مہر پر نکاح کیا) تو حضرت علیہ الرحمہ نے برجستہ ٹوکا اور حکم دیا کہ واحد کا لفظ بولئے (مثلاً: تیرا) یہ سن کر اہل مجلس ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔بہت لوگ مسکرائے بھی ادھر مفتی صاحب بے چارے بہت سٹپٹائے کہ ایک طرف وقت کے عظیم فقیہ اور مخدوم معظم کا حکم ہے اور دوسری طرف لائق احترام ومخدوم زادے کے لئے تو تڑانک کا لفظ بولنے کی کھٹک، کریں تو کیا کریں؟ آخر حکم ماننا پڑا۔پھر نوشہ نے جو قبول کے الفاظ ادا کئے اس میں بھی حضرت نے ٹوکا اور اصلاح فرمائی۔نوشہ نے کہا ''قبول کیا'' حضرت نے فرمایا: کہو ''قبول کیا میں نے'' یہ تھی حضرت علیہ الرحمہ کی فقیہانہ اصلاح ومحتاطانہ روش۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

مولائے کریم ذوالفضل العظیم غفور ورحیم، حضرت مولانا حبیب میاں رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے فیوضات وبرکات سے ہم پسماندگان کو اعزاء واقرباء وابستگان ومریدان کو جملہ اہل سنت کو خوب خوب بہرہ ور فرمائے۔

اللّٰھم غافر الذنوب قابل التوب، عقیل عثرات العاثرین۔ اغفرلنا ولمحمد وحنا ھذا ولسائر المومنین والمومنات۔المستقدمین منھم والمتاخرین برحمتك یا ارحم الراحمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد المصطفیٰ وعلیٰ آله الکرام واصحابه العظام وبارك وسلم۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

خانۂ اصلی میں جانے کی ذرا تو فکر کر
کھول آنکھیں دیکھ علمیؔ یار کیسے چل بسے

محمد صالح راعینی قادری نوری بریلوی غفرلہٗ
۲۹/۶/۱۴۳۵ھ/۳۰/۴/۲۰۱۴ء

خلیفۂ تاج الشریعہ، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی رضوی مصباحی مدظلہ العالی،
استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

آپ خیر وصلاح کے زیور سے مزین تھے

یادگار سلف، صوفی ملت، حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے تلمیذ وخلیفہ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد حسنین رضا خاں صاحب کے فرزند ارجمند اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے برادر اوسط استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ ابن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں کے نبیرہ اور حضرت صدر العلماء علامہ مفتی تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے برادر صغیر تھے آپ خیر وصلاح کے زیور سے مزین وآراستہ متصلب فی الدین متبع سنت وشریعت، زہد وتقویٰ کا حسیں مرقع دین متین کے عظیم داعی ومبلغ اور آیت کریمہ "ورجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وإقام الصلوٰة وإيتاء الزكاة يخافون يوماً تتقلب فيه القلوب والابصار" کے روشن آئینہ دار تھے پوری زندگی سادگی کے ساتھ گذاری شہرت وناموری سے دور رہے بیعت وارشاد کے ذریعہ خلق خدا کو فیض بخشا اور مسلک حق مسلک اہل سنت وجماعت کی سچی پہچان مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب خوب ترویج واشاعت فرمائی اور بدمذہبوں کا قلعہ قمع فرمایا تاجدار اہل سنت امام الفقہا سیدنا سرکار مفتی اعظم قدس سرہٗ سے شرف بیعت وارادت رکھتے تھے آپ کے فیض صحبت اور نگاہ کیمیا اثر نے آپکی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا آپ فرماتے ہیں "جب والد محترم نے ہم تینوں بھائیوں کو حضرت سے بیعت کردیا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور آپ نے اپنے شہزادوں کے لئے حضور مفتی اعظم ہند کا انتخاب کیوں فرمایا؟ تو آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں نے حضور مفتی اعظم کا بچپن دیکھا پھر جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں میں نے انہیں بہت عالم باعمل (اپنے علم پر عمل کرنے والا) پایا لہذا اپنے بیٹوں کو بیعت کے لئے انہیں کا انتخاب کیا ہے" سرکار مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اگر کسی کو اولاد عطا فرمائے تو صاحب کی اولاد کی طرح عطا فرمائے" آپ نے فرمایا صاحب (حضرت مولانا حسنین رضا) کے جتنے لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں باصلاحیت وبالیاقت ہیں مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں (سالنامہ تجلیات رضا صدر العلماء محدث بریلوی ص: ۵۸، ۹۶، ۴۱۳) آپ سیدنا سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت میں رہتے آپ اپنے خطوط وتعویذات آپ ہی سے لکھواتے سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی فیض صحبت، زبان ولایت اور نظر کیمیا اثر نے آپکو بلند سے بلند تر بنا دیا اور آپکی علمی وعملی زندگی کو نور علیٰ نور کردیا سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد قاضی القضاۃ فی الہند مرجع العلماء الکاملین راس العلماء المحققین سید المحدثین تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے خطوط وتعویذات لکھتے حضرت تاج الشریعہ آپکو ماموں کہکر یاد فرماتے آپ نے ۱۸ سال کی عمر شریف پاکر اس جہان فانی سے رخصت ہوکر یہ کہتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پرسوز — یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے
آسماں انکی لحد پر شبنم افشانی کرے — شبنم نورستہ اس در کی نگہبانی کرے

سوگوار محمد ناظم علی رضوی مصباحی
جامعہ اشرفیہ مبارکپور

مرتب جامع الاحادیث، استاذ الاساتذہ
حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

حبیب العلما خانوادۂ رضویہ کی روایات کے امین تھے

نبیرۂ استاذ زمن حبیب العلماء حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان چمنستان رضویت کے مہکتے ہوئے پھول اور خاندانی روایات کے امین تھے، آپ کی ذات عالی نمونہ اسلاف بھی تھی اور سیدی حضور مفتی اعظم کی دعاؤں کا ثمرہ بھی۔

آپ کا انتقال اہل سنت کے لئے عظیم سانحہ ہے، اس سانحہ کی خبر کے بعد ہمارے دار العلوم، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف میں تعزیتی مجلس ہوئی، قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا۔

اللہ رب العزت نے آپ کو زہد واتقا، طہارت و پاکیزگی، متانت وسنجیدگی، حسن اخلاق اور منکسر مزاجی جیسے بہت سے اوصاف حمیدہ اور خصائل مجیدہ سے نوازا تھا، ساتھ ہی سادگی اور ریا ونمود سے اجتناب ان اوصاف پر مستزاد۔

اپنے عنفوان شباب ہی سے آپ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے منظور نظر تھے اور آپ کی بارگاہ کے حاضر باش بھی رہے۔ راقم کو آپ کی صحبت کے بہت کم مواقع میسر آئے، البتہ جب بھی ملاقات ہوئی تو آپ کی خورد نوازی اور تواضع وانکساری نے مجھے متاثر بھی کیا۔ ضلع رامپور میں ایک اجلاس کے اختتام پر آپ نے دعا کی، اس کے بعد میری ملاقات ہوئی تو فرمایا: ارے میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں ورنہ دعا آپ سے کراتا، میں نے عرض کیا: یہ تو اچھا ہوا کہ حق بحق دار رسید، کیوں کہ بزرگوں کی محفل میں خادم کو یہ کب زیبا تھا۔

کبھی ملاقات ہوتی اور نشست وبرخاست کے درمیان کچھ وقت ملتا تو اپنے خاندانی بزرگوں کا کوئی واقعہ ضرور سناتے، اگرچہ وہ واقعات یاد نہیں رہے مگر اتنا ضرور تھا کہ وہ موقع اور محل کے نہایت مناسب ہوتے، خاندانی روایات کی امانت ان کے پاس بہت کچھ تھی جن کا ذکر کتابوں میں نہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی صاحب جوان کی مجالس سے مستفید ہوئے ہوں وہ اپنی معلومات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیں، اس طرح خانوادۂ رضویہ کے بہت سے مخفی گوشے سامنے آجائیں گے اور امت مسلمہ کو فائدہ ہوگا۔

مولیٰ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت میں ان کا نعم البدل پیدا کرے۔ آمین بجاہ النبی الکریم، علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد حنیف خاں رضوی
جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

استاذ العلماء، جامع معقول ومنقول

حضرت علامہ مولانا محمد یوسف قادری مدظلہ العالی

پرنسپل جامعہ عربیہ اظہار العلوم، جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر

آپ منکسر المزاج، حلیم الطبع اور متواضع تھے

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

جمعہ کے دن حسب معمول معمولات سے فارغ ہی ہوا تھا کہ بریلی شریف سے عزیز سعید نور چشم حضرت مولانا مفتی محمد یونس رضا سلمہٗ الرحمن کا فون آیا، سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا خیریت ہے، تو موصوف نے جوابا کہا کہ حضرت آج صبح حضرت حبیب ملت کا انتقال ہوگیا۔ استرجاع پڑھا پھر میں نے کہا کہ کب اور کیسے؟ پھر موصوف نے تفصیل بتائی۔ سن کر بڑا افسوس ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مولانا محمد حبیب رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ رحمت برسائے۔ آمین۔

مولانا موصوف خانوادۂ رضویہ کے مسلم بزرگ اور نمونہ خلف وسلف تھے۔ بڑی سادگی اور متانت کے ساتھ پوری زندگی بسر کی اور بزرگوں کی روایتوں کو قائم رکھا۔ آپ حضرت مولانا حسن رضا خاں قادری برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری کے پوتے اور سیدنا مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری کے معتمد اور مرید وخلیفہ تھے۔ یہی فضیلت ان کے لئے بہت ہے۔ سنا جاتا ہے کہ آپ کے اندر سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ منکسر المزاج، حلیم الطبع اور متواضع تھے۔ یہ اوصاف بالخصوص آج کل دینی رہنما کے اندر بڑی خوبی کی علامت ہیں۔ ان کے پسماندگان کی تعزیت کرتا ہوں اور ان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کو اعلیٰ مراتب سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ السلام

فقیر محمد یوسف قادری

پرنسپل جامعہ عربیہ اظہار العلوم، جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر

یکم رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

خلیفۂ تاج الشریعہ شہزادۂ خالد ملت

حضرت مولانا شاہ محمد انس رضا قادری مدظلہ العالی

مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بی بی جی مسجد بریلی شریف

حبیب ملت مجسمۂ اخلاق

پیکر عشق ومحبت، نمونۂ اسلاف، مجسمہ اخلاق سنگم عشق رضا واستاذ زمن، گلدستۂ تصوف حسن خوگر وفا، سرگم صدق وصفا، راس المتصوفین خندہ رو وخندہ جبیں، مسلک رضا کے امین اہلسنت کے قائد عظیم حضرت علامہ ومولانا حبیب رضا خاں صاحب قبلہ حبیب ملت علیہ الرحمۃ والرضوان خاندان کے ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کا معمول عشق نبوی کی شمع روشن کر کے گمراہان راہ راست کو راہ راست پر لانا تھا نہ جانے کتنے ہی بھٹکے لوگوں کو آپ نے اسلام کی اصل روح سے آشنا فرمایا اس زہد وورع کے خوگر نے دنیا کو بس ایک مسافر خانے سے زیادہ کچھ نہ سمجھا ہمیشہ دنیاوی جھنجھٹوں یعنی حسد، کینہ، غیبت، چغلخوری، فتنہ وفساد، دشمنی، دکھاوا، شان و شوکت، کبر ونخوت، مکر وفریب، چاپلوسی وغیرہ سے کوسوں دور رہے نام ونمود سے اجتناب فرمایا شہرت پسندی سے پرے ہٹکر رشد و ہدایت کو اپنا نصب العین بنایا، ہمیشہ اپنے جد امجد حضور الشاہ علامہ حسن رضا استاذ زمن علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق رہے۔

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
الٰہی جناب رضا کا بھلا ہو

کیوں کہ آپ سالہا سال تا آخر حیات حضور تاج الشریعہ فقیہ اعظم ہند الشاہ علامہ شیخ الشیوخ مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری میاں مدظلہ العالی کی سرکردگی میں مرکزی دار الافتاء میں خدمت دین مصطفیٰ کر کے ہند و بیرون ہند کے مسلمانوں کو فیضان رضا و مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ سے مستفید فرماتے رہے اور آل رضا کے گل سرسبد کی تبلیغی خدمات میں ہاتھ بٹا کر اپنے دادا جان کے اس شعر کو اور زیادہ منور فرمایا کہ۔

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
الٰہی جناب رضا کا بھلا ہو

افسوس صد افسوس کہ علم وادب، فکر وفن، زہد وورع، صدق وصفا کے یہ پیکر ۲۸/ مارچ/ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ ہم غلاموں کو داغ مفارقت دیکر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل بحق ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

فقیر محمد انس رضا قادری

مہتمم دار العلوم مظہر اسلام

کاشانہ نوری ۱۰۲/ خواجہ قطب بریلی شریف

خلیفۂ تاج الشریعہ نبیرۂ سراج ملت
حضرت مولانا محمد برہان الہدیٰ قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ سراجیہ مبینیہ، جواہر نگر، جمشید پور

مفتی اعظم کے خلفاء اس دور کی عظیم نعمت

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اکابر خانوادۂ رضویہ کا جلدی جلدی رخصت ہوجانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اکابر مشائخ رضویہ کی حیات میں، علم میں، عظمت میں برکتیں عطا فرمائے۔ حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا اویسی رضوی نائب صدر المدرسین جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آبروئے سنیت، پیر طریقت حضرت علامہ شاہ حبیب رضا خاں خلیفہ مفتی اعظم ہند ۲۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ وصال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کے خلفائے کرام اس دور کی عظیم نعمت ہیں۔ وہ بھی خانوادے کے خلیفہ نور علی نور ہیں۔ آپ سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کے خلیفہ اور مرید تھے۔ آپ کو سفر وحضر میں ہم نشینی کا شرف بھی حاصل تھا۔ میرے والد ماجد مبین ملت حضرت علامہ شاہ مبین الہدیٰ نوری علیہ الرحمہ اکثر امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں مدظلہ العالی کا ذکر کرتے تھے اور اس علاقہ کے جلسوں میں انہیں مدعو فرماتے تھے۔ اور استاذ العلماء علامہ حسنین رضا علیہ الرحمہ اور ان کے شہزادوں کا ذکر فرماتے تھے۔ انہیں سے میں نے حبیب ملت کا نام اور سادگی کے بارے میں سنا تھا۔ آپ بہت منکسر المزاج اور سادگی پسند بزرگ تھے۔ آج اُن کے وصال کی خبر سن کر بڑی تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین۔

فقیر محمد برہان الہدیٰ قادری غفرلہٗ
خادم آستانہ عالیہ قادری رضویہ سراجیہ مبینیہ، جواہر نگر، جمشید پور

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، صوفئ ملت
حضرت مولانا مفتی محمد انور علی رضوی منظری مدظلہ العالی
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

واہ واہ حق آگاہ تاریخی مادّے
۱۴۳۵ھ

برانتقال پر ملال: حبیب العلماء یادگار سلف، نبیرۂ استاذ زمن نورعین حسنین مصلح اہلسنت پیر طریقت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی **محمد حبیب رضا خاں** صاحب قبلہ قادری برکاتی رضوی نوری بریلوی علیہ الرحمہ۔

وصال: ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۲۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ۔

باسمہ تعالیٰ

واہ حبیب، ان المتقین فی جنت ونعیم	۱۴۳۵ھ
آہ شہزادۂ حسنین بریلوی نوراللہ مرقدہ	۱۴۳۵ھ
آہ برادر وجیہ تحسین ملت	۱۴۳۵ھ
آہ وصال بافیض بردبار	۱۴۳۵ھ
آہ وصال بافیض، گوہر مقبول	۱۴۳۵ھ
آہ عظیم القدر کامیاب	۱۴۳۵ھ
آہ رخصت مزاج حلیم	۱۴۳۵ھ
آہ وصال حبیب ملت، نیک خلق	۱۴۳۵ھ
آہ انتقال پرملال شکل حبیب العلماء	۱۴۳۵ھ
آہ وفات حبیب ملت شمس الہدیٰ	۱۴۳۵ھ
آہ وفات صابر وشاکر، طالب نیک	۱۴۳۵ھ
آہ وصال مولانا حبیب رضا سادہ طبع	۱۴۳۵ھ
آہ وصال مولانا الحاج حبیب رضا والاحسب	۱۴۳۵ھ

(بقیہ ص ۹۶/پر۔۔۔)

نبیرۂ استاذ زمن، شہزادۂ حبیب ملت

جناب محمد نجیب رضا خاں قادری صاحب

کانکرٹولہ پرانا شہر بریلی شریف

میرے والد گرامی

آج حضور حبیب ملت ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن رہ رہ کر ان کا چہرہ، ان کا انداز، ان کا انداز گفتگو فارسی کے اشعار پڑھ کر اس کی تشریح کرنا نظروں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔ حضور مفتی اعظم سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی بارہا میں نے دیکھا کہ حضرت کا ذکر کرتے وقت آنکھیں چھلک جاتی تھیں حضرت کا ذکر کرتے وقت یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت کی اتنی کرامتیں میں نے دیکھی ہیں کہ میرا ایمان بے حد مضبوط ہو چکا ہے اور انشاء اللہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوگا۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف اور صحابہ کرام کے مزارات کی حاضری کو اپنی زندگی کی بڑی خوش نصیبی مانتے تھے۔ میں نے سنا ممبئی میں ایک پروگرام کے بعد میری ایک تمنا ہے کہ سرکار غوث پاک کے یہاں حاضری ہو جائے پھر کچھ دن بعد ہی سرکار غوث پاک نے ان کی خواہش پوری فرمادی اور بغداد شریف کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حرمین شریفین اور بغداد شریف کی حاضری کو اپنی زندگی کے بیش قیمتی لمحات فرماتے تھے۔ آپ حضرت مفتی اعظم کا ذکر فرماتے ہوئے فخریہ انداز میں یہ فرماتے تھے کہ حضرت نے سیکڑوں بار مجھے امامت کا حکم دیا اور میرے پیچھے نماز ادا فرمائی حضور مفتی اعظم کے خطوں سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ حضرت حضور حبیب ملت سے کس قدر محبت فرماتے تھے کسی خط میں مفتی اعظم کی تحریر ہے نور الابصار حبیب میاں سلمہ، تو کسی خط میں لکھا ہے راحت جان حبیب میاں سلمہ، حضرت کے یہ خط آج بھی آپ کے پاس موجود ہیں۔ آپ صبح سے دوپہر تک سوداگران رضا نگر اور مغرب بعد اپنے گھر پر دور دور سے آئے آسیب زداہ، بیمار پریشان حال لوگوں کی دلجوئی اور تعویذات سے ان کا حل فرماتے تھے۔

کتنے بے اولادوں کو اللہ نے آپ کے کرم سے آپ کے تعویذ کے ذریعے اولاد نصیب فرمائی اور اس کے گواہ حضرت ریحان ملت کے پوتے تنعیم میاں بھی ہیں۔ فرض وواجب، سنتوں کی ادائیگی بہت احتیاط سے ادا کرتے تھے۔ بچپن ہی میں ہمیں سرکار، صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے حالات پر لکھی ہوئی کتابیں لا کر دیا کرتے تھے اور خود بھی پڑھتے اور ہم سے بھی پڑھوایا کرتے تھے۔ شہر اور آس پاس کے ضلعوں میں جلسے میں ضرور شرکت فرماتے تھے اسی محنت کا اثر تھا کہ جوان سے لے کر بڑے بزرگ تک کو لوگوں نے آنسوؤں سے روتے دیکھا آپ کے اچانک وصال کا لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر تھا لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا گیا کہ خاندان کے بزرگوں کا حتمی تفصیل سے حالات سنانے والا کوئی نہیں رہا۔ وصال سے پہلے والی رات بھی عشاء پڑھ کر بہت تفصیل سے دین کے ضروری مسائل پر لوگوں سے گفتگو فرماتے رہے جو کہ آپ کی ساری زندگی کا معمول تھا کہ بہت تفصیل سے مسائل پر گفتگو فرماتے تھے۔

نجیب رضا خاں

کانکرٹولہ پرانا شہر بریلی شریف

تاج الاصفیا مہد سے لحد تک

از: محمد یونس رضا اویسی

باسمہ تعالیٰ و تقدس
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فانی دنیا میں آمد و رفت کا سلسلہ لگا ہوا ہے روزانہ نہ جانے کتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ تاریخ سب کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے مگر چند شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں عشق رسالت پناہی کی بنیاد پر وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ جب تک وہ دنیا میں رہتے ہیں برکات و حسنات کے لئے مرجع ہوتے ہیں اور جب وہ سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہیں تو بھی برکات و حسنات کے لئے مرجع بن جاتے ہیں انہیں برگزیدہ شخصیتوں میں اکابر خانوادۂ رضویہ ہیں جو دینی وملی خدمات کی وجہ سے تقریباً دوسو سال سے اہل سنت کے لئے حسنات و برکات کا ذریعہ ہیں۔ ان میں بیشتر ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گئے ہیں مگر ان کا فیضان آج بھی جاری و ساری ہے۔ ماضی قریب ۲۰۰۸ء میں صدر العلما حضرت علامہ مفتی شاہ محمد تحسین رضا قادری قدس سرہ گزرے ہیں اور ۷/ سال بعد ان کے برادر اصغر حبیب العلما حضرت شاہ محمد حبیب رضا خاں قادری نوری رضوی ۲۷/ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ ۲۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے۔ آپ حلیم الطبع، منکسر المزاج، شریف النفس، سادگی پسند، متواضع اور قناعت پسند، ملنسار اور بڑے خوش اخلاق تھے۔ امام الاتقیاء، خاتم المحققین حضرت علامہ مفتی شاہ محمد نقی علی خان قادری قدس سرہ والد ماجد شیخ الاسلام والمسلمین مجدد مئۃ ماضیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قادری پر حضرت حبیب العلما کا سلسلہ نسب سیدنا اعلیٰ حضرت کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ امام الاتقیاء کا نسلی علاقہ افغانستان کے معروف قبیلہ بڑہیچ سے ہے۔

[سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات ص ۴/ مولانا حسنین رضا خاں مطبوعہ کانپور]

اور قبیلہ بڑہیچ افغانستانیوں کا مؤقر و معزز قبیلہ ہے جس میں جلیل القدر انبیاء عظیم الشان اولیاء، علما، صوفیا اور مشائخ پیدا ہوئے ہیں۔ قبیلہ بڑہیچ کے شجرۂ نسب میں ۸/ انبیائے کرام ہوتے ہیں۔

اسمائے انبیائے کرام: ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام، ۲۔ حضرت شیث علیہ السلام، ۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام، ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام ۵۔ حضرت ہود علیہ السلام، ۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ۷۔ حضرت اسحاق علیہ السلام، ۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام

[تاریخ روہیل کھنڈ (اردو ترجمہ تاریخ گل رحمت مصنفہ نواب سعادت یار خاں) ص ۲ و ۳۔ پروفیسر شاہ عبد السلام رضا لائبریری رامپور]

اس خانوادے کے مورث اعلیٰ جو ہندوستان میں پہلے پہل آئے وہ شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں ہیں۔

[سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات ص ۴۰]

حضرت حبیب ملت کا شجرۂ نسب:- (۱) حبیب العلما مولانا حبیب رضا خاں (۲) بن استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں (۳) بن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسنؔ (۴) بن امام الاتقیاء مولانا نقی علی خاں (۵) بن امام العلماء مولانا رضا علی خان

(۶)بن سراج العرفاء حافظ محمد کاظم علی خاں (حاکم شہر بدایوں) (۷)بن مولانا محمد اعظم خاں (وزیر حکومت) (۸)ابن سعادت یار خاں (وزیر مالیات) (۹)ابن شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں (صوبہ دار روہیل کھنڈ)

خاندانی پس منظر:- شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں: قندھار ملک افغان سے ہندوستان کی طرف محمد سعید اللہ خاں آئے اس کا سبب خاندانی سیرت نگار یہ بیان کرتے ہیں کہ اس خاندان کے مورث اعلی والیان قندھار کے خاندان سے تھے شہزادہ سعید اللہ خاں صاحب ولی عہد حکومت قندھار کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا سوتیلی ماں کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے ولی عہدی کی جگہ حاصل کرنے کے سلسلے میں ان باپ بیٹوں میں اتنا نفاق کرا دیا کہ شہزادہ سعید اللہ خاں ترک وطن پر مجبور ہو گئے اس وقت ہندوستان میں مغلیہ حکومت قائم تھی، شاہ مغلیہ بڑی عزت سے پیش آئے اور چند ہی دنوں میں آپ فوج کے کسی بڑے عہدے پر فائز کر دیے گئے۔ [سیرت اعلی حضرت مع کرامات ص ۴۰، علامہ حسنین رضا خاں، مکتبہ مشرق، بریلی]

مرزا عبدالوحید بیگ صاحب نے اخبار الصنادید کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ آپ نادر شاہ ابدالی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے نادر شاہ نے ہندوستان پر ۱۷۳۹ء میں حملہ کیا تھا، نادر شاہ واپس چلا گیا اور آپ نے یہیں سکونت اختیار کر لی اس وقت سلطان محمد شاہ بادشاہ دہلی تھے۔ [حیات مفتی اعظم ص ۲۰، مصنفہ مرزا عبدالوحید بیگ، مرتبہ صوفی اقبال احمد نوری، مطبوعہ ادارہ تحقیقات وتصنیفات بریلی سال اشاعت ۱۹۹۰ء]

اسی دور میں روہیل کھنڈ میں کچھ بغاوت کے آثار نمودار ہوئے تو باغیوں کی سرکوبی ان کے سپرد ہوگئی اس بغاوت کو فرو کرنے کے بعد آپ کو یہیں کا صوبہ دار بنا دیا گیا خاندانی سیرت نگار لکھتے ہیں اس بغاوت کے فرو ہونے کے بعد ان کو روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں قیام کرنے اور امن قائم رکھنے کا حکم ہوگیا، یہاں انہیں صوبہ دار بنا دیا گیا جو گورنر کے مترادف ہے اس ضلع میں ان کو ایک جاگیر عطا ہوئی جو غدر ۱۸۵۷ء میں ضبط ہو کر تحصیل ملک رامپور میں شامل کر دی گئی ہے سعید اللہ خاں صاحب آخری عمر میں ملازمت سے دستکش ہوگئے اور باقی زندگی یاد الٰہی میں متوکلانہ گزار دی اور جس میدان میں آپ کا قیام تھا وہیں تدفین عمل میں آئی وہ آبادی اب محلہ معماران کے نام سے مشہور ہے اور آپ کی نسبت سے شہزادہ صاحب کا تکیہ کہلاتا ہے۔ [سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات ص ۴۰-۴۱، مطبع سابق]

سعادت یار خاں: سعید اللہ خاں صاحب کے فرزند سعادت یار خاں ہیں جو بادشاہ دہلی سلطان محمد شاہ کے دربار میں وزیر دولت تھے ان کی دورِ وزارت کے سلسلہ میں حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا خاں صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں:

''انہوں نے دہلی میں اپنی وزارت کی دو نشانیاں چھوڑیں بازار سعادت گنج اور سعادت خاں کی نہر، نہ معلوم کہ حوادث روزگار کے دست ستم سے ان میں سے کوئی نشانی بچ سکی ہے یا نہیں؟ ان کی مہر وزارت بھی اس خاندان میں میری جوانی تک موجود رہی''۔

[سیرت اعلی حضرت مع کرامات ص ۴۰-۴۱، مطبع سابق]

آپ کی بابت بھی مصنف ''حیات اعلی حضرت'' تحریر کرتے ہیں: ان (سعید اللہ) کے صاحبزادے سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے فتح یابی پر ان کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کے لیے فرمان شاہی آیا لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے ان کے تین صاحبزادے تھے (۱) اعظم خاں (۲) معظم خاں (۳) مکرم خاں، جو بڑے بڑے مناصب جلیلہ پر فائز تھے۔ [حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۸۲، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۳ء]

شہزادہ محمد اعظم خاں: آپ سلطان محمد شاہ دہلی کے وزیر سعادت یار خاں کے فرزند اکبر ہیں آپ نے ملازمت سے کنارہ کشی کر لی تھی اور محلہ معماران میں سکونت اختیار کر لی یہیں موت واقع ہوئی اور تدفین بھی عمل میں آئی سوانح اعلیٰ حضرت کے

مصنف رقم طراز ہیں: حضرت مولانا محمد اعظم خاں بریلی تشریف فرما ہوئے کچھ دن حکومت کے عہدۂ وزارت پر فائز رہے پھر امور سلطنت سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے آپ نے ترک دنیا فرما کر شہر بریلی کے محلہ معماران میں اقامت اختیار فرمائی وہیں مزار پاک بھی ہے آپ کا شمار صاحب کرامت اولیا میں ہوتا ہے۔

[سوانح اعلیٰ حضرت ص ۹۳-۹۴، مولانا بدرالدین احمد، ناشر رضا اسلامک مشن نومحلہ مسجد، بریلی، اشاعت باراول ۱۳ ۱۴۱ھ/ ۱۹۹۲ء]

حافظ محمد کاظم علی خاں: مولانا محمد اعظم خاں صاحب کے صاحبزادے حافظ کاظم علی خاں صاحب ہیں جو شہر بدایوں کے حاکم تھے حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں: حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب شہر بدایوں کے تحصیل دار تھے اور یہ عہدہ آج کل کے کلکٹری کے قائم مقام تھا دوسو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہتی تھیں۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے (مغل) شاہی دربار سے دوامی لاخراجی معافی عطا ہوئے تھے۔ [حیات اعلی حضرت ص ۸۴، مطبع سابق]

دنیاوی عہدے پر فائز ہونے کے باوجود آپ پرہیز گار صاحب ریاضت بزرگ تھے، آپ کے مزاج پر تقوی کا رنگ غالب تھا آپ مولانا احمد رضا کے پیر شاہ آل رسول مارہروی کے استاذ حضرت مولانا محمد انوارالحق فرنگی محلی (۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۰ء) کے مرید تھے انہیں سے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں ہے: ''پردادا صاحب حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہٗ الشریف خلیفہ حضرت مولانا شاہ انوارالحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ''۔ [حیات اعلی حضرت ص ۸۴، مطبع سابق]

آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے غایت درجہ محبت تھی آپ ہر سال ۱۲/ربیع الاول کو مجلس میلاد بڑے التزام سے منعقد کرتے تھے۔ انگریزوں اور سلطنت مغلیہ کے درمیان جو مناقشات چل رہے تھے، ان کا تصفیہ ہو، اس لئے آپ شاہ دہلی کی وکالت کرنے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عمال کے پاس کلکتہ گئے۔ انگریزوں نے تصفیہ کی صورت قبول نہیں کی۔ آپ اور آپ کے فرزند مولانا رضا علی صاحب انگریزوں کے سخت خلاف تھے۔ [حیات مفتی اعظم ص ۲۲-۲۳، مطبع سابق]

آپ نے تین شادیاں کیں۔ زوجۂ اولیٰ سے تین اولادیں ہوئیں۔ (۱) مولانا محمد رضا علی۔ (۲) مولانا حکیم تقی علی خاں۔ (۳) زینت عرف موتی بیگم۔ زوجۂ ثانیہ سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ (۱) بدرالنسا۔ (۲) صدرالنسا۔ (۳) قمرالنسا۔ زوجۂ ثالثہ سے ایک لڑکے جعفر علی خاں ہوئے جن کی نسل ختم ہوگئی۔ [حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۹۹، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۳ء]

امام العلماء مولانا رضا علی خاں: حافظ کاظم علی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے امام العلماء مولانا رضا علی خاں ہیں جن کے بارے میں مولانا رحمن علی ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں لکھتے ہیں:

''حافظ صاحب کے فرزند اکبر مولانا رضا علی خاں صاحب ہیں آپ ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء میں بریلی میں پیدا ہوئے جملہ علوم وفنون کی تکمیل مولانا خلیل الرحمن رامپوری ابن محمد عرفان ٹونک (راجستھان) سے کی اور ۲۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۰ء میں سند فراغ حاصل کر کے مشارالیہ اماثل واقران ومشہور اطراف وزمان ہوئے۔ فقہ وتصوف میں دسترس خاص تھی آپ کا وعظ نہایت مؤثر ہوتا، ترک وتجرید، سبقت سلام، زہد وقناعت، حلم وتواضع، انکساری وخاکساری آپ کے خاص اوصاف تھے ۶۲/سال کی عمر میں ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء کو وفات پائی۔ سٹی اسٹیشن کے نزدیک واقع قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

[تذکرہ علمائے ہند ص ۱۷۰، مولانا رحمن علی، مطبع نولکشور، لکھنؤ]

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں نے اپنے دادا کی ولادت، ختم درس اور وصال کی تاریخیں عربی اشعار میں کہی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- قلت فکیف نھتدی قال اضاء نا القمر
(۱۲۲۴ھ) سال ولادت

۲- قلت ختام درسہ قال اخائر الدرر
(۱۲۴۷ھ) سال فراغت

۳- قلت فعام نقلہ قال محجّل اغرّ
(۱۲۸۲ھ) سال وفات

[قصیدہ اکسیر اعظم مع فارسی شرح مجیر معظم مصنفہ مولانا احمد رضا، اردو ترجمہ بنام تاب معظم، ص ۱۷۵، مولانا محمد احمد مصباحی، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۱۲ء۔]

(۱) ترجمہ: میں نے کہا: پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ اس نے کہا: أضاء نا القمر (چاند نے ہمیں روشن کیا)۔

(۲) ترجمہ: میں نے کہا: ان کے ختم درس کا سال؟ کہا: أخائر الدرر (بہتر اور چنے ہوئے موتی)۔

(۳) ترجمہ: میں نے کہا: ان کا سال رحلت؟ کہا: محجل أغرّ (روشن دست و پا، روشن چہرے والے)۔

امام العلماء کے ہمعصر مؤرخ و عالم، حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے نبیرہ مولانا نیاز احمد خاں صاحب نے آپ کے زہد و اتقا، جذبۂ شجاعت، کمال علم و عمل کو اس طور سے سراہا ہے:

''(امام العلماء) نے کمال دانائی سے دنیا کو مزرع آخرت جان کر تخم عمل بو کر ثمرۂ معرفت پایا، ریاض کرامت بھی شگفتگی پر آیا، صفت شبنم رات بھر ان کو لوگوں نے ذکر خدا سے تر زبان دیکھا دن دن بھر برنگ شمیم غنچۂ گوشۂ تنگ تنہائی میں نہاں دیکھا، عالم باعمل تھے کامل بے بدل تھے''۔ [تقریظ سرور القلوب، ص ۵، مولانا نقی علی، رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء۔]

امام العلماء مولانا رضا علی صاحب سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید تھے شیخ نے آپ کو چاروں سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کی اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت بھی دی۔

[تذکرہ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، ص ۱۴۴، مولانا ابوالحسن ندوی، مطبوعہ لکھنؤ ۲۰۰۱ء۔]

امام العلماء مولانا رضا علی خاں قادری علیہ الرحمہ کا وصال ۱۲۸۲ھ میں بریلی میں ہوا آپ کی تدفین سٹی قبرستان بریلی میں ہوئی، خطب علمی جس میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہیں آپ ہی کی تصنیف ہے جو اس دور سے لیکر آج تک یکساں مقبول ہے۔ مولانا حسنین رضا لکھتے ہیں:

''انہوں (رضا علی) نے خطبہ جمعہ و عیدین لکھے جو آجکل خطبہ علمی کے نام سے ملک بھر میں رائج ہیں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلی مولانا رضا علی خاں صاحب کے خطبہ جو خطب علمی کہلاتے ہیں وہ مولانا رضا علی خان صاحب کی ہی تصنیف ہیں اور کم و بیش ایک صدی سے سارے ہندوستان کے طول و عرض میں جمعہ و عیدین کو پڑھے جاتے ہیں اور ہر مخالف و موافق اسے پڑھتا ہے ان کو شہرت سے انتہائی نفرت تھی اس لیے انہوں نے خطبے اپنے شاگرد مولانا علمی کو دے دیے مولانا علمی نے خود بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے البتہ خطبہ علمی میں اشعار مولانا علمی کے ہیں''۔ [سیرت اعلی حضرت مع کرامات ص ۴۲، مطبع سابق۔]

اور خطبہ علمی کے اخیر میں خود مولانا حسن علمی کی یہ تحریر موجود ہے:

''اس کے مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری عزاسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ انّك لعلیٰ خلق عظیم کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیاں اور فیضان توفیق واحسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد ومولی ، عالم علم ربانی مقبول بارگاہ سبحانی ، مخزن اسرار معقول ومنقول ، کاشف استار فروع واصول ، مطلع العلوم ، مجمع الفہوم ، عالم باعمل ، فاضل بے بدل ، منبع الاخلاق ، منہل الاشفاق ، مصدر احسان ، مظہر امتنان ، مولانا ومخدومنا ، لوذعی زمان ، مولوی رضا علی خان کو بیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے آمین یارب العالمین''۔

[حیات اعلیٰ حضرت ، ج ۱ ص ۸۷ و۸۸، ظفر الدین مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات سن اشاعت ۲۰۰۳ء۔]

امام العلماء نے دو عقد کیے ، پہلی زوجہ سے مولانا نقی علی خان اور دو صاحبزادی ، ایک زوجۂ مہدی علی خاں ابن رئیس الحکماء حکیم تقی علی خاں برادر حقیقی مولانا رضا علی خاں اور دوسری زوجۂ وہاب علی خاں آنولوی تولد ہوئیں ۔اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کے والد مولانا نقی علی ہیں جو والد محترم مولانا رضا علی کی مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے ۔زمینداری بھی آپ کے سپرد کر دی گئی۔

[حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۹۹، مطبع سابق/سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات ص ۴۲، مطبع سابق۔]

خاتم المحققین مولانا محمد نقی علی خاں : مولانا نقی علی خاں کی ولادت بریلی محلہ ذخیرہ میں جمادی الاخریٰ یا رجب ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء کو ہوئی۔

[حیات مصنف (مشمولہ اصول الرشاد لقمع المبانی الفساد، مصنفہ علامہ نقی علی) ص ۹، مولانا محمد حنیف خاں مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر رامپور روڈ بریلی]

اعلی حضرت مولانا احمد رضا نے ان کی حیات پر مختصر اور جامع تحریر لکھی ہے جس سے ان کی حیات ابتداء تا انتہا کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''وہ جناب فضائل مآب ، تاج العلماء ، رأس الفضلاء ، حامئ سنت ، ماحئ بدعت ، بقیۃ السلف ، حجۃ الخلف ، وارضاہ وفی علی غرف الجنان بواہ سلخ جمادی الآخرۃ یا غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے ۔ اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم ، حبر غطمطم ، فضائل پناہ عارف باللہ صاحب کمالات باہرہ وکرامات ظاہرہ حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب روّح اللہ روحہ ونوّر ضریحہٗ سے اکتساب علوم فرمایا ، بحمد اللہ ! منصب شریف علم کا پایہ قدوۂ علیا کو پہنچایا۔۔۔۔۔۔ع

راست می گویم و یزداں نہ پسند جز وراست

جو دقت انظار و وحدت افکار و فہم صائب ورائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نہ آئی فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا ، وہی ظہور میں آیا عقل معاش ومعاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا ، یہاں آنکھوں دیکھا علاوہ بریں سخاوت وشجاعت وعلوہمت وکرم ومروت وصدقات خفیہ ومبرات جلیہ وبلندی اقبال ودبدبہ وجلال وموالات فقرا اور امر دینی میں عدم مبالات باغنیا ، حکام سے عزلت ، رزق پر قناعت وغیرذالک فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔۔۔۔۔۔ع

ایں نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس ذات گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ کی

غلامی وخدمت اور حضور اقدس کے اعدا بر غلظت وشدت کے لیے بنایا تھا بحمد اللہ ان کے بازو کے ہمت وطنطنہ صولت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے یہاں تک کہ ۲۶ رشعبان ۱۲۹۳ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسمی بنام تاریخی ''اصلاح ذات بین ۱۲۹۳ھ'' طبع کرایا اور سوا مہر سکوت یا عار فرار وغوغائے جہاں وعجز واضطرار کے کچھ جواب نہ پایا فتنہ شش مثل کا شعلہ کہ مدت سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفا پر ریز وگردیدہ۔ اس جناب کی ادنی توجہ میں بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں۔ اہل فتنہ کا بازار سرد ہے خود اس کے نام سے جلتے ہیں، مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت روز ازل سے اس جناب کے لیے ودیعت تھی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ ''تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال'' میں مطبوع ہوئی۔ و ذلك فضل الله یو تیه من یشاء''[حالات مصنف، ص ۳-۴، (مشمولہ فضل العلم والعلما، مولانا نقی علی خاں) مولانا احمد رضا صاحب، مکتبہ المصطفیٰ قادری مسجد گلی منیہاران بریلی سن اشاعت جدید ۲۰۰۰ء۔]

آپ کے اساتذئہ کرام: خاتم المحققین مولانا محمد نقی علی خاں کے والد کو علمائے عصر نے ''امام العلما'' اور مولانا کو ''امام الاتقیا'' اور ''رئیس المتکلمین'' سے یاد کیا۔ امام الاتقیا کے مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام ہیں جن سے انہوں نے علوم ظاہری و باطنی میں اکتساب کیا ہے

(۱) امام العلما مولانا رضا علی خاں (۲) سیدنا شاہ آل رسول مارہروی (۳) مولانا سید احمد ابن زینی دحلان مکی۔

مولانا نے اول الذکر سے جملہ علوم وفنون کا حصول کیا اور سند فراغ حاصل کی نیز انہوں نے مولانا کو سند حدیث بھی عطا فرمائی ان کا سلسلہ استاذی اس طرح ہے مولانا نقی علی نے امام العلماء مولانا رضا علی سے انہوں نے مولانا خلیل محمد آبادی سے انہوں نے فاضل محمد دہلوی سے انہوں نے ابوالعیاش محمد عبد العلی لکھنوی سے۔ [بیاض قلمی، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا، مخزونہ مولانا سید نجیب حیدر برکاتی مارہروی، مارہرہ ضلع ایٹہ]

مولانا عبد القادر بدایونی اور اپنے فرزند اکبر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کے ہمراہ ۵ رجمادی الاخری ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو ثانی الذکر شیخ، مولانا سید شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہٗ سے سلسلہ تلمذ ورشتہ روحانیت قائم کرنے کے لیے مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ یوپی پہنچے اور ان سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے مولانا احمد رضا صاحب بھی اسی مجلس میں بیعت ہوئے۔ مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی نے دونوں کو اسی مجلس میں تمام سلاسل اور، اوراد ووظائف کی اجازت عطا فرمائی نیز اجازت سند حدیث سے بھی سرفراز فرمایا۔ سلسلہ استاذی اس طرح ہے مولانا سید آل رسول اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں جن میں شیخ المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ہیں اور وہ اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے۔

[الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ص ۱۱۶-۱۱۸، مولانا احمد رضا خان، ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، سوداگران، بریلی۔]

فتوی نویسی: روہیل کھنڈ کے حاکم نواب علی محمد خاں متوفی ۳ رشوال ۱۱۶۲ھ/ ۱۴ ستمبر ۱۷۴۹ء نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں کو افغانستان سے بلایا۔ آپ برسوں ان کے ممد ومعاون رہے، جب نواب صاحب نے دار بقا کوچ کیا تو معززین حکومت کو بلا کر حافظ الملک حافظ رحمت خاں کو ۱ رشوال ۱۱۶۲ھ ۱۲ رستمبر ۱۷۴۹ء میں انتقال سے دو روز قبل اپنا جانشین نامزد کیا۔ مگر حافظ الملک نے سعد اللہ خاں ابن نواب علی محمد خاں کے ساتھ روہیل کھنڈ پر حکومت کی۔

[حیات حافظ رحمت خاں ص ۳۳، ۳۴ و ۳۶، سید الطاف علی بریلوی، نظامی پریس بدایوں یوپی بار اول۔]

حافظ رحمت خاں ولادت ۱۷۰۸ء متوفی ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۴ء کے دور اقتدار میں حضرت مفتی درویش محمد ابن ملا شیخ محمد بدایوں (۱۰۸۶ھ/ ۱۶۷۵ء) جو علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے، خدمت افتا پر مامور کیے گئے اس طرح بریلی شہر میں افتانویسی کی بنیاد رکھ

دی گئی۔ان کے انتقال کے بعد حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے بریلی کا ''مفتی شرع'' مفتی درویش محمد کے فرزند حضرت مفتی محمد عوض عثمانی کو ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۰ء میں مقرر کیا۔[حضرت مفتی عوض عثمانی بریلوی اور جہاد آزادی روہیل کھنڈ ص ۱۲ و ۱۴، مولانا شہاب الدین رضوی، ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر ۵۸ رکسگران، بریلی، سال اشاعت ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء۔]

انگریزوں کی مدد سے نواب شجاع الدولہ نے روہیل کھنڈ پر قبضہ کر لیا تو حضرت مفتی عوض عثمانی صاحب، والی ٹونک نواب امیر خاں کے پاس ٹونک چلے گئے، نواب صاحب نے بڑی قدر و منزلت فرمائی مگر وہاں زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اجل موعود کا وقت آ پہنچا۔آپ ۱۸۱۶ء میں ٹونک پہنچے اور ۱۸۱۸ء میں وہیں فوت ہوئے۔بریلی روہیل کھنڈ میں ۱۸۱۷ء سے لیکر ۱۸۳۰ء تک مسند افتا خالی رہی۔پھر ایک مدت کے بعد تیرہویں صدی ہجری میں مولانا نقی علی خاں کے والد ماجد امام العلما بطل حریت حضرت مولانا رضا علی خاں نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتا کی بنیاد رکھی اور مکمل ۳۴ رسال تک فتوی نویسی کا کام انجام دیا، پھر انہوں نے اپنے فرزند مولانا نقی علی خاں کو خصوصی تربیت دے کر مسند افتاء پر فائز کیا۔مولانا نقی علی خان نے ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء سے ۱۲۹۷ھ تک فتوی نویسی کا فریضہ انجام دیا اور معاصر فقہا سے اپنی فقہی بصیرت کا لوہا منوایا۔

[تذکرۂ جمیل ص ۱۱۲، مولانا محمد ابراہیم خوشتر ماریشش، ناشر سنی رضوی اکاڈمی ماریشش، سال اشاعت ۱۴۱۲ھ۔]

یہی وجہ ہے کہ معاصر فقہا آپ کے پاس فتاوی تصدیقات کے لیے بھیجا کرتے تھے آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے اگر جواب صحیح ہوتا جواب ثبت فرماتے ورنہ الگ کاغذ پر جواب لکھ کر روانہ کرتے تھے کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے تھے آپ کے شاگرد مفتی حافظ محمد بخش آنولوی تحریر کرتے ہیں: ''مسائل جو مہر کے واسطے آتے ہیں اگر صحیح ہوتے ہیں مہر ثبت فرماتے ہیں اور جو خلاف کتاب ہوتے ہیں جواب علیحدہ لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے''۔

[تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ص، حافظ بخش آنولوی، مطبع بہارستان، کشمیر لکھنؤ۔]

مشاہیر تلامذہ: خاتم المحققین مولانا نقی علی علیہ الرحمۃ والرضوان کا درس بہت مشہور تھا اس دور کے بے شمار علماء کا سلسلۂ درسی آپ سے ملتا ہے مندرجہ ذیل تلامذہ معروف زمانہ ثابت ہوئے۔

(۱) مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی معروف اعلی حضرت فرزند اکبر (۱۲۷۲ھ/م ۱۳۴۰ھ)۔

(۲) مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی معروف استاذ زمن فرزند اوسط (۱۸۵۹ء/م ۱۹۰۸ء)۔

(۳) مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی (م ۱۹۱۵ء)۔

(۴) مولانا برکات احمد صاحب۔

(۵) مفتی حافظ احمد بخش آنولہ (۱۲۶۵ھ/م ۱۳۳۹ھ)۔

(۶) مولانا حشمت اللہ خاں۔

(۷) مولانا سید امیر احمد صاحب بریلی۔

(۸) مولانا حکیم عبد الصمد صاحب۔

(۹) مولانا عبد الرحمٰن عرف محمد رضا خاں فرزند اصغر (م ۱۹۳۹ء یا ۱۹۳۸ء)۔

[حالات مصنف (مشمولہ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد مولانا نقی علی خاں) ص ۲۳۔۲۴، مولانا محمد حنیف خاں، امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر رامپور روڈ بریلی]

عادات واخلاق: آپ کے احوال وافعال، کردار وگفتار، سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ پوری زندگی عشق رسول، اشاعت دین، اتباع رسول میں گزاری، سلام میں سبقت، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا ادب کرتے، کبھی کسی سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لیتے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ سادات کا حد درجہ احترام فرماتے، کبھی قبلہ کی طرف نہ تھوکتے، نہ پاؤں پھیلاتے، طلباء وعلماء سے خصوصی لگاؤ رکھتے، ہر کام اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے کرتے تھے۔ غرور وتکبر نام کا بھی نہ تھا اور یہی انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ مولانا ایک سچے عاشق رسول تھے، کیوں کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اطاعت الٰہی کا ذریعہ ہے آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زبردست گرویدگی اور وارفتگی تھی۔ پوری زندگی ایک عالم کو اتباع نبوی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے، عوام وخواص، علماء ودانشور، غریب وسرمایہ دار غرض سب کے سامنے آپ کی گفتگو کا موضوع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت ہوتا اور اتباع نبوی کی تلقین ہوتی، ایک بار آپ بیمار ہوگئے جس کی وجہ سے کافی نقاہت ہوگئی، محبوب رب العالمین نے اپنے فدائی کے جذبۂ محبت کی لاج رکھی اور خواب ہی میں ایک پیالہ میں دوا عنایت فرمائی جس کے پینے سے افاقہ ہوا اور آپ جلد ہی روبصحت ہوگئے۔

[حیات مفتی اعظم ص ۳۵، مطبع سابق]

عقد واولاد: مولانا کی شادی مشہور مغلیہ خاندان میں مرزا اسفندیار بیگ لکھنوی کی دختر حسینی خانم کے ساتھ ہوئی تھی۔

[حیات اعلی حضرت جلد اول ص ۱۰۱، مطبع سابق]

یہ سلطان عقل مولانا نقی علی کی ''وزیر عقل'' کہلائیں وہ مغلیہ خاندان کی بڑی غیور، انتہائی ہوش منداور رائے صائب رکھنے والی خاتون تھیں انہوں نے بڑی عمر پائی۔ [سیرت اعلی حضرت مع کرامات ص ۵۲، مطبع سابق]

مرزا صاحب نے مع اہل وعیال لکھنؤ چھوڑ کر بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی، آپ مسلکاً سنی حنفی تھے، مولانا کی مندرجہ ذیل اولاد یادگار تھیں۔

۱-احمدی بیگم زوجہ غلام دستگیر عرف محمد شیر خاں ابن محمد عمران خاں۔

۲-مولانا احمد رضا خاں۔

۳-مولانا حسن رضا خاں۔

۴-حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں۔

۵-مولانا محمد رضا علی خان۔

۶-محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں ابن عطاء اللہ خاں۔

زیارت حرمین طیبین: مولانا نقی علی خاں اپنے فرزند اکبر مولانا احمد رضا خان کے ہمراہ ۲۶ر شوال ۱۲۹۵ھ کو حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ باوجودیکہ آپ شدید علیل تھے اور ضعف انتہا کو تھا، مولانا احمد رضا اس سلسلے میں رقم طراز ہیں: ''عزم زیارت وحج مصمم فرمایا یہ غلام (مولانا احمد رضا) اور چند اصحاب وخدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے۔ ارشاد کیا مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم باہر رکھ لوں پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی بلکہ وہ مرض ہی خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ من رانی فقد رأ الحق (رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادہ

رضی اللہ تعالی عنہ) حد منع پر نہ رہا‘‘۔ [حالات مصنف (مشمولہ فضل العلم والعلما، مولانا نقی علی خاں) ص ۸، مولانا احمد رضا خاں، مطبع سابق]

مولانا نقی علی خاں کا حج وزیارت کے سلسلے میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں تقریباً تین ماہ قیام رہا۔ حج میں آپ کے معلم احمد سیونی ابن محمد سیونی مکی تھے۔ [معارف رئیس الاتقیاء ص ۲۳، مرتبہ مولانا حنیف خاں، ناشر انجمن عاشقان بلال محلہ ملوک پور بازدران بریلی۔ اشاعت بار اول ۲۰۰۰ء]

تصانیف: آپ قوی حافظہ کے مالک تھے، مطالعہ نہایت وسیع تھا، ہمعصر علما آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے تھے، مذکورہ بالا مصروفیات کے علاوہ تصنیف وتالیف سے خاصا شغف تھا، آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں بعض مطبوعہ بعض غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کی تصانیف علوم معارف کا ذخیرہ ہیں، جن کتابوں کے اسماء معلوم ہو سکے مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۲) وسیلۃ النجاۃ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پاک)۔ (۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب (سیرت ومعجزات) مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۵) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۶) ھدایۃ البریۃ الی شریعۃ الاحمدیۃ، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۷) اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۸) فضل العلم والعلماء، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۹) احسن الوعاء لاداب الدعاء، مطبوعہ اردو نثر میں ہے۔ (۱۰) ازالۃ الاوھام۔ (۱۱) الکواکب الزھراء فی فضائل العلم وآداب العلماء۔ (۱۲) النقاوۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ۔ (۱۳) لمعۃ النبراس فی اداب الاکل واللباس۔ (۱۴) التمکن فی تحقیق مسائل التزین۔ (۱۵) تزکیۃ الایقان۔ (۱۶) خیر المخاطبۃ فی المحاسبۃ والمراقبۃ۔ (۱۷) ھدایۃ المشتاق الی سیر الانفس والافاق۔ (۱۸) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب۔ (۱۹) اجمل الفکر فی مباحث الذکر۔ (۲۰) عین المشاہدہ لحسن المجاھدہ۔ (۲۱) الروایۃ الرویۃ فی الاخلاق النبویۃ۔ (۲۲) تشوق الاوّاہ الی طرق محبۃ اللہ۔ (۲۳) نھایۃ السعادۃ فی تحقیق الھمۃ والارادۃ۔ (۲۴) اقوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ الشریعۃ۔ (۲۵) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح۔ (۲۶) اصلاح ذات بین موالات۔

[حالات مصنف (مشمولہ فضل العلم والعلما، مولانا نقی علی خاں) ص ۵-۷، مولانا احمد رضا خاں، مطبع سابق]

نوٹ: شمار نمبر ۱۰ تا ۲۶ میں جن کتابوں کے نام درج ہیں ان کی کوئی صراحت کہ وہ چھپی یا نہیں یا وہ فی الحال کہاں ہیں، کوئی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ مولانا احمد رضا نے ’’مختصر حالات حضرت مصنف‘‘، مشمولہ ’’فضل العلم والعلما‘‘ کے تحت ص ۶-۷ پر اُن کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ کسی محقق کی کوئی تحریر بھی ان کتابوں سے متعلق نہ مل سکی۔

ان کے علاوہ مزید کتب کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: ’’ان کے سوا اور تصانیف شریفہ کے مسودے بستوں میں ملتے ہیں مگر منتشر جن کے اجزاء اول، آخر یا اوسط سے گم ہیں ان کے بارے میں حسرت اور مجبوری ہے‘‘۔

[حالات مصنف (مشمولہ فضل العلم والعلما، مولانا نقی علی خاں) ص ۷، مولانا احمد رضا خاں، مطبع سابق]

وصال: امام الاتقیا، مولانا محمد نقی علی خاں کا خونی اسہال کے عارضہ میں وصال ہوا وہ اپنے والد امام العلماء رضا علی خاں کے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے آپ کے آخری لمحات کا ذکر اس طرح کیا:

’’سلخ ذی قعدہ روز پنج شنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ ہجریہ قدسیہ کو اکاون برس پنج مہینے کی عمر میں بعارضہ اسہال دموی شہادت پا کر شب جمعہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کے کنارے جگہ پائی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے ہوئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے

ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرماتے ہیں، یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پرفتوح نے جدائی پائی فقیر سرہانے حاضر تھا ایک نور ملیح اعلانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی پہلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ اللہ تھا وبس اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی کہ انتقال سے پہلے کاغذ پر لکھی تھی''۔ [حالات مصنف (مشمولہ فضل العلم والعلما، مولانا نقی علی خاں) ص ۸-۹، مولانا احمد رضا خاں، مطبع سابق]

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''فقیر (احمد رضا) غفرلہ نے چند مسجع اس جناب کی تاریخ ولادت باسعادت و وصال خیر مال میں ملہم غیب سے پائے جن میں التزام ہے کہ بانتظام سلسلہ عبارت ہر فقرہ مستقل عبارت ہو جو کسی طرح تعلق عطف نہ رکھتا ہو جس کے سبب جو پارہ چاہئے تنہا محل تاریخ میں سنایئے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا اہتمام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا بعض مادے یہاں صفحہ قرطاس پر جلوہ فزا۔

تواریخ ولادت:

جاء ولی نقی الثیاب علی الشان	(۱۲۴۶ھ)
رضی الاحوال بھی الامکان	(۱۲۴۶ھ)
ھو اجل محققی الافاضل	(۱۲۴۶ھ)
شہاب المدققین الاماثل	(۱۲۴۶ھ)
قرنی برج الشرف	(۱۲۴۶ھ)
بری من الخسوف والکلف	(۱۲۴۶ھ)
افضل سباق العلما	(۱۲۴۶ھ)
اقدم حذاق الکرما	(۱۲۴۶ھ)

تواریخ وفات:

کان نہایۃ جمع العظما	(۱۲۹۷ھ)
خاتم اجلۃ الفقہاء	(۱۲۹۷ھ)
امین اللہ فی الارض ابداً	(۱۲۹۷ھ)
ان فقد فتلک کلمۃ بھا یھتدی	(۱۲۹۷ھ)
ان موتۃ العالم موتۃ العالم	(۱۲۹۷ھ)
وفاۃ عالم الاسلام ثلمۃ فی جمع الانام	(۱۲۹۷ھ)
خلل فی باب العباد لا ینسد الی یوم القیام	(۱۲۹۷ھ)
یا غفور	(۱۲۹۷ھ)

کمل لہ ثوابک یوم النشور (۱۲۹۷ھ)

امنحہ جنۃ اعدت للمتقین (۱۲۹۷ھ)

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ واھلہ اجمعین"۔

[حالاتِ مصنف (مشمولہ فضل العلم والعلما، مولانا نقی علی خاں) ص ۱۰-۱۱، مولانا احمد رضا خاں، مطبع سابق]

استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی قدس سرہٗ

(۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء-۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

خانوادۂ رضویہ کے جلیل القدر بزرگ، صوفی عالم دین امام المتکلمین مولانا نقی علی بریلوی کے گھرانے میں استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسن ۲۲/ربیع الاول ۱۲۷۶ھ/۱۹/اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ [حسن بریلوی حیات اور کارنامے، ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی، ص ۹، مشمولہ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، مولانا حسن بریلوی نمبر، صفر ۱۴۱۵ھ/ اگست ۱۹۹۴ء/ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اعلیٰ حضرت نمبر، ۲۰۰۵ء، ص ۶۲۵]۔

تعلیم و تربیت: حسنؔ بریلوی نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جو علم و فضل کا گہوارہ تھا جہاں شریعت کے رمز شناس اور طریقت کے شناور موجود تھے۔ ظاہر ہے اس ماحول کو مولانا حسن کی ذات نے قبول کیا اور خود اپنا رجحان علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف مائل کر لیا اور گھر پر ہی علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا کے شاگرد رشید حکیم سید برکت علی صاحب نامیؔ بریلوی اپنے استاد کے "تذکرہ مختصر" میں لکھتے ہیں:

"یہ اپنے پدر بزرگوار اعلیٰ حضرت امام العلما حضور سیدنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے خزائن علم و عقل سے مستفیض اور جواہر معانی و فضل سے بہرہ ور تھے"۔

اور اسی میں چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"اپنے اخی معظم مرکز دائرۂ علوم مجدد مئۃ حاضرہ عالم اہل سنت حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی جناب محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم وافضالہم کی صحبت سے فیض معنوی حاصل کیا ہے"۔ [تذکرہ مختصر، ص ۶ نامیؔ بریلوی، مشمولہ سنی دنیا، بریلی، مولانا حسن نمبر ۱۹۹۴ء]

اساتذۂ کرام:

جد امجد مولانا محمد رضا علی (۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء-۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء)

والد ماجد مولانا محمد نقی علی (۱۲۴۶ھ-۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)

والدہ ماجدہ حسینی خانم

برادر معظم مولانا احمد رضا خان (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

نواب مرزا خاں داغؔ دہلوی (۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء-۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء)

مرشد گرامی سید ابوالحسین نوری مارہروی (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء-۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

ظاہری و باطنی علوم و فنون اور شعر و ادب کے رموز و نکات مذکورہ بالا اساتذۂ کرام سے حاصل کر کے خود کو اس قابل بنا لیا کہ دنیا نے "استاذ زمن" کے لقب سے یاد کیا۔

سلسلۂ تدریس: مولانا جب مروجہ علوم و فنون سے فارغ ہو گئے تو مسند تدریس کو رونق بخشی۔

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیبؔ بریلوی لکھتے ہیں: ''مولانا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مروجہ علوم اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کئے اور معقولات ومنقولات میں مہارت حاصل کرنے کے بعد طالبان علم دین کو درس دینیات حاصل کرنے کے ساتھ معقولات ومنقولات کی تعلیم حاصل کی اور پھر خود علم دین کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا''۔ [حسن، داغ کے پیارے شاگرد، ص۔۱۳۹، مشمولہ سنی دنیا، بریلی، مولانا حسن نمبر ۱۹۹۴ء]

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ مروجہ علوم سے فراغت کے بعد مولانا حسن نے سلسلۂ تعلیم کو بند نہیں کیا بلکہ درس وتدریس میں اپنی مصروفیت رکھی۔ گھر کا ماحول علمی اور ادبی تھا اور مولانا کو خدا نے موزوں طبیعت عطا کی تھی جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کا شمار اس دور کے اول صف کے ادیبوں میں ہوا۔

ارادت وخلافت: ظاہری علوم وفنون پر ممارست حاصل کرنے کے بعد باطنی علوم وفنون کی طرف توجہ کی اور اس سلسلہ میں مولانا، والد ماجد اور برادر اکبر کی رہنمائی میں قطب مارہرہ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور باطنی علوم وفنون کی تحصیل کی۔ تمام منازل ومراتب طے کرانے کے بعد حضرت ابوالحسین نوری میاں مارہروی نے سلاسل کی خلافت اور اوراد ووظائف کی اجازت عطا کی۔ سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد تقدس علی خاں، مہتمم منظر اسلام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''طریقت میں آپ (حسن رضا) کو حضرت مولانا علامہ سید ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس اللہ سرہ العزیز سے سلسلہ قادریہ میں بیعت واجازت وخلافت حاصل تھی''۔ [ماہنامہ سنی دنیا بریلی مولانا حسن رضا نمبر ۱۹۹۴ء ص ۱۳۱]

اس کے علاوہ اپنے والد ماجد سے بھی باطنی علوم وفنون کا اکتساب کیا اور اپنے برادر اکبر مولانا احمد رضا خاں سے بھی روحانیت کا رشتہ جوڑا۔ چنانچہ مولانا احمد رضا صاحب نے بھی آپ کو وہ تمام اجازتیں عطا کردی تھیں، جو انہیں حاصل تھیں۔ سید وجاہت رسول صاحب مفتی مذکور کے حوالہ سے رقم کرتے ہیں۔

''اپنے برادر بزرگ اعلی حضرت احمد رضا خاں محدث بریلوی سے بھی اجازت وخلافت آپ کو حاصل تھی''۔

[ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، مولانا حسن رضا نمبر ص ۱۳۱]

اپنے نام کے آگے سلسلہ کی نسبت سے قادری، برکاتی، ابوالحسینی لکھا کرتے تھے۔ میرے سامنے مولانا کی کتاب ''انتخاب شہادت مع آئینہ قیامت'' ہے اس کے سرورق پر مولانا کا نام بایں لفظ مکتوب ہے، ''حامی سنت، ماحی بدعت، حضرت مولانا مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب قادری برکاتی ابوالحسینی''۔ [انتخاب شہادت مع آئینہ قیامت، ص سرورق، مولانا حسن رضا، مطبوعہ رضا برقی پریس، بریلی]

مولانا نے اپنے مرشد کے انتقال پر قطعات تاریخ لکھی جو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے پہلا اور آخری شعر مندرجہ ذیل ہے۔

مرشد ما شیخ الاقطاب زمانہ بو الحسین
نور آگیں نور افزا نور رب نوری لقب

اے حسنؔ گفتیم صوری معنوی تاریخ نقل
بست و چار وسیزدہ صد دورۂ ماہ رجب

۱۳۲۴ھ

[قند پارسی ص ۲۱۳ مشمولہ ثمر فصاحت، مولانا حسن رضا، مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی]

حج وزیارت: ہر مسلمان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہو۔ مولانا حسن رضا خاں بھی زیارت حرمین کے لئے تڑپتے رہے، لکھتے ہیں۔

جانے والے چل دیے ہم رہ گئے
اپنی اپنی اے حسن تقدیر ہے

آپ کی آرزو پوری ہوئی اور مع اہل وعیال زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔

ڈاکٹر سید شمیم گوہر الہ آبادی رقم کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ان (حسن رضا) کی دیرینہ آرزو پوری کی اور وفات سے ایک سال قبل مناسک حج اور زیارت گنبد خضری سے مشرف ہوئے''۔ [ماہنامہ سنی دنیا مولانا حسن رضا نمبر ۱۹۹۴ء ص ۱۲۱]

اور مولانا شبنم کمالی پرنسپل جامعہ امانیہ دربھنگہ، لکھتے ہیں:

''۱۳۲۵ھ میں حضرت حسن بریلوی اپنے اہل وعیال کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کی سعادت سے شرف یاب ہوئے''

اس سفر حج نے آخرت کا غم گہرا کر دیا۔ دنیوی امور سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور غزل گوئی کے میدان کو بھی ترک کر دیا۔ مولانا مذکور لکھتے ہیں: ''حج سے واپسی کے بعد غزل گوئی کو مکمل ترک کر دیا اور صرف نعت رسول، منقبت اور مذہبی عقیدت پر مشتمل شاعری ہی کو اپنا وظیفۂ حیات اور وسیلۂ نجات بنالیا''۔ [ماہنامہ سنی دنیا مولانا حسن رضا نمبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۴۹]

اور مولانا کے شاگرد نامی بریلوی استاذ کے تذکرہ مختصر میں لکھتے ہیں:

''اللہ اللہ خوش قسمتی دیکھئے کہ سال گزشتہ ہی میں حج بیت اللہ کے اہم فرض کو پورا کر کے اپنے بچے اور پاک قلب کو زیارت حرمین طیبین کے چمکتے ہوئے نور سے منور کیا اس سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت نے ان کے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ واپس آ کر دنیوی کاموں کی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا''۔ [تذکرہ مختصر ص ۶، نامی بریلوی، مشمولہ ماہنامہ سنی دنیا مولانا حسن رضا نمبر ۱۹۹۴ء]

مولانا حسن کی شاعری: مولانا حسن موزوں طبع تھے، شعر وسخن کا شوق بچپن سے تھا، رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی صاحب اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں: ''شعر وسخن کا شوق حضرت حسن کو ابتدا ہی سے تھا کچھ روز تک بطور خود مشق کرتے رہے اس کے بعد مرزا داغ کو اپنا کلام دکھانا شروع کر دیا اور ایک مدت تک رامپور میں رہ کر استاذ کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے یہاں تک کہ بجائے خود استاذ مستند قرار پائے۔ [ماخوذ از اردوئے معلّیٰ علیگ جون ۱۹۱۲ء مشمولہ سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۴]

نامی بریلوی اپنے تذکرہ مختصر میں لکھتے ہیں: سر چشمہ سخن فصیح الملک بلبل ہندوستان حضرت استاذ داغ دہلوی مرحوم کی نہروں سے اپنے گلستان شاعری کے پودوں کو سینچا تھا ایک مدت تک ریاست رامپور میں رہ کر استاذ کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے۔

[تذکرہ مختصر، ص ۶، نامی بریلوی، مشمولہ سنی دنیا، مولانا حسن رضا نمبر ۱۹۹۴ء]

مولانا حسن ایک بلند پایہ شاعر تھے ان کے دو دیوان بنام ''ذوق نعت'' اور ''ثمر فصاحت'' مطبوع ہیں۔

تصانیف: خدائے بخشندہ نے مولانا کو ایک سیال وفیاض قلم عطا کیا تھا موصوف نے نثر ونظم میں بہت سی گراں قدر یادگار اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ آپ کے نثری شہ پارے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دین حسن: حقانیت اسلام اور دیگر مذاہب کے رد میں۔

(۲) نگارستان لطافت: میلاد مصطفی کے ذکر میں۔
(۳) تزک مرتضوی: اثبات تفضیل شیخین میں۔
(۴) انتخاب شہادت مع آئینہ قیامت: واقعات کربلائے معلّٰی کے بیان میں۔
(۵) بے موقع فریاد کے مہذب جواب: اثبات مسئلہ قربانی۔
(۶) سوالات حقائق برروٴس ندوۃ العلماء: اصلاح ندوہ میں۔
(۷) فتاوی القدوی لکشف دفین الندوہ: اصلاح ندوہ میں۔
(۸) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ: اصلاح ندوہ میں۔
(۹) ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری: مرزائیت کے رد میں۔
(۱۰) اظہار روداد: منظر اسلام کے پہلے سال کی روداد ہے۔
(۱۱) کوائف اخراجات: منظر اسلام کے سال کی روداد ہے۔

یوں ہی نظم میں مولانا نے پانچ لاجواب مجموعے تخلیق کیے ہیں۔

(۱۲) ذوق نعت: نعتیہ شاعری میں۔
(۱۳) وسائل بخشش: مناقب غوث اعظم میں۔
(۱۴) صمصام حسن بردابر فتن: اصلاح عقائد میں۔
(۱۵) قند پارسی: کلام مجاز بزبان فارسی۔
(۱۶) ثمر فصاحت: کلام مجاز اردو میں۔

اس کے علاوہ قطعات و متفرق اشعار ہیں۔

سفر آخرت: شعر و ادب کے امام حسنؔ بریلوی کی علمی و ادبی شخصیت ۳؍شوال ۱۳۲۶ھ کو تقریباً بعمر ۵۱؍سال بعارضہ تپ اس جہان فانی سے رحلت کر گئی بعض حضرات نے وفات کی تاریخ ۲۲؍رمضان تحریر کی ہے اور بعض نے ۳؍شوال صحیح قول ۳؍شوال ہے۔ کہ مولانا کے تلمیذ خاص حکیم سید برکت علی نامی بریلوی نے تذکرۂ مختصر میں ۳؍شوال ۱۳۲۶ھ تاریخ وفات تحریر کی ہے۔

[تذکرۂ مختصر،ص ۶، نامی بریلوی مشمولہ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، حسن بریلوی نمبر]

بریلی کے سٹی قبرستان میں والد گرامی علامہ نقی علی مرحوم کی آخری آرام گاہ کے قریب آپ کی تدفین عمل میں آئی مولانا احمد رضا بریلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور قبر میں اپنے ہاتھوں رکھا مولانا کے وصال کی تاریخ تلمیذ داغ احسن مارہروی محمد انور تلمیذ حکیم نظامی سید تجمل حسین تجمل حلم بریلوی، فیروز، بریلوی نے لکھی ہے جو قند پارسی مشمولہ ثمر فصاحت کے ص ۲۳۰ تا ۲۳۲ میں مرقوم ہے۔ سرخی ہے ''تواریخ وفات حضرت مصنف مرحوم''۔ [قند پارسی،ص ۲۳۰ تا ص ۲۳۲، مشمولہ ثمر فصاحت، مولانا حسن رضا، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی]

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) حکیم محمد حسین رضا۔ (۲) حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا۔ (۳) مولانا فاروق رضا۔ میرے ممدوح کے والد ماجد حضرت علامہ حسنین رضا صاحب ہیں۔ لہٰذا یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حکیم الاسلام علامہ ومولانا حسنین رضا خاں بریلوی، بانی جماعت انصار الاسلام

(۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء-۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا خاں، محلہ سوداگران، بریلی میں ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔

[پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ، جلد اول، شمارہ ۵، ص ۶، یکم فروری ۱۹۸۲ء]

آپ کے والد ماجد استاذ زمن مولانا حسن رضا حسنؔ بریلوی ایک صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز اور زبردست شاعر تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی، اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے اور یہاں کے جید علمائے کرام اور ماہرین علوم وفنون سے اکتساب علوم وفنون کیا۔ آپ نے معقولات کی کچھ کتابیں مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں پڑھیں۔

[تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۲، صادق قصوری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی]

آپ مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا سے چھ ماہ بڑے تھے اور کلاس فیلو بھی تھے۔

[سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۱۹، مولانا حسنین رضا، مکتبہ مشرق، بریلی، ۱۹۸۳ء، مضمون مولانا سبطین رضا صاحب]

مدرسہ منظر اسلام کے سالانہ امتحان ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں آپ کو اور مولانا مصطفیٰ رضا کو ممتحنین نے بڑا سراہا۔

[کوائف اخراجات، ص ۳، مولانا حسن رضا، مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی]

آپ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں بعمر اٹھارہ سال دار العلوم منظر اسلام سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد آپ اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور دس سال تک پڑھایا۔ آپ کے تلامذہ زمانہ کے نامور علما ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی سے بیعت ہوئے، مرشد اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے اجازت وخلافت پائی۔

[مولانا حسنین رضا خاں بریلوی- حیات اور خدمات، ص ۴۱، رضا اکیڈمی، ممبئی]

آپ مولانا احمد رضا خاں کے داماد اور سگے بھتیجے ہوتے ہیں، شاعری میں مولانا رضاؔ بریلوی اور حسنؔ بریلوی سے اصلاح لی، جماعت انصار الاسلام کے تحت سیاسی وسماجی خدمات انجام دیں، جماعت رضائے مصطفی میں بھی کلیدی رول ادا کیا۔ ۱۳۳۹ھ میں انصار الاسلام معرض وجود میں آئی اور اس کے تحت زبردست جلسہ ہوا۔ صحافت سے بھی گہرا ربط رکھتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو ماہنامہ "الرضا"، بریلی کا اجرا کیا اور باضابطہ اس کے لئے ایک ذاتی پریس بھی خریدی۔ جس کا نام حسنی پریس تھا۔ آپ کی زندگی مصروف ترین زندگی تھی۔ اس کے باوجود متعدد کتابیں لکھیں، بعض اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) دنیائے اسلام کے اسباب زوال۔ (۲) سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات۔ (۳) دشت کربلا۔ (۴) تاریخ مدینہ۔ (۵) نظام شریعت حصہ اول۔ (۶) نظام شریعت حصہ دوم۔ (۷) نظام شریعت حصہ سوم۔ (۸) شعری مجموعہ۔ (۹) متعدد مقالے۔ (۱۰) ماہنامہ الرضا، بریلی کے اداریے۔

مولانا ۵ رصفر المظفر ۱۴۰۱ھ/ ۱۴ردسمبر ۱۹۸۱ء بروز یکشنبہ دنیائے فانی سے رخصت ہوئے خانقاہ رضویہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے پائینتی میں مدفون ہوئے۔

آپ کے اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ (۱) امین شریعت حضرت علامہ محمد سبطین رضا خاں، مفتی اعظم ایم۔ پی۔ (۲) صدر العلماء حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں قدس سرہٗ۔ (۳) تاج الاصفیاء حضرت علامہ شاہ حبیب رضا

خاں قدس سرہٗ۔

(۱) شمیم بانو علیہا الرحمۃ۔(۲) والدہ ماجدہ حضرت علامہ عسجد رضا صاحب۔

یہاں پر تاج الاصفیاء حبیب العلماء حضرت علامہ مولانا حبیب رضا خاں قادری رضوی قدس سرہٗ کا تذکرہ مقصود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

استاذ العلما حضرت علامہ حسنین رضا خان قدس سرہ کے فرزند اصغر حضرت حبیب العلما مولانا محمد حبیب رضا خاں علیہ الرحمہ ہیں۔

مولد و مسکن:- حضرت حبیب ملت کی ولادت باسعادت آستانہ قطب بریلی حضرت شاہ دانا قدس سرہ سے متصل محلہ کانکرٹولہ پرانہ شہر بریلی شریف میں ۱۱/اگست ۱۹۳۳ء میں ہوئی اس کے مطابق عربی مہینہ ذی الحجہ ہے۔

نام:- آپ کا نام محمد رکھا گیا اور عرفیت حبیب رضا قرار پائی۔محمد نام پر عقیقہ ہوا۔آپ عرفی نام سے متعارف ہوئے۔

القاب:- ہم نشین مفتی اعظم، ہم شبیہ حسنین ملت، حبیب ملت، حبیب العلما، تاج الاصفیاء وغیرہ

تعلیم و تربیت:- خاندانی دستور کے مطابق ۴/سال ۴/ماہ ۴/یوم کی عمر میں آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ہوئی۔ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ اور والد ماجد حسنین ملت علامہ حسنین رضا علیہ الرحمہ سے گھر پر ہوئی۔

پھر آپ نے دینیات کی تعلیم مرزائی مسجد کہنہ شہر بریلی شریف میں قطب پورنیہ مولانا غلام یٰسین رشیدی پورنوی سے اور دار العلوم منظر اسلام سے حاصل کی۔عصریات کی تعلیم بھی آپ نے اسکول سے مکمل کی ظاہری علوم کے ساتھ تصوف وسلوک اور تزکیۂ نفس میں والد ماجد حسنین ملت اور حضور مفتی اعظم علیہما الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور پوری زندگی تصوف ہی کی طرف مائل رہے۔مرشد گرامی حضور مفتی اعظم کی حیات تک اسی دربار کے ہوکر رہے۔اور ظاہری و باطنی فیضان سے خوب مالا مال ہوئے۔

اساتذۂ کرام:-

(۱) والدہ ماجدہ

(۲) والد محترم حضرت علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمہ (داماد و بھتیجے سیدنا اعلیٰ حضرت)

(۳) مجدد مئۃ حاضرہ سیدنا مفتی اعظم محمد مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ

(۴) شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی رضوی، اعظم گڑھ

(۵) صدر العلما علامہ تحسین رضا قادری علیہ الرحمہ (برادر اوسط)

(۶) حضرت حافظ محمد انعام اللہ رضوی، استاذ شعبۂ فارسی دار العلوم منظر اسلام

(۷) حضرت مولانا سید احمد علی صاحب رامپور

(۸) حضرت علامہ شاہ غلام یٰسین رشیدی پورنیہ بہار

شادی خانہ آبادی:- آپ کی شادی حضرت مولانا محمد ادریس رضا بن حکیم ملت حکیم حسین رضا خاں کی صاحبزادی محترمہ وسیم فاطمہ سے ہوئی۔مجلس نکاح میں مشائخ کرام اور جلیل القدر علمائے عظام موجود تھے۔مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی نانپاروی نے نکاح پڑھایا۔تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفی رضا خاں قادری نوری بنفس نفیس مجلس عقد میں موجود تھے، آپ نے دعا فرمائی۔''رضا مسجد'' سوداگران بریلی شریف کے صحن میں عصر اور مغرب کے درمیان آپ کا عقد ہوا تھا۔یہ مسجد اس

وقت چھوٹی سی پرانی حالت میں تھی۔ حضرت حبیب ملت کے خسر محترم سرکار مفتی اعظم ہند کے داماد تھے اس لحاظ سے حضرت حبیب ملت سرکار مفتی اعظم ہند کے نواس داماد بھی ہوئے۔ مولانا ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں، استاذ زمن علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حکیم حسین رضا کے منجھلے فرزند تھے۔ مفتی اعظم ہند، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اور علامہ حسنین رضا خاں علیہما الرحمہ وغیرہا سے تعلیم حاصل کی اور دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے کتب متداولہ کی تکمیل کی۔ اس لحاظ سے حضرت حبیب ملت کو ہر چہار جانب کا ماحول اسلامی اور اسلامی گر ملا جس کا اثر آپ کی ذات اقدس پر بڑا گہرا ہوا اور پوری زندگی سادگی اور قناعت پسندی کے ساتھ گزاری۔

بیعت و خلافت:- استاذ العلماء حکیم الاسلام مولانا محمد حسنین رضا خاں قدس سرہ سرکار سیدنا مفتی اعظم سے چھ ماہ بڑے تھے مگر وہ مفتی اعظم کی بڑی قدر کرتے تھے اور آپ کی بزرگی، تقویٰ وطہارت کے مداح تھے۔ چنانچہ مولانا حسنین رضا صاحب نے اپنے بچوں کو سرکار مفتی اعظم کے دامن سے وابستہ کرایا اور مفتی اعظم کی تعظیم وتوقیر بچوں کے دل میں ڈالا اور ایسی تربیت فرمائی کہ شیخ کامل مفتی اعظم آپ کے تینوں بچوں کی تعریف وتوصیف فرمایا کرتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ اگر کسی کو اولاد عطا کرے تو ''صاحب'' (مولانا حسنین رضا) کی اولاد کی طرح عطا فرمائے۔''

''صاحب کے تینوں لڑکے باصلاحیت وبالیاقت ذی ہوش اور خوب ہیں مگر ان میں تحسین کا جواب نہیں''۔

[مختصر سوانح صدر العلماء ص ۱۳/ یونس رضا، المجمع الرضوی بریلی]

حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا صاحب نے حضرت حبیب ملت کو ۱۳۶۵ھ میں ۲۵ر صفر کو عرس اعلیٰ حضرت کے موقعہ پر حضور مفتی اعظم سے بیعت کرادیا تھا۔ اور صاحب نے مفتی اعظم سے بیعت فرماتے وقت کہا کہ آپ ان سے نماز کا عہد ضرور لیجئے۔

چنانچہ حبیب ملت کبھی کبھار یہ ذکر کرتے تھے کہ مسجد میں وقت سے پہنچ کر نماز و جماعت کی پابندی یہ مفتی اعظم کے عہد لینے کی برکت ہے اور پھر شکر الٰہی بجالاتے تھے۔ مفتی اعظم کے دامن سے وابستگی نے دل میں وہ اثر پیدا کیا کہ عصریات و دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد خدمت دین کے لئے اسی دربار سے مفتی اعظم کی وصال تک وابستہ رہے۔ جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مدظلہ نے خلافت نامہ تحریر کیا اور سرکار مفتی اعظم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا حضرت یہ خلافت نامہ حبیب میاں کے لئے تحریر کیا ہے تو سرکار مفتی اعظم ہند نے اس خلافت نامہ پر اپنے دستخط ثبت فرماتے ہوئے حضرت حبیب ملت کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی۔ [بروایت شہزادۂ حبیب ملت حضرت حسیب میاں]

مولانا شہاب الدین رضوی آپ کی بیعت وخلافت کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''مولانا صوفی حبیب رضا نے ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۶۵ھ کو عرس رضوی بریلی میں حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور ۱۵ر صفر ۱۳۹۶ھ کو مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا نوری بریلوی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی''

[مولانا حسنین رضا، حیات وخدمات ص ۱۲۹/ مولانا شہاب الدین، رضا اکیڈمی ممبئی]

حبیب ملت پر تاجدار اہل سنت کی عنایتیں:- دینیات اور عصریات کی تعلیم کے بعد آپ کو مفتی اعظم نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور آپ کے ذمہ دار العلوم مظہر اسلام کا دفتر اور نقل افتاء کا کام سپرد کردیا گیا۔ چند سال آپ نے نقل افتا اور دفتر کا کام کیا۔ اس کے علاوہ خطوط نویسی اور تعویذ نویسی کا کام بھی آپ نے مفتی اعظم کی نگرانی میں انجام دیا۔ ان کاموں سے مرشد کامل بہت خوش

تھے مسائل میں اور دیگر کاموں میں آپ پر اعتماد فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ گاؤں ''کرتولی'' (جہاں خانوادۂ رضا کی زمینداری تھی) میں لوگوں کو مخاطب کر کے حبیب ملت کے تعلق سے فرمایا کہ ''حبیب میاں کوئی وعدہ کر لیں گے تو اسے میں پورا کروں گا''

مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا حبیب رضا ہزاروں میں وہ خوش نصیب شخص ہیں کہ مفتی اعظم نے آپ کو اپنا بیٹا سمجھا اور فرمایا کرتے تھے (مفتی اعظم) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا کیا تھا مگر وہ حالت طفلی ہی میں چلا گیا اگر خدا کسی شخص کو بیٹا دے تو حبیب میاں جیسا''۔

[مولانا حسنین رضا۔حیات وخدمات ص ۱۲۷۔۱۲۸]

پرانہ شہر بریلی شریف جب مفتی اعظم تشریف لے جایا کرتے تھے تو اکثر حضرت حکیم الاسلام کے گھر پر بھی قدم رنجہ ہوتے تھے اور آپ کی اور شہزادوں کی مزاج پرسی فرماتے تھے۔ [بروایت حضرت حسیب میاں]

یعنی مفتی اعظم حضرت حکیم الاسلام اور امین شریعت، صدر العلماء اور حبیب العلماء سے بہت محبت فرماتے تھے۔

آپ کی شادی حضور مفتی اعظم کی نواسی سے ہوئی۔ مجلس نکاح میں مفتی اعظم جلوہ افروز تھے۔ شادی آپ کے دولت کدے سے ہوئی۔ اس شادی میں مفتی اعظم نے نکاح خواں اور نوشہ حبیب میاں دونوں کی اصلاح فرمائی۔ تفصیل استاذ گرامی صوفیٔ باصفا سید الاتقیاء عمدۃ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد صالح رضوی متعنا اللہ بطول بقائہ کے مضمون میں ملاحظہ کریں۔

حضرت حبیب ملت کے بڑے صاحب زادے حسیب میاں نے مجھے گیارہ خطوط کی فوٹو کاپی عنایت کی ہے جو سرکار مفتی اعظم کے تحریر کردہ خطوط ہیں۔ جن میں بعض خط حضرت حکیم الاسلام کے نام ہے اور بعض حبیب ملت کے نام ہے اور بعض میں حسیب ملت کے ساتھ میں ساجد میاں، خالد میاں وغیرہ کا نام لکھا ہے۔ لیکن ہر خط میں سرکار مفتی اعظم نے حضرت حبیب ملت کو دعا وسلام لکھا ہے۔ وہ خطوط جو آپ کے نام ہے اس کے سرنامے میں مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں:

''برخوردار نور الابصار حبیب میاں سلمہ الرحمٰن''

''برخوردار راحت جان حبیب میاں سلمہٗ الرحمٰن''

''حبیب میاں سلمہٗ''

''برخورداران حبیب میاں سلمہٗ وخالد میاں سلمہٗ''

''برخوردار حبیب میاں سلمہٗ''

ان خطوط میں مفتی اعظم نے چند مسائل میں رہنمائی کی ہے، گھر کی خیریت پوچھی ہے، گھر کے کام کاج کے بارے میں لکھا ہے ساتھ ہی اکابر علماء جو اس دور میں حضرت کے دار العلوم اور دار الافتاء سے وابستہ تھے ان کے لیے سلام وغیرہ لکھا ہے۔

سیدنا مفتی اعظم ہند نے کئی مرتبہ آپ کو امامت کے لیے مصلی امامت پر حکم دیکر آگے بڑھایا ہے۔ حضرت حبیب ملت کے صاحب زادے حسیب میاں صاحب نے بتایا کہ والد صاحب فرماتے تھے کہ مفتی اعظم نے سیکڑوں مرتبہ حکم دیکر مصلیٔ امامت پر بڑھایا اور میرے پیچھے نماز ادا فرمائی۔

بیعت و ارشاد:۔ مفتی اعظم قدس سرہ کے انتقال کے بعد آپ فروغ سلسلہ میں مصروف ہوئے۔ بریلی شریف اور قرب وجوار اور ہندوستان کے بیشتر صوبہ جات میں آپ کے مریدین ومتوسلین ہیں۔ اس کے علاوہ بیرون ممالک ہرارے، دہٹی، پاکستان وغیرہ میں

بھی آپ کے مریدین ومتوسلین ہیں۔آپ بیعت لیتے وقت نماز، روزے، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی تاکید فرماتے تھے بالخصوص اعتقادیات پرزور دیتے۔بدمذہبان زمانہ سے دور رہنے اوران سے ملنے جلنے سے منع فرماتے تھے۔

وکیل تاج الشریعہ:- آپ کو مرید کرنے کے لے حضور تاج الشریعہ مدظلہ نے اپنا وکیل بنادیا تھا۔آپ حضور تاج الشریعہ کی عدم موجودگی میں جو حضرت حضوت تاج الشریعہ سے بیعت ہونے کے ارادہ سے آتے تھے انہیں سلسلہ میں داخل فرمالیتے تھے۔

خلفائے کرام:- ہندو پاک میں آپ کے مندرجہ ذیل خلفا کے اسما معلوم ہوسکے ہیں:

(۱) مولانا محمد اجمل صاحب	گوجرانوالہ، پاکستان
(۲) مفتی محمد نعیم اختر صاحب	گوجرانوالہ، پاکستان
(۳) مولانا احمد رضا صاحب	کراچی، پاکستان
(۴) مولانا بشارت علی صاحب	امام جامع مسجد چندر پور، مہاراشٹر
(۵) مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب	کسگران، بریلی
(۶) مولانا جنید رضا صاحب	فائق انکلیو کالونی، بریلی شریف
(۷) حافظ محمد زاہد علی صاحب	گجرولہ
(۸) حافظ سیف الملک صاحب	بنارس
(۹) حاجی محمد ہارون صاحب	دھمتری، چھتیس گڑھ
(۱۰) مولانا محمد نوید رضا صاحب	ممبئی
(۱۱) مولانا عبدالعزیز صاحب	ممبئی
(۱۲) مولانا زاہد رضا صاحب	جمہاپور، بریلی شریف

حج و زیارت:- ہر مومن صادق کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ زیارت حرمین شریفین سے خود کو مشرف کرے حضرت حبیب ملت کی بھی یہ آرزو تھی۔آپ ۱۹۸۶ء میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ساتھ میں مندرجہ ذیل حضرات تھے۔امین شریعت حضرت مولانا مفتی محمد سبطین رضا خاں، مفتی اعظم ایم پی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا محمد منان رضا خاں منانی میاں، قمر ملت حضرت مولانا قمر رضا خاں رضوی علیہ الرحمہ، حاجی محمد ہارون رضوی دھمتری۔اور ۲۰۱۰ء میں آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے جس میں الحاج محمد سعید نوری صاحب ساتھ تھے۔

دینی خدمات:- سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ان کے دونوں بھائیوں نے دنیا کی چپقلش میں نہ پڑنے دیا بقول صاحب سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات علامہ حسنین رضا صاحب کہ مولانا حسن رضا خاں قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت کی ایسی خدمات انجام دیں کہ آج جنکی مثال ملنا مشکل ہے۔جب ۱۳۲۶ھ میں ان کی وفات ہوگئی تو ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خاں صاحب آئے انہوں نے بھی بہت کچھ خدمت کی۔ [ملتقطا، سیرت اعلیٰ حضرت ص ۵۶-۵۷]

سیدنا اعلیٰ حضرت کی دو بیٹیوں کی شادی کا انتظام مولانا حسن رضا خاں نے فرمایا اور تاریخ مقرر کرانے اعلیٰ حضرت کے پاس گئے تو بہت خوش ہوئے اور آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ ”حسن میاں جو کچھ میں دین کی خدمت کررہا ہوں اس کے اجر میں باذن اللہ حصہ دار تم بھی

ہو اس واسطے کہ تمہیں نے مجھے دینی خدمات کے لئے دنیا سے آزاد کر دیا ہے‘‘۔ [سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات ص ۵۶، علامہ حسنین رضا]

جب حبیب ملت عصریات و دینیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے تو آپ کسی اسکول میں اردو پڑھانے کے لئے مقرر ہوئے پھر چند ماہ بعد مستعفی ہو کر سیدنا اعلیٰ حضرت کے شہزادے مرشد کامل سرکار سیدنا مفتی اعظم کی بارگاہ سے وابستہ ہو گئے اور سیدنا مفتی اعظم کی حیات مبارکہ تک یہیں سے وابستہ رہے۔ مفتی اعظم کی گوناگوں دینی مصروفیات کو دیکھ کر حبیب ملت نے اپنے جد امجد کی طرح دینی خدمات کے لئے یہی راستہ انتخاب کیا کہ مرشد گرامی کا دست و باز و بن کر دینی کاموں میں ان کے مدد و معاون ہو جائیں اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے سرکار مفتی اعظم نے آپ کے ذمہ تین اہم کام سپرد فرمایا۔ (۱) نقل فتاوی (۲) دار العلوم مظہر اسلام کے دفتر کے کام (۳) خطوط نویسی اور تعویذ نویسی کا کام۔

(۱) دار العلوم مظہر اسلام میں نقل فتاوی:- دار العلوم مظہر اسلام بی بی جی مسجد، بہاری پور بریلی سرکار سیدنا مفتی اعظم کا قائم فرمودہ ادارہ ہے جس میں اعدادیہ تا تخصص کی پڑھائی ہوتی ہے۔ مفتی اعظم کے دور حیات میں یہ ادارہ عروج پر تھا اس دور کے بڑے بڑے علماء یہیں سے تعلیمی نسبت رکھتے ہیں۔ اجلہ علماء مظہر اسلام کے اساتذہ میں تھے۔ مفتیان کرام کی ایک لمبی فہرست ہے جو یہاں کے دار الافتاء سے سیدنا مفتی اعظم کی نگرانی میں فتاوی صادر کیا کرتے تھے۔ سیدنا مفتی اعظم نے اپنے نور دیدہ حضرت حبیب ملت کو دار الافتاء سے وابستہ کر دیا تھا تاکہ نقل افتاء سے فقہی مسائل میں مہارت حاصل ہو جائے چنانچہ آپ کئی سالوں تک اسی کام کو انجام دیتے رہے۔

(۲) دار العلوم مظہر اسلام کا دفتر:- مظہر اسلام کی تعلیمی امور سے متعلق جو دفتر تھا اس کا کام بھی حضرت حبیب ملت کے سپرد ہوا۔ اس کام کو بھی آپ نے بحسن وخوبی نبھایا۔ یہیں سے یہ معلوم ہوا کہ آپ پر مفتی اعظم ہند کو بڑا اعتماد تھا اسی لئے جو دفتر اہم کاموں کے لئے بنایا گیا تھا اس کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی۔ اسی لئے آپ کو معتمد مفتی اعظم بھی کہا جاتا ہے اور لکھا جاتا ہے۔

(۳) خطوط نویسی اور تعویذ نویسی:- سیدنا اعلیٰ حضرت کے خطوط کا اگر آپ نے مطالعہ کیا ہے تو بخوبی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ’’بریلی شریف‘‘ دربار رضا میں جو خطوط آتے تھے وہ کسی نہ کسی علمی مسئلے کی گتھی سلجھانے یا کسی پریشانی میں مبتلا شخص اپنی پریشانی کا حل طلب کرنے کے لئے خطوط بھیجتا۔ اور یہاں سے انہیں کا جواب لکھا جاتا تھا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت اور سیدنا حجۃ الاسلام علیہما الرحمہ کے بعد خلق خدا مکمل طور پر مفتی اعظم کی طرف رجوع کرتی تھی۔ بے شمار خطوط آپ کے پاس اکناف عالم سے آتے تھے۔ بہت سے خطوط کا جواب بنفس نفیس مفتی اعظم تحریر فرماتے تھے اور بہت سے خطوط کا جواب مفتی اعظم کی طرف سے حضرت حبیب ملت لکھتے تھے اور مفتی اعظم سے دستخط کروا کر روانہ کر دیا کرتے تھے۔ یہ کام آپ نے مفتی اعظم کے

وصال تک کیا۔ سیدنا مفتی اعظم ہند سے تعویذات لکھنے والوں اور دم کرانے والوں، دعا کرانے والوں کی بھی بڑی بھیڑ رہتی تھی۔ آپ کے تعویذ و دم کا ایسا اثر تھا کہ فوراً پریشانی دور ہوجایا کرتی تھی۔ راقم الحروف نے استاذ محترم عمدۃ المحققین، استاذ الفقہاء عارف باللہ حضرت علامہ مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی محمدی سنی حنفی قدس سرہ سابق صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف تلمیذ وخلیفہ مفتی اعظم قدس سرہ سے بارہا سنا کہ ''حضرت (مفتی اعظم) اپنی کرامتوں کو تعویذ میں چھپا لیا کرتے تھے''۔ مفتی اعظم کی اجازت سے علامہ بستوی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تعویذات واعمال واوراد کے مسودہ کو مبیضہ فرمایا اور پھر اسی سے ایک کتاب بنام ''مجموعہ اعمال رضا'' مرتب کیا جو خواص وعوام میں بیحد مقبول ہے۔ اس کام میں بھی حضرت مفتی اعظم کی مصروفیت بہت زیادہ تھی اس لئے آپ نے اس کام کے لئے بھی حضرت حبیب ملت کا انتخاب کیا اور تعویذ نویسی اور خطوط نویسی کا کچھ کام حبیب ملت کے ذمہ کردیا۔ حضرت حبیب ملت نے تقریباً ۴۰؍سال کے ایام سرکار مفتی اعظم کی نگاہوں کے سامنے گزارے۔ اس لئے آپ کا قول وفعل بالکل شریعت کے مطابق تھا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ نماز کی پابندی، ایفائے وعدہ، سلام میں سبقت، پریشانی میں بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ، کم گو، قناعت پسند، خوش اخلاق، خوش گفتار، متواضع، سادگی پسند، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، مشائخ کا ادب، علماء کا ادب، بزرگوں کی روش غرض کہ آپ کا قول وفعل موافق شرع تھا اور کیوں نہ ہو شیخ کامل، مرشد گرامی تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند کی صحبت کیمیا اثر نے آپ کو ظاہر وباطن کا غواص اور شریعت وطریقت، حقیقت ومعروفت کا شناور بنادیا تھا۔

تاجدار اہل سنت سیدنا مفتی اعظم قدس سرہٗ کے انتقال فرمانے کے بعد جانشین مفتی اعظم استاذنا المکرم سراج المفسرین شیخ المحدثین جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری مدظلہ العالی کی طرف وہ تمام امور دینیہ (جس کے لیے مفتی اعظم مرجع عوام وخواص تھے) متوجہ ہوگئے اس خانوادے کا دینی امور میں سب سے امتیازی کام فتویٰ نویسی ہے۔ کثرت سے لوگ جانشین مفتی اعظم کی طرف رجوع کرنے لگے تو آپ نے مرکزی دارالافتاء اجرائے فتویٰ کے لیے قائم فرمایا۔

حبیب ملت مرکزی دارالافتاء میں: سیدنا سرکار مفتی اعظم کا وصال ۱۹۸۱ء میں ہوا اس کے بعد جانشین مفتی اعظم ہند نے ۱۹۸۲ء میں مرکزی دارالافتاء کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا۔ اس میں ابتداء خود حضرت تاج الشریعہ مدظلہٗ العالی فتویٰ تحریر فرماتے تھے۔ عالم اسلام کے عوام وخواص نے جب آپ کی طرف کثرت سے رجوع کرنا شروع کردیا تو آپ نے دارالافتاء کے لیے چند اسٹاف کا تقرر فرمایا ان میں حضرت علامہ مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی قدس سرہٗ، حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی مدظلہ العالی، حضرت حبیب ملت شاہ حبیب رضا خاں قدس سرہٗ، امین الفتویٰ مولانا عبد الوحید نوری بریلوی علیہ الرحمہ تھے۔ کچھ ہی سال میں

یہ دارالافتاء ہندوپاک کا مرکزی دارالافتاء ہوگیا۔ سنی دنیا، ۱۹۸۶ء ماہ جون کا ایک شمارہ میرے پیش نظر ہے جس میں ٹائٹل کے بیک صفحہ پرادارے کی طرف سے مرکزی دارالافتاء کا تعارف چھپا ہے جس کا ابتدائیہ یہ ہے۔

''مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران: فتویٰ نویسی بریلی کی شان ہے، الحمدللہ مرکزی دارالافتاء اس شان اور روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ یہاں سے ہرسال مقامی، ملکی وغیر ملکی سوالوں کے جواب دیے جاتے ہیں''۔

[ماہ نامہ سنی دنیا، شوال المکرم ۱۴۰۶ھ رجون ۱۹۸۶ء جلد ۴، شمارہ ۴۳]

مرکزی دارالافتاء میں چند سالوں تک آپ نے کام کیا ہے تقریباً آٹھ سو فتاوے تحریر کیے ہیں۔

حضور جانشین مفتی اعظم کا جب تبلیغی دورہ بڑھا ملک وبیرون ملک تبلیغی دوروں پر تشریف لے جانے لگے تو روزانہ اپنی پریشانیاں لیکر بریلی پہنچنے والے حضرات کو کافی پریشانی ہونے لگی۔ نیز استفتاء کے علاوہ تعویذ اور شجروں اور اوراد وظائف کے تعلق سے جو خطوط حضور تاج الشریعہ کے نام سے آتے تھے ان کے جوابات لکھنے کے لیے بھی آپ کو موقع نہیں ملتا تو آپ نے ان دونوں کاموں کو حضرت حبیب ملت کے سپرد فرمادیا۔ چنانچہ تاحین حیات یہ دونوں کام حضرت حبیب ملت بحسن وخوبی انجام دیتے رہے آپ حضور تاج الشریعہ کی ترجمانی اس انداز میں فرماتے تھے کہ کہیں کچھ گھٹانے بڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ راقم السطور نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ حضور تاج الشریعہ جب بخاری شریف کا درس دیتے تھے تو کبھی کبھار حضرت حبیب ملت بھی تشریف لے آتے اور درس کے بعد جوابی خطوط حضور تاج الشریعہ کو دکھاتے تھے۔ حضور تاج الشریعہ پڑھتے اوران پر بلا تأمل دستخط فرمادیتے تھے۔

شعبۂ نشر واشاعت:۔ جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ العالی نے نشر واشاعت کے لیے ایک ادارہ بنام ادارۂ سنی دنیا قائم فرمایا اس کے تحت مکتبہ سنی دنیا اور ماہ نامہ سنی دنیا کا اجراء عمل میں آیا۔

ادارہ سنی دنیا اور حبیب ملت:۔ حضرت حبیب ملت اس ادارے کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے ''مولانا حسنین رضا۔ حیات وخدمات'' میں اولاد کے تعارف میں آپ کا نام سرخی کے تحت یوں تحریر کیا ہے۔

''یادگار سلف مولانا محمد حبیب رضا خاں قادری بریلوی ناظم اعلیٰ ادارہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف''۔

[مولانا حسنین رضا۔ حیات وخدمات، ص ۱۲۵]

مکتبہ سنی دنیا: اس ادارے سے سیدنا اعلیٰ حضرت مفتی اعظم، جانشین مفتی اعظم اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتابیں شائع ہوتی تھیں۔ ماہ نامہ سنی دنیا کے بیک ٹائٹل پہ یہ تحریر مکتوب ہے۔

مکتبہ سنی دنیا بریلی:۔ اعلیٰ امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصنیفات کے لیے اس ادارے کی طرف رجوع کریں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان، فتاویٰ رضویہ شریف، الدولۃ المکیۃ، حسام الحرمین اور بعض دیگر نادرونایاب رسائل یہاں دستیاب ہیں۔ آپ کے عقیدے اور عمل کی اصلاح وحفاظت کے لیے ان کتب کا آپ کے گھر میں ہونا اشد ضروری ہے''۔

[ماہ نامہ سنی دنیا، جلد ۱۲، شمارہ ۲، فروری ومارچ ۱۹۹۴ء]

سیدنا مفسر اعظم ہند کی ایک کتاب بنام ''رحمۃ اللہ'' بھی اس ادارے سے شائع ہوئی۔ اس کے بیک ٹائٹل پر ان کتابوں کی فہرست بھی مرقوم ہے جو اس ادارے سے شائع ہو چکی تھیں۔ مرکزی دارالافتاء میں وہ نسخہ محفوظ ہے۔

یہ مکتبہ چند سالوں کے بعد بند ہوگیا حضرت حبیب ملت نے اس کے تحت بھی دینی خدمت کو انجام دیا تھا۔

ماہ نامہ سنی دنیا: ۔ ۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء میں اس رسالہ کا نام رجسٹریشن ہوا۔ رجسٹریشن نمبر (REGDNOX117(82)VLO-3)

ہے۔ رجسٹرڈ پوسٹ آفس نمبر بی، آر۔۷۔۱۵ ہے اس کے پہلے اڈیٹر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم تھے۔ ان کی طرف سے ماہ نامہ سنی دنیا (۱۹۸۷ء) میں ایک ایڈ ہے جس میں لکھا ہے:

''ماہ نامہ سنی دنیا تقریباً چار سال سے ٹھوس، سنجیدہ، علمی و تحقیقی اور مذہبی مضامین کے ساتھ شائع ہو کر دین وسنیت کی خدمت کر رہا ہے۔ ماہ اکتوبر ۱۹۸۷ء سے رسالہ خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ فوٹو آفسیٹ پر چھپا کرے گا۔ اس رسالے کا توسیع اشاعت مسلمانان اہل سنت کا ملی فریضہ ہے اس کے خریدار بن کر اور بنا کر نیز قلمی دیگر تعاون اور مشورہ دیکر خدمت دین میں حصہ لیں۔''

[ماہ نامہ سنی دنیا، ستمبر ۱۹۸۷ء مطابق محرم الحرام ۱۴۰۸ھ، ص ۵۵]

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی اس کے سرپرست مالک ونگراں اور ناشر ہیں۔ ماہ نامہ سنی دنیا کے مجلس مشاورت میں پہلے نمبر پر صدر العلماء علامہ تحسین رضا کا نام ہے اور دوسرے نمبر پر حضرت حبیب ملت حضرت علامہ حبیب رضا خان کا نام مرقوم ہے۔ آپ تاحین حیات اس رسالے سے جڑے رہے اور اڈیٹروں کی رہنمائی بھی فرماتے رہے۔ ماہ نامہ سنی دنیا سے جب مجلس مشاورت اور مجلس ادارت کا بورڈ ختم ہو گیا تو بظل عنایت میں حضرت حبیب ملت کا نام مستقل چھپتا رہا۔ [ماہنامہ سنی دنیا کے مختلف شمارے]

جامعۃ الرضا اور حبیب ملت: ۔ جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے سرکار حضور مفتی اعظم ہند کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے احباب اہل سنت کی گذارش پر ایک علمی قلعہ بنام مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا قائم فرمایا ہے۔

۱۹۹۸ء میں آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی کی سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے موقعے سے ادارے کے لیے زمین لینے کا منصوبہ بنا۔ فروری ۱۹۹۹ء میں دہلی نیشنل ہائی وے سے متصل دہلی رامپور روڈ پرسی بی گنج سے آگے متھراپور ۲۴ر بیگھے پر مشتمل ایک وسیع زمین خرید لی گئی۔ پھر اس ادارے کو چلانے کے لیے ایک بااختیار ٹرسٹ بنام ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' تشکیل دیا گیا پھر عرس رضوی کے موقعے پر ۹ر جون ۱۹۹۹ء/ ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ کو آل ٹرسٹیز کی ایک میٹنگ اوبرائے آنند ہوٹل بریلی میں ہوئی جس میں طے ہوا کہ مزید آراضی حاصل کی جائے۔ پھر مزید آراضی حاصل کی گئی۔ [ماہنامہ سنی دنیا، ص ۴ و ۳، ملخصاً جلد ۵ شمارہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء/ ۱۴۲۰ھ]

پھر دسمبر ۱۹۹۹ء رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ میں سنگ بنیاد کا اعلان نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد عسجد رضا قادری سیکریٹری امام احمد رضا ٹرسٹ سوداگران بریلی شریف کی طرف سے ان لفظوں میں شائع ہوا۔ ''پوری دنیائے سنیت کے لیے یہ مژدۂ جانفزا ہے کہ ٹرسٹ کے ممبران نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امسال ۲۰۰۰ء عرس رضوی کے حسین موقعہ پر مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کا سنگ بنیاد رکھ دیا جائے۔ سنگ بنیاد کی تقریب ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ کو انجام پائے گی''

[ماہنامہ سنی دنیا جلد ۱۵ شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۹ء/ ۱۴۲۰ھ ص ۳۹ اعلان منجانب علامہ عسجد رضا خان]

اس کے بعد عرس رضوی کے موقع سے ۲۴ر صفر کو درس گاہی بلڈنگ کی بنیاد رکھی گئی اور بلڈنگ ۱۴۲۳ھ میں تکمیل کے مرحلے کے قریب ہوگئی۔ ۱۴۲۴ھ میں حفظ کی تعلیم کا آغاز بھی ہو گیا۔ پھر ۱۴۲۵ھ میں باضابطہ طور پر ''جشن یوم رضا'' کی تقریب ہوئی اس کے بعد حفظ وقرأت اور درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ جامعۃ الرضا کے آغاز تعمیر وتعلیم سے لیکر اب تک حبیب ملت اس کے لئے دعا فرماتے اور بعض تقریبوں میں شرکت بھی فرماتے تھے۔ آغاز تعلیم کی تقریب میں صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں قدس سرہ (اس

وقت جامعہ نوریہ میں شیخ الحدیث تھے) اور حبیب العلماء علامہ حبیب رضا صاحب نے شرکت فرمائی اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ آغاز تعلیم سے متعلق وہ رپورٹ دیکھیں جو اس وقت ادارہ سنی دنیا نے شائع کیا تھا۔

''جامعۃ الرضا میں درس نظامی کا افتتاح: حضور جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ الاسلام تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں چلنے والا ادارہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا میں ۱۰ر شوال المکرم ۱۴۲۵ھ کو محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ امجدی نے درس نظامی کا افتتاح فرمایا۔ ادارہ میں اس سال درجہ ثالثہ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا ہے۔ گذشتہ سال سے حفظ وقرأت کی تعلیم جاری ہے۔

افتتاحی پروگرام میں حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں صاحب قبلہ، علامہ حبیب رضا خاں صاحب، مولانا سلمان رضا خاں صاحب، مولانا حنیف خاں صاحب، مولانا عزیز الرحمن صاحب، قاضی شہید عالم صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب، مفتی ناظم علی صاحب، مولانا شعیب رضا صاحب، وغیرہ تھے۔ پروگرام کی صدارت آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی کے صدر مولانا عسجد رضا خاں قادری نے کی۔ نظامت کے فرائض مفتی یونس رضا اویسی نے انجام دیئے''۔ [ماہنامہ سنی دنیا جلد ۳۳ر شمارہ ارجنوری ۲۰۰۵ء ص ۲۲]

اس کے علاوہ جامعۃ الرضا میں جب کوئی تقریب منعقد ہوتی مثلاً ختم بخاری شریف وغیرہا یا شرعی کونسل کا سیمینار تو ان مواقع سے گاہے بگاہے تشریف لایا کرتے اور دعائیں دیا کرتے تھے۔

شرعی کونسل اور حبیب ملت:- مرکز اہلسنّت میں جدید مسائل کے حل کے لئے ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کا قیام عمل میں آیا۔ تاریخ قیام ۸ر اگست ۲۰۰۳ء بروز جمعہ مبارکہ مطابق ۷ر جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ ہے۔ اس کے تحت سات کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ''شرعی کونسل بریلی شریف کا ایک خاکہ'' اس سرخی کے ساتھ حضرت مولانا مفتی شعیب رضا صاحب کی طرف سے تیارشدہ خاکہ ماہنامہ کنز الایمان دہلی اور ماہنامہ سنی دنیا بریلی میں چھپا اس کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیے:

عرصۂ دراز سے شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف میں ایک ایسی مجلس کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں قرآن وحدیث اور فقہاء احناف کے اقوال واعمال کی روشنی میں امت کو درپیش جدید مسائل کا حل پیش کیا جاسکے اگر چہ اس کام کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے حقیقی وارث وجانشین، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت ظلہ القوی تنہا ہی انجام دے رہے تھے مگر اب ضعف قوی وبصر اس کام میں ایک حد تک مانع ہے۔

کچھ عرصہ قبل شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خان قادری کے مشورے سے میں نے اور مولوی عبد الرحیم نشتر فاروقی نے اس سلسلے میں ایک خاکہ تیار کیا تھا اور اس کا نام ''شرعی کونسل آف انڈیا'' تجویز کیا تھا جس کا تذکرہ ضمنی طور پر قبلہ گاہی حضور تاج الشریعہ سے کیا تو ایسا لگا گو کہ حضور تاج الشریعہ اس احساس کو نہ جانے کب سے محسوس کررہے تھے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے لئے اکابر ہی زیادہ موزوں ہوتے ہیں اور ان کے کرنے سے برکتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

ایک دن محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب رضوی امجدی تشریف لائے اور انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ حضور اب مسائل جدیدہ پر کام کرنے کے لئے کسی مجلس کا قیام نہایت ضروری ہے جسے تاج الشریعہ نے بڑی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اور گو کہ حضور تاج الشریعہ کے لبہائے مبارک کو دیکھنے سے ایسا لگ رہا تھا کہ محدث کبیر کو حضور تاج الشریعہ دعائیں دے رہے ہیں۔

محدث کبیر علامہ صاحب نے ایک خاکہ تیار کرایا جو ہمارے خاکہ سے تھوڑا مختلف ہے مگر اس کی جامعیت کا مجھے مکمل احساس ہوا

اور یہ احساس بھی کہ جو پختہ کاری بزرگوں کے کاموں اور فیصلوں میں ہوتی ہے وہ ماوشما میں نہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے اس بورڈ کا نام شرعی کونسل بریلی شریف منظور فرمایا اس بورڈ کے ساتھ قواعد و ضوابط اور سات کمیٹیاں بنائی گئیں۔

(۱) مجلس سرپرستان (۲) مجلس شوریٰ (۳) فیصل بورڈ (۴) مرتبین سوالات (۵) مباحثین (۶) انتظامیہ کمیٹی (۷) فائننس کمیٹی۔

[ماہنامہ سنی دنیا جلد ۲۰ شمارہ ۲ مارچ ۲۰۰۴ء ص ۴۷]

اس کے انتظامیہ کمیٹی میں ۱۶/افراد کے اسمائے گرامی ہیں پہلے نمبر پر صدر العلماء پھر محدث کبیر اس کے بعد مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی اور چوتھے نمبر پر حضرت حبیب ملت کا نام اس طرح مرقوم ہے۔ ''حضرت مولانا مفتی محمد حبیب رضا خاں صاحب بریلی شریف'' شرعی کونسل کے تحت دس فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف میں ہو چکے ہیں جن میں حضرت حبیب ملت نے بھی شرکت فرمائی اور خوشی کا اظہار فرمایا (دو تین سیمیناروں میں کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے)۔ شرکاء سیمینار کے رجسٹر میں آپ کے دستخط ثبت ہیں اور یادگار ہیں۔

شعروشاعری سے شغف: حضرت حبیب ملت کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ فارسی کے اشعار آپ کو بہت یاد تھے، حدائق بخشش، ذوق نعت، سامان بخشش اور قبالہ بخشش کے اشعار بھی آپ کو بہت از بر تھے۔ موقع محل سے اکثر سنایا کرتے اور پھر اس کا مطلب بھی بیان فرماتے تھے۔ مولانا شاہ الحمید کیرالہ نے حدائق بخشش کے بہت سے اشعار کے معانی و مفاہیم آپ سے سمجھے۔ آپ اکثر یہ شعر گنگنایا کرتے تھے۔

حقیقت میں حقیقت قطرۂ ناچیز کی کیا ہے
تیرا دریائے رحمت جوش پہ آئے تو دریا ہے

حضرت استاذ زمن کا رنگ بھی آپ میں تھا۔ اکثر اشعار لکھ کر بغیر تخلص کے میلاد خواں حضرات کو دے دیتے تھے۔ ایک نعت آپ نے لکھی تھی جس کا ایک شعر مل سکا۔ شعر دیکھئے۔

اجل آگئی زیر دیوار روضہ
سکوں پا گیا بے قرارِ مدینہ

اپنے بڑے بھائی کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد جنید رضا عرف سلمان رضا کی دستار بندی کے موقع پر تہنیت لکھی تھی جس کے چند اشعار ملے ہیں۔

خالق ارض و سما کرتا ہوں تجھ سے التجا
بہر حضرت مصطفیٰ مقبول ہو میری دعا

کر دے تو سلمان کو یارب جنید باصفا
صدقے میں حسنین کے ہو قوم کا یہ رہنما

دیکھنے والا کہے ان کو حسن کا لاڈلا
یا کہے اِک پھول ہے احمد رضا کے باغ کا

بھائیوں بہنوں کے حق میں ہے مری اتنی دعا
والدہ والد کا سایہ ان کے سر ہو دائما

بارش رحمت ہو ہر دم گلشن سلمان پر
دن بدن آتی رہیں دامن میں خوشیاں بے بہا

موقعۂ دستار بندی محترم سلمان کو
ہیں احبا پیش کرتے خوب سوغات وفا

خطابت: حضرت حبیب ملت وعظ ونصیحت کے انداز میں صوفیانہ اسلوب پر خطاب فرمایا کرتے تھے، راقم السطور نے ایک مرتبہ ازہری مہمان خانہ میں آپ کا خطاب سنا ہے، تقریباً سوا گھنٹہ قرآن واحادیث کی روشنی میں آپ نے خطاب کیا جسے سامعین نے بڑی دلچسپی سے سنا اور بیچ بیچ میں نعرے بھی بلند ہوئے۔ کبھی کبھار جلسوں میں بھی سادے انداز میں خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اکابر خانوادۂ رضویہ کے واقعات وفضائل اور بزرگان اسلام کی حیات مقدسہ پر بڑی جامع گفتگو فرماتے تھے مفتی اعظم کا ذکر ورد زباں رہتا اور آپ کا ذکر کرتے وقت حبیب ملت کی آنکھیں اشکبار ہوجایا کرتی تھیں۔

تبلیغی اسفار: ۔آپکے صاحبزادے حسیب میاں اور خادم جناب محمد نعیم تحسینی جھیا پور، جناب نور محمد صاحب کانکرٹولہ، نے بتایا کہ حضرت حبیب ملت نے بریلی کے قرب میں، جھیا پور، ربڑی ٹولہ، جگت پور، صوفی ٹولہ، سیلانی، ٹھریا، لبھیڑا، سینتھل، شیر گڑھ، مدنا پور، فتح گنج، بہیڑی اکثر وبیشتر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

آپ نے ہندوستان کے اکثر صوبہ جات، بہار، بنگال، ممبئی، بنگلور، دہلی، چھتیس گڑھ، ایم پی، ناگپور اور یوپی وغیرہ کے اکثر اضلاع میں تبلیغی اسفار فرمائے ہیں اس کے علاوہ بیرون ممالک پاکستان، دبئی، ہرارے، عراق، سعودی عرب ممالک کا تبلیغی دورہ بھی آپ نے کیا اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔

معمولات حبیب ملت: حضرت حبیب ملت روزانہ جمعہ کے علاوہ صبح ۹؍ بجے تا ۱۱؍ بجے دن میں ماہنامہ سنی دنیا کے دفتر میں تشریف رکھتے تھے اور لوگوں کو تعویذات عنایت فرماتے تھے اور داخل سلسلہ ہونے والوں کو داخلہ سلسلہ فرماتے تھے۔ پھر کانکرٹولہ تشریف لے جاتے تھے۔ عصر کے بعد کہیں نہ کہیں قرب وجوار میں فاتحہ وغیرہ میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، بعد مغرب تاعشاء اپنے ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے اور لوگوں سے ملاقات فرماتے اور تعویذات وغیرہ عنایت فرماتے تھے۔

حبیب ملت کو صدمہ: آپ کے بڑے صاحبزادے مجیب میاں ۲۶؍ سال کی عمر میں ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ آپ کو داغ مفارقت دے گئے اور پھر ۷؍ ماہ کے بعد آپ کی اہلیہ داغ مفارقت دے گئیں۔ اس موقع پر جس صبر کا مظاہرہ حضرت حبیب ملت نے کیا وہ دیکھنے کے قابل تھا اور قابل تقلید بھی۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

حبیب ملت کا آخری سفر: زندگی مبارک حسب معمول تھی۔ جمعہ کی شب میں نماز فجر کے لئے اٹھے اور بڑے صاحبزادے سے فرمایا کہ طبیعت میں گرانی محسوس ہو رہی ہے ڈاکٹر کے یہاں لے چلو پھر تیار ہوئے عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور ہاسپیٹل کے لئے چل پڑے ساتھ میں حسیب میاں اور حضرت کے خادم شہاب بیگ صاحبان تھے، گنگا چرن

ہاسپٹل پہونچے ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور کہا کہ انہیں دوسرے ہاسپٹل میں لے جائیں دوسرے ہاسپٹل کے لئے روانہ ہوئے اور جب قطب بریلی حضرت شاہدانہ علیہ الرحمہ کے دروازے کے سامنے پہنچے تو وہیں آپکی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی **انا للہ وانا الیہ راجعون**، انتقال کی خبر بجلی کی طرح ملک و بیرون ملک میں پھیل گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پرانہ شہر دیوانوں سے بھر گیا۔عزیز واقارب اور مریدین ومتوسلین نے سنتے ہی بریلی شریف کانکرٹولہ کا رُخ کیا اور آخری دیدار کیا۔دوسرے دن بعد نماز ظہر ۲/ بجے دن کا وقت نماز جنازہ کے لئے مقرر کیا گیا وقت مقررہ پر حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں پرانہ شہر ریلوے گراؤنڈ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ایک اندازے کے مطابق تقریباً پچاس ہزار افراد نے جنازے میں شرکت کی۔

تدفین: خانقاہ تحسینیہ میں تقریباً چار بجے آپ کی تدفین عمل میں آئی۔قبر میں جنازہ اتارنے کے لئے جناب حسیب میاں، نجیب میاں اور حماد میاں اترے۔معززین اور خانوادے کے افراد مدد کے لئے تھے۔بعدہٗ عبدالستار نے اذان قبر پڑھی۔

پسماندگان: آپ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے، تین صاحبزادیاں، داماد، نواسے ہیں۔ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی شادی شدہ ہیں باقی غیر شادی شدہ ہیں۔(۱) جناب محمد حسیب رضا صاحب۔ان کی شادی ماسٹر آفاق صاحب، آنند وہار کالونی رامپور روڈ بریلی کی صاحبزادی سے اسی سال ہوئی ہے۔(۲) جناب نجیب رضا صاحب۔(۱) اسماعرف عائشہ خان۔(۲) عظمیٰ خاتون۔ان کی شادی حاجی ہارون رضوی دھمتری کے صاحبزادے محمد انس رضا صاحب سے ہوئی ان کے دو صاحبزادے محمد عفان رضا، محمد غفران رضا ہیں۔(۳) حسنیٰ خاتون۔

مولیٰ تعالیٰ ان سب کو اور جملہ مریدین ومتوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حبیب ملت کے جانشین: پیر کے دن ۳۱/ مارچ ۲۰۱۴ء کو عصر کے بعد حبیب ملت کی فاتحہ کی مجلس میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے حاضرین کے سامنے مولانا حسیب رضا خاں صاحب کو حبیب ملت کا جانشین نامزد فرمایا۔اور چھوٹے صاحبزادے نجیب میاں صاحب کو ان کا معاون مقرر فرمایا۔حضور تاج الشریعہ کے الفاظ مبارکہ یہ تھے: ’’میں حسیب میاں کو حضرت مولانا حبیب رضا نور اللہ مرقدہ کا جانشین مقرر کرتا ہوں اور نجیب میاں کو ان کا معاون۔مولیٰ تعالیٰ ان سے مسلک اعلیٰ حضرت کا کام لے‘‘۔

اس مجلس میں حضرت مفتی قاضی شہید عالم رضوی، حضرت علامہ محمد عسجد رضا صاحب، حضرت علامہ سلمان رضا صاحب، حضرت مفتی محمد شعیب رضا صاحب، حضرت مفتی خورشید مصطفیٰ صاحب، قاری عرفان صاحب، حاجی ہارون رضوی صاحب، ان کے علاوہ خانوادہ کے افراد اور معززین شہر ائمۂ مساجد اور مدارس کے علماء موجود تھے۔

توجہ دیں

مضمون نگار حضرات ماہنامہ سنی دنیا کے لئے اپنے مضامین ہمارے ان ای میل ایڈریس پر میل کر سکتے ہیں۔

atiqhashmati@gmail.com
atiq_shujamalik@yahoo.com
munisuwais@yahoo.com

حضور حبیب العلماء عظیم شخصیت کے مالک تھے

از: حضرت مفتی محمد شمشاد حسین رضوی پرنسپل مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں

اس جہان گیتی میں ہزاروں انسان اپنی زندگی جیتے ہیں۔۔۔۔۔اپنے اپنے مقاصد کے حصول میں شدید انہماک رکھتے ہیں کوئی فرد کسی جانب کا رخ کرتا ہے اور کسی کی حیات کا مطمح نظر کچھ اور ہوتا ہے کوئی دنیا کی چمک دمک اور زیب وزیبائش کے پیچھے بھاگتا ہے اور کچھ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو مال وزر اور دولت وثروت کے بٹورنے میں دن کے اجالوں کو سیاہ کر رہے ہیں اور شب کی ظلمتوں کو اپنی آنکھوں میں گزار رہے ہیں۔۔۔۔۔ظاہر ہے ایسے لوگوں کے دلوں میں کیا ہوتا ہے؟ حرص وآز، طمع اور لالچ ہوتی ہے۔۔۔۔یہ حقیقت ہے جہاں کالے رنگ کے پتھر ہوتے ہیں وہیں ایک ایسا گوہر آبدار بھی ہوتا ہے جو سیاہ اور کالے پتھروں کے بیچ بھی اپنے وجود کی تابانی کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتا ہے اسے اس بات کی فکر نہیں ہوتی ہے کوئی اسے مانے، جانے اور سمجھے ۔۔۔۔۔اگر کوئی مانتا ہے جب بھی ٹھیک ہے کوئی جانتا سمجھتا ہے تو اچھا ہے اور اگر نہیں مانتا ہے تو بہت اچھا ہے اور شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے اور دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے۔۔۔۔۔ایسے ہی افراد اپنی طبیعت کے اعتبار سے مستغنی اور بے نیاز ہوتے ہیں۔۔۔۔۔لوگوں کے درمیاں بیٹھنا انہیں پسند نہیں ہوتا ہے وہ اس بات پر یقین کرتا ہے کہ کنارہ ہی میں سلامتی ہے گوشۂ تنہائی ہی سب کچھ ہے یہ صبر، یہ تحمل اور اس طرح کی قناعت کس قدر خوشگوار ہوتی ہے؟ یہ بتانے کی نہیں بلکہ محسوس کرنے کی بات ہے۔۔۔۔۔۔حضرت علامہ مولانا حبیب میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی ایسے ہی باذوق اور اصحاب شوق افراد میں ایک تھے۔۔۔۔۔ان کے لئے دن کے اجالے تو اپنے اجالے تھے ہی مگر رات کی تاریکیاں اور ظلمتیں بھی ان کے لئے اجالے ہی محسوس ہوتی ہیں۔

مولانا حبیب رضا خاں صاحب ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو خاندان عظیم بھی تھا۔۔۔۔نامور بھی تھا۔۔۔۔۔اور زمانہ میں شہرت یافتہ بھی تھا۔۔۔۔۔علم وفن، فکر وتدبر، ادراک وشعور، مذہبی معلومات، ادبی حلاوت، نثری وشعری خدمات اور علوم دینیہ میں کمال بھی رکھتا تھا۔۔۔۔۔یہی وہ خاندان ہے جس کا ہر ایک فرد دوسرے خاندان کے ہزاروں افراد پر بھاری پڑتا تھا ۔۔۔۔۔اسی خاندان کا وہ عظیم فرد تھا جس کا وجود نور ونکہت میں رچا بسا تھا۔۔۔۔۔اور عشق ومحبت، سوز وگداز، خلوص ووفا میں ڈھلا ہوا تھا۔۔۔۔۔اسی فرد عظیم کو آج دنیا امام احمد رضا کے نام سے یاد کرتی ہے آپ امام عشق ومحبت تھے، اہل شوق اور صاحب ذوق تھے انہوں نے مذہب وملت اور دین متین کے تعلق سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ پورا ہندوستان اور غیر ممالک کے لوگ انہیں اور ان کے خاندان کو آج تک یاد رکھے ہیں اور اس وقت تک یاد رکھیں گے جب تک ہم سب کا ایمان سلامت رہے گا ۔۔۔۔۔اسی خاندان میں ایک اور فرد عالیشان تھا۔۔۔۔۔جس کا نام آتے ہی گلوں پر بہار آجاتی ہے اور کلیاں کھل اُٹھتی ہیں ۔۔۔۔۔اور شعر وادب کے گلستاں میں شادابی اور تروتازگی حسن وبانکپن اور شگفتگی جیسی فضا پیدا ہوجاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ فرد عظیم صحیح معنی میں داغ دہلوی کا جانشیں تھا۔۔۔۔۔۔انہوں نے ادب کی دنیا میں وہ نایاب کام انجام دیا ہے کہ آج ان کا نام لیتے ہی پژ مردہ جسموں میں جان پڑ جاتی ہے اور غموں سے نڈھال انسانوں میں توانائی آجاتی ہے اس فرد عظیم سے وہ شخصیت مراد ہے جسے ہم ،،مولانا حسن رضا خاں بریلوی کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔انہیں کے پوتے حضرت مولانا محمد حبیب رضا خاں تھے۔۔۔۔۔۔جس

انسان کو ایسا خاندان ملتا ہے ظاہر سی بات ہے ان کے لبوں پر تبسم آ ہی جاتا ہے اور دل کی دنیا میں خوشیوں کا ماحول نمایاں ہو جاتا ہے مگر مولانا حبیب رضا خاں ایسے انسان تھے جو اپنے آپ پر بھروسہ کرتے تھے اور اپنی مدد آپ کے قائل تھے انہوں نے خود اپنی زندگی کا روپ ریکھا تیار کیا اور اسی پر چلنے کی کوشش کی یہی سبب ہے کہ ان کی شخصیت نہایت ہی ٹھوس اور اٹوٹ حقائق پر مبنی تھی ۔۔۔۔۔۔ میرا ممدوح ایسا تھا کہ اگر اللہ پاک نے انہیں درد دیا تو آپ اسی درد میں مست رہا کرتے تھے اور اسی سے لطف ولذت حاصل کیا کرتے تھے مداوا اور دردمندوں کا احسان لینا انہیں پسند نہیں تھا اسی لئے انہوں نے نہایت ہی خاموشی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر دی اور راہی ملک بقا ہو گئے ۔۔۔۔ اس طرح کی سوچ اور عمل والا انسان اس دنیا میں بہت ہی کم ملا کرتا ہے ۔۔۔۔۔ میرے خیال میں یہی ان کی شخصیت کی انفرادیت تھی جو آج دلوں میں گھر کر گئی ہے۔

مولانا حبیب رضا خاں کی شخصیت

آپ کی شخصیت ایک اعلیٰ شخصیت تھی ۔۔۔۔۔۔ نادر ونایاب ذات گرامی تھی اور آپ سادہ مزاج بھی تھے آپ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں بننے اور سنورنے کی ضرورت پڑتی ہی نہ تھی ۔۔۔۔۔۔ سادگی کے عالم میں ہزاروں قسم کی رعنائیوں کو سمیٹ لینے کا ہنر انہیں آتا تھا ۔۔۔۔۔ شخصیت کا معاملہ ایک پیچیدہ معاملہ ہوتا ہے اسے کوئی بیان کرے تو کس طرح بیان کرے اور کیا بیان کرے ۔۔۔۔۔۔ اب میں ذیل میں ان کی چند خصوصیات بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔ یوں تو انہیں بہت سی نگاہوں نے دیکھا اور پرکھا بھی تھا مگر جو باتیں ان میں پائی جاتی تھیں ۔۔۔۔۔۔۔ اوروں کو کہاں ملی تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔؟ میں نے انہیں ایک بار نہیں مختلف بار دیکھا تھا دور سے بھی دیکھا تھا اور نزدیک سے بھی دیکھا تھا ۔۔۔۔۔ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ میں نے جو کچھ بھی دیکھا ہے تو پھر دیکھا ہے اس لئے ذیل کی باتوں کو اسی انداز میں دیکھا جائے ۔۔۔۔۔

میں نے انہیں کیسا پایا؟

میں جب بھی ان سے ملاقات کرتا ان کے لبوں پر مسکان پاتا اور چہرہ پر شگفتگی اور خندہ پیشانی کی صورت میں پاتا ان کے پورے سراپا پر ایک ایسی چمک کا احساس ہوتا جس کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے آپ کا دل پاکباز تھا ۔۔۔۔۔ اور ذہن وفکر میں ایسی شگفتگی تھی کہ ملاقات کرنے والا اس خوبی کے سبب ان کی شخصیت سے متاثر ہو جاتا تھا ۔۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا اور مسکراتے چہرہ سے ملنا بھی ایک بہت بڑا کمال ہے جس سے شخصیت کی گہرائی اور طبیعت کی شفافیت کا اندازہ ہوتا ہے یہ خندہ پیشانی معنوی طور پر ایک ایسی فضیلت ہے جس سے دنیا بھی سنورتی ہے اور دین بھی سنورتا ہے جیسا کہ آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ چہرہ کی بشاشت اور چمک سے ایک فرشتہ کو پیدا فرماتا ہے جب تک وہ انسان اس دار فانی میں رہتا ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور جب وہ رہِ بقا کا راہی ہوتا ہے جب قبر کی تیرہ وتاریک میں جا پہونچتا ہے تو یہی فرشتہ اس کا مونس وغمخوار ہو جاتا ہے اس کی دلجوئی کرتا ہے عام طور پر لوگ خندہ پیشانی کو نظر انداز کر دیتے ہیں حالانکہ یہ اس لائق ہے کہ اس پر توجہ دی جائے اور اسے اپنایا جائے ۔۔۔۔۔ جب اس طرح کی بے اعتنائی کا نظریہ عمومی طور پر کسی سماج اور معاشرہ میں سرایت کر جاتا ہے اور کوئی اس بے اعتنائی کے خلاف چلتے ہوئے خندہ پیشانی کو اپنا لیتا ہے تو انفرادیت اس کی شخصیت کا جزو لازم بن جاتا ہے ۔۔۔۔۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور حبیب العلماء علیہ الرحمۃ اس انفرادیت کے صحیح طور پر مصداق تھے۔

نفع و نقصان سے آشنائی

سب سے بڑا دانشور وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کو اپنانے سے پہلے اس کے اچھے اور برے ہونے کو سمجھے۔۔۔۔۔کس سے نفع ہوگا اور کس سے نقصان ہوگا؟ اسے بہتر انداز میں جاننے کی کوشش کرے مگر اس دور کے انسان کا عمومی طور پر یہ رجحان ہوتا جارہا ہے کہ وہ نفع کو نقصان کا نام دے رہا ہے اور نقصان کو نفع کے روپ میں دیکھ رہا ہے انفرادی طور پر بھی یہ نظریہ پنپ رہا ہے اور جماعتی طور پر بھی اسی کا غلبہ ہوتا جارہا ہے۔۔۔ایسا نہیں ہے کہ اس رجحان کا تعلق صرف سیاست، معیشت، ہی سے ہے بلکہ مذہب اور دین کے معاملہ میں یہ مرض بڑھتا جارہا ہے جہاں جانے سے روکا جارہا ہے وہیں جانے کو یہ تیار بیٹھے ہیں جو کام کرنے سے منع کیا گیا پتہ نہیں جماعتی نظام اسے انجام دینے پر کیوں تلا بیٹھا ہے؟ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے اس دور کا انسان موسم کی طرح اپنے مزاج کو بدل دیتا ہے شام کو اس کا مزاج کچھ ہوتا ہے اور صبح میں کچھ اور ہوجاتا ہے مزاج کی مانند اس کا بول بھی بدل جاتا ہے۔۔۔۔۔یہ مرض صرف عوام کے اندر ہی نہیں ہے بلکہ اس دور کے دانشوروں میں بھی پایا جاتا ہے تحریریں بھی کچھ اسی طرح کی سامنے آرہی ہیں۔۔۔۔۔اس کے باوجود اس بات کا دعوی کہ مذہب و مسلک کا یہی عرفان ہے اگر اسی کا نام عرفان ہے تو پھر حقیقی اور صحیح عرفان کیا ہے؟ اول تو وہ جانتے نہیں اور جب بتایا جاتا ہے تو مانتے بھی نہیں۔۔۔۔۔۔اس کے باوجود جہاں اس قدر بدلتے مزاج پائے جائیں۔۔۔۔۔۔اسی بھیڑ میں ایک انوکھی اور نرالی شان رکھنے والی وہ شخصیت بھی تھی جو موسم کی مانند نہ بدلتی تھی نہ اوروں کی طرح ان کی بولی میں فرق آتا تھا اس لئے کہ وہ شخصیت اس بات سے خوب واقف تھی کہ اچھا کیا ہوتا ہے؟ اور برے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ کس چیز کے اپنانے میں نفع ہے اور کس چیز کے کرنے میں نقصان ہوتا ہے؟ ان کا جو بھی قدم اٹھتا تھا احتیاط کے دائرہ میں اٹھتا تھا بولتے تھے تو ان کی باتوں سے حزم و احتیاط کی خوشبو پھیلتی تھی۔۔۔۔۔۔یہی وہ احتیاط تھی جس کی وجہ سے ان کے زیر لب تبسم ہوتا تھا۔۔۔۔۔قہقہہ کیا ہوتا ہے اور زیادہ زور سے ہنسنے میں کیا نقصان ہوتا ہے؟ یہ بھی ان کے علم میں رہا کرتا تھا اسی شخصیت کو ہم ''حبیب العلماء'' سے تعبیر کرتے ہیں۔۔۔۔۔وہ اس دنیا میں اگر چہ نہیں ہیں اس کے باوجود ان کی یادیں سلامت ہیں ان کا تبسم آج بھی ضوبار ہے جلوہ ریز ہے۔

حبیب العلماء علم دوست اور قدر شناس انسان تھے

آج سے بہتر سال پہلے جب میں حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کی شخصیت اور شاعری کے تعلق سے مقالہ لکھنے میں مشغول تھا۔۔۔۔۔میرے پاس حضرت کی غزلیہ شاعری کا دیوان ثمر فصاحت، نہیں تھا۔۔۔۔۔اور اس دیوان کی سخت ضرورت تھی۔۔۔۔۔مجھے بدایوں میں یہ دیوان دستیاب نہیں ہوا میں بڑا پریشان تھا آخر کار جب میں ہر طرف سے ہار بیٹھا تو بریلی شریف حاضر ہوا کئی ایک لوگوں سے پوچھا مگر نہیں ملا۔۔۔۔۔۔میں حضور تاج الشریعہ کے دفتر پہونچا حضور حبیب العلماء سامنے ہی بیٹھے کوئی کام کررہے تھے آپ نے نہایت ہی اخلاق اور حسن سلوک کے ساتھ بٹھایا اور آنے کا مقصد پوچھا حالانکہ میں اس وقت حضور والا کو نہیں جانتا تھا اور نہ حبیب العلماء مجھے جانتے تھے۔۔۔۔۔پہلی ہی ملاقات میں انہوں نے مجھے ''ثمر فصاحت'' دینے کا وعدہ کر لیا۔۔۔۔۔دوسرے دن صبح کو مجھے ثمر فصاحت مل گیا۔۔۔۔۔۔بتایئے اس حسن سلوک کو کیا کہا جائے یہاں بات نہ صرف کتاب ملنے کی ہے بلکہ بات اس بات کی ہے کہ انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں مجھے اس قابل سمجھا کہ انہوں نے مجھے کتاب دے دی۔۔۔ ان کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ دل کے اس قدر صاف انسان تھے کہ ان کے دل کے کسی گوشہ میں بھی منفی جذبات کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔۔۔کیا یہ ان کی انفرادیت نہیں؟ تو پھر کیا ہے؟

حبیب ملت کی عوام وخواص میں مقبولیت

از: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

قارئین کرام! اس دنیائے فانی میں موت وحیات کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری وساری ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہر سال اور ہر ماہ اور ہر دن نہ جانے کتنے لوگ پیدا ہوتے ہے اور نہ جانے کتنے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں کہ تاریخ کے اوراق میں ان کے نام انمٹ ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فرمان رسول ﷺ پر عمل کیا اور اپنی زندگی کو اسلاف کا نمونہ بنایا۔ علم وعمل کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کیا۔ تبلیغ وارشاد کے ذریعہ گم گشتگان راہ کو راہِ ہدایت پر گامزن کیا۔ ایسی باکمال ہستیوں اور اوصاف حمیدہ کی حامل شخصیتوں کو تاریخ کے اوراق میں جگہ ملتی ہے اور دنیا انہیں کبھی فراموش نہیں کر پاتی ہے۔ اس زاویے سے جب ہم حضرت مولینا حبیب رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی مذکورہ صفات کے حامل نظر آتے ہیں میرے اس دعوے کا ثبوت انشاء اللہ حبیب ملت کے عرس چہلم کے موقع پر گوشۂ حبیب ملت کے اوراق سے مل جائیگا۔

عزیز گرامی قدر حضرت علامہ مولانا محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف نے حبیب ملت کی حیات وخدمات کو تحریری شکل میں یکجا کرنے کے لئے ''گوشۂ حبیب ملت'' ترتیب دینے کا خاکہ ایک درجن عناوین پر مرتب کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک عنوان پر موصوف نے حبیب ملت سے متعلق مضمون لکھنے کا دعوت نامہ پیش کیا ہے۔

عدیم الفرصتی اور طبیعت کی ناسازی کیوجہ سے طویل مضمون لکھنے سے قاصر ہوں۔ البتہ چند جملے بطور خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرر ہا ہوں ع

گر قبول افتد زہے عز وشرف

ابتدائی حالات: حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت ماہ اگست ۱۹۳۳ء میں محلہ کانکرٹولہ میں ہوئی تھی۔ جب آپ سخن آموزی کی منزل سے گذر رہے تھے تو ابتدائی تعلیم گھر پر ہونے لگی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کے گھر والوں نے آپ کا داخلہ مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں کر دیا۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی کی تحریر کے مطابق جامعہ منظر اسلام سے آپ کی فراغت بھی ہوئی۔ حبیب ملت کی خدمات دینیہ اور فتوی نویسی کا تذکرہ کرتے ہوئے مولینا موصوف رقمطراز ہیں۔

مولانا صوفی حبیب رضا قادری نہایت سادگی پسند، خوش اخلاق، کم گو اور فقیہ ہیں، باضابطہ طور پر کسی مدرسہ میں درس وتدریس کا موقع نہیں ملا۔ بعد فراغت آپ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے دولت کدہ پر رہے اور آئے ہوئے ملک وبیرون ملک کے فتاوی اور خطوط کے جواب عنایت فرمائے۔ نیز حضور مفتی اعظم کے اکثر فتاوی کی نقل بھی آپ کے ذمہ تھی۔ اس نقل افتاء نے مولینا صوفی حبیب رضا کو ایک ماہر جزئیات فقہ اور متبحر عالم دین بنا دیا۔ حضور مفتی اعظم کی صحبت کیمیا اثر نے وہ گل کھلائے جو کسی شیخ کامل کی بارگاہ میں برسہا برس رہنے سے بھی نہیں مل سکتا تھا۔ مولینا حبیب رضا قادری نے ۱۹۷۸ء میں فتوی نویسی کا آغاز کیا اور اصلاح حضور مفتی اعظم سے لیتے تھے (ص ۳۲۰ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء) مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ حبیب ملت کو علمی صلاحیت حاصل تھی اور خدمت دین کا جذبہ بھی ان کے اندر بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ (بقیہ ص ۴۹/پر۔۔۔)

آہ حبیب العلماء! علیہ الرحمۃ

از: ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ]

بنگلور میں یہ خبر وحشت اثر موصول ہوئی کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے گل سر سبد حضرت علامہ محمد حبیب رضا قادری علیہ الرحمہ۔۔۔۔۔۱۴۳۵ھ/ ۲۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جو بادہ کش ہیں پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

ابھی چند سال پہلے آپ کے برادر محترم صدر العلماء علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ ایک سڑک حادثے میں جاں بحق ہو گئے اور اب برادر خورد نے بھی اس جہان فانی کو الوداع کہہ دیا۔ قضا و قدر کا قانون اپنی جگہ مسلّم ہے۔ جو بھی اس دار فانی میں حیات مستعار لے کر آیا ہے، اسے ایک دن اس رنگا رنگ کائنات کو الوداع کہنا ہے، لیکن بعض شخصیات اپنی جامعیت، افادیت اور مقصدیت کے پیش نظر یوں رخصت ہوتی ہیں جیسے ایک جہان کی رونقیں ساتھ لیتی گئیں۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملیں گے
لگتا ہے قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا قادری نوری قدس سرہٗ کے نبیرہ حضرت علامہ محمد حبیب رضا قادری بن علامہ محمد حسنین رضا قادری علیہما الرحمہ کم سخن، خاموش طبیعت کے ذی علم بزرگ تھے۔ اسلاف کی روایتوں کے پاسدار، وضعدار، جامع علم وعمل، پیکر اخلاق وادب، متبسم چہرہ، دھیمی آواز، سبک رفتار۔ درسگاہ میں ہوتے تو علم وفن کے گہر ہائے آبدار لٹاتے، مجلسوں میں تبسم ریز لبوں خوشگواریاں تقسیم فرماتے۔ مرشد برحق حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے کاشانے پر اور مرکزی دار الافتا میں مجھے حضرت کی زیارت کا بارہا شرف حاصل ہوا۔ سلام ومصافحہ اور دست بوسی سے آگے گفتگو کا شرف حاصل کرنے کی نوبت نہ آئی لیکن دوسروں سے بہت دھیمی آواز میں مختصر باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

گندمی رنگت کے یہ بزرگ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ پیشانی مبارک عبادت کی تابندگی سے آراستہ تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مبارک خاندان کے فرد تھے، اس لئے زہد وتقویٰ اور محتاط طرز زندگی کے مالک تھے۔ متواضع، خلیق، مرنجاں مرنج، غمخوار، غم گسار، سراپا شفقت، مکمل انسانیت کے پیکر تھے۔ عشق رسول، اتباع سنت، پاس شریعت اور علم وحکمت کی خاندانی امانتوں کے پاسدار تھے۔ برادر محترم صدر العلما حضرت علامہ محمد تحسین رضا قادری علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد آپ بریلی شریف اور اطراف وجوانب میں عوام وخواص کی خاص توجہ کے مرکز تھے۔ آپ کی حاجت روائی ضرب المثل تھی۔ سلسلۂ رضویہ کا اجرا آپ کے ذریعہ بھی خوب ہوا۔ تعویذ نویسی کے ذریعہ بھی خوب خدمت خلق فرمائی۔ آپ کا معتدل مزاج نزاعی معاملات میں بھی حد اعتدال ملحوظ رکھتا تھا چاہے وہ مسئلہ خانگی ہو، سماجی یا ملّی ہو۔ ضبط نفس بہت تھا۔ کبھی طیش میں باتیں کرتے ہوئے عوام وخواص نے شاید ہی دیکھا ہو۔ حریت فکر اور خاندان کی باعظمت روایات واقدار کا اہتمام خوب فرماتے۔ دین وسنیت پر استقامت، مذہبی تصلب، کردار وعمل کی پختگی میں سلف کی یادگار تھے۔

مرشد گرامی حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے برادر نسبتی تھے اور برادر عم زاد بھی۔ آپ نے ہر رشتے کو خاندانی سطح پر بہت عمدہ انداز میں نبھایا۔ صلہ رحمی، افراد خاندان کو جوڑ کر رکھنے کا ہنر آپ کو خوب آتا تھا۔

افسوس ایسی ہمہ جہت، سادہ طبیعت اور عالی ہمت شخصیت ہمارے درمیان سے رخصت ہوئی۔ اکابر اہل سنت کا سایۂ کرم ہمارے سروں سے اٹھتا جا رہا ہے اور امت مسلمہ کی زبوں حالی میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ **فیا للأسف!**

مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں حضرت کے درجات بلند فرمائے، متعلقین متوسلین اور معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو حضرت کا بدل اور نائب عنایت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

✶✶✶

(---بقیہ ص ۶۶/کا) لوگ انکے درمیان اتحاد و اتفاق کی مثالیں پیش کرتے ہیں بلکہ صدر صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں تو میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے صاحبزادگان کو برابر ان سے کی تاکید فرماتے رہتے اور فرماتے کہ تم تینوں بھائی بھی اسی طرح مل جل کر رہنا جیسا کہ ہم تینوں بھائی کے درمیان الفت و محبت ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ دونوں حضرات کی زندگی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور آپ دونوں کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمان تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منّا"۔ حضور حبیب ملت علیہ الرحمۃ بہت خاموش مزاج، خوش اخلاق، نیک طبع اور ملنسار تھے۔ جو آپ سے ملتا وہ پہلی ہی ملاقات میں آپکا گرویدہ ہو جاتا، جب آپ تکلم فرماتے تو "خیر الکلام ما قل ومادلّ" کے تحت مختصر اور جامع گفتگو فرماتے، ضرورت کے وقت ہی کلام فرماتے، آپ سے سوال کیا جاتا تو سوال کے مطابق ہی آپ کا جواب ہوتا، شریعت کے دائرے میں کبھی آپ مزاح بھی فرماتے البتہ آپ ان باتوں سے گریز فرماتے جس کے بارے میں ممانعت وارد ہے۔ آپکی رحلت سے اہلسنت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ انکا نعم البدل عطا فرمائے۔ حضرت حبیب ملت کی تدفین خانقاہ تحسینیہ میں حضور صدر العلماء کے قریب عمل میں آئی مولیٰ تعالیٰ دونوں بھائی کے درجات کو بلند فرمائے آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

✱✱✱

(---بقیہ ص ۶۸/کا) علماء کی بڑی عزت فرماتے اور چھوٹوں پر شفقت تو ان کی وراثت تھی چہرے میں خشیت الٰہی نمودار تھی جن کی زیارت سے اہل عقیدت کو خدائے تعالیٰ کی یاد آتی تھی خلق خدا کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے کسی کو دعاؤں سے نوازتے تو کسی کو تعویذ سے، آپ کی بارگاہ میں مخلوق کی ایک بھیڑ لگی رہتی تھی سبھی کو بآسانی شرف ملاقات سے نوازتے اور ایسے نوازتے کہ پھر وہ دوبارہ موقع زیارت کے تجسس میں رہتا آہ وہ وقت کے ولی کامل ہم سے جدا ہو کر اپنی منزل کی طرف چلے اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات میں ترقیاں عطا کرے اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔

✱✱✱

(---بقیہ ص ۸۱/کا) نے بتایا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ خانوادے میں حضرت حبیب میاں صاحب قبلہ سب سے بڑے فارسی داں ہیں وہ حبیب ملت آپ کے علم وفضل کا اعتراف حضور تاج الشریعہ کو بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے اور فردوس اعلیٰ میں آپ کا مسکن بنائے اور حضور تاج الشریعہ اور حضور امین شریعت مدظلہما کو عمر خضر عطا فرمائے تا کہ ہم وابستگان سلسلہ بالخصوص اور عامۃ المسلمین بالعموم اکتساب فیض کرتے رہیں۔ ✱✱✱

صوفی باصفا حبیب ملت خلیفۂ حضور مفتی اعظم

حضرت مولانا حبیب رضا خان قادری برکاتی رضوی علیہ الرّحمہ

از: حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم محمد مظفر حسین قادری، صدر مفتی مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

آپ کی ولادت اگست ۱۹۳۳ء محلہ کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی شریف میں ہوئی۔ والدین کریمین نے ناز و نعم سے پرورش کی۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کا نام حبیب رضا رکھا اور اسی نام سے متعارف و مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ حبیب رضا خان بن علامہ حسنین رضا بن استاذ زمن علامہ حسن رضا بن علامہ نقی علی بن علامہ رضا علی۔ اسی طرح آپ کا سلسلہ نسب پردادا پر جا کر سرکار اعلیٰ حضرت سے مل جاتا ہے گویا آگے آپ کا سلسلہ نسب وہی ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب ہے۔ آپ نسباً پٹھان مذہباً حنفی مسلکاً سنی مشرباً نوری مسکناً بریلوی ہیں۔

بیعت و خلافت: آپ کو سلسلہ عالیہ رضویہ قادریہ نوریہ میں حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفی رضا خان نوری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل ہے یوں آپ رضوی نوری قادری ہوئے۔

حضور استاد زمن کے صاحبزادے حضرت حسنین میاں داماد اعلیٰ حضرت نے خاندانی روایت کے مطابق نہایت تزک و احتشام کے ساتھ بسم اللہ خوانی کی رسم کرائی اور ابتدائی تعلیم مرزائی مسجد میں عارف باللہ حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رشیدیہ چمنی بازار پورنیہ سے حاصل کی اور موصوف کے دو برادر اکبر نے بھی یعنی امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خان صاحب اور محدث بریلوی حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور جب عارف باللہ اپنے وطن مالوف چلے گئے اور مرزائی مسجد کا مدرسہ غالباً بند ہوگیا تو یہ حضرات دارالعلوم مظہر اسلام میں اور دارالعلوم منظر اسلام میں تعلیم حاصل کرتے رہے، تعلیم کے حصول کے بعد آپ کا تقرر گورنمنٹ کالج میں اردو پڑھانے کے لئے ہوا۔ کچھ دنوں تک وہاں تعلیم دیتے رہے اور پھر از خود کالج سے دستبردار ہوئے۔

مدتوں حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں رہے اور حضور مفتی اعظم ہند نے پروگرام سے متعلق خطوط کے جوابات اور نقش سے متعلق خطوط کے جوابات دینے کے لئے آپ کا تقرر فرمایا اور حضور مفتی اعظم ہند کی زندگی میں آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے اور حضور مفتی اعظم ہند کے وصال کے بعد حضور تاج الشریعہ نے اپنے یہاں رکھ لیا اور یہاں بھی خطوط وغیرہ کے جوابات دیتے رہے اور

نیز مرکزی دارالافتاء میں چند سال استفتاء کے بھی جوابات دیئے پھر کچھ دنوں کے بعد استفتاء کا کام موقوف کردیا۔ اور غالباً ۱۹۹۶ء میں حضرت کلکتہ کے ایک دینی جلسہ میں شریک ہوئے اور راقم الحروف نے تقریباً آدھا پون گھنٹہ تک " تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجٰت " کی روشنی میں گفتگو کی اور یہ تأثر دیا کہ جب انبیاء کرام، رسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام درجات وکمالات میں برابر نہیں تو آج کے دور کا انسان برابری کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے اور صوم وصال والی حدیث پیش کی "نهى رسول الله ﷺ عن صوم الوصال " یعنی حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کو صوم وصال سے منع فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ تم کھاؤ پیو اور تم میری طرح نہیں ہو میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "نہی" سے نہی تحریم اور تنزیہ کی طرف اشارہ کیا۔ بعدہ حبیب ملت نے نہایت پرمغز، ناصحانہ تقریر قوم کے سامنے پیش کی کہ مجلس سے نعرۂ تکبیر ورسالت کی صدائیں وقفہ وقفہ سے بلند ہوتی رہیں۔

ازہری گیسٹ ہاؤس میں عرس نوری کے موقع سے آپ نے سورۂ " والعصر " کی تلاوت فرمائی اور اس کی روشنی میں مدلل ومفصل گفتگو کی اور قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی اور ہندوستان کے مایہ ناز علمائے کرام جلوہ فرما تھے اور اس بار تقریباً ہر مقرر سے ایک دوسرے سے توبہ کا حکم صادر فرمایا مگر آپ کی ذات تھی کہ آپ نے اس طریقہ سے محتاط طریقہ پر بیان فرمایا کہ صرف آپ پر توبہ کا حکم نہیں لگایا گیا۔

حضرت موصوف بہت نیک، پابند صوم وصلوٰۃ اور خاندانی حالات کے بارے میں بہت ہی اہم معلومات رکھتے تھے مسائل وغیرہ کی بھی وافر معلومات رکھتے تھے۔

عمدۃ الفقہاء استاذ العلماء حضرت مفتی قاضی محمد عبد الرحیم صاحب علیہ الرحمہ سے جب کبھی کسی مسئلہ یا خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لئے آتے تھے تو قاضی صاحب علیہ الرحمہ کبھی کبھی یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ آپ خود مفتی ہیں تو ہم سے کیا مسئلہ دریافت کرتے ہیں اس پر حبیب ملت صرف مسکراتے اور کچھ بولتے نہیں تو راقم الحروف ان سے عرض کرتا کہ "تعطیر الانام فی تعبیر المنام" دیکھ کر خواب کی تعبیر بتادیجئے لیکن حبیب ملت ناراض نہیں ہوتے۔ اور منشی اسرار الحق سے بھی تفریحی باتیں کرتے اور راقم الحروف کو بھی نواب لکھنؤ کے واقعات سناتے رہتے تھے اور اکثر مسکراکے رہتے تھے ویسے بھی مسکرانا آپ کی خاص ادا تھی۔ اور برا نہیں مانتے تھے ہنستے مسکراتے ہوئے اچانک بروز جمعہ ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۸؍مارچ ۲۰۱۴ء اس دار فانی سے چل بسے اور ہم لوگوں کو روتا بلکتا ہوا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث شریف میں ہے اور فقہاء نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ جمعہ اور شب جمعہ مرنے والے فتنۂ قبر سے محفوظ رہتے ہیں یعنی ان سے سوال قبر نہیں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

***

حبیب ملت کی تقویٰ شعاری

از: حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن نظامی، استاذ و مفتی مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
انّ اولیاء ہٗ الا المتقون صدق اللہ مولانا العظیم۔

خدائے وحدہ لاشریک لہ کا بے حد احسان عظیم ہے کہ ہمیں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم کی اولاد میں بنایا ورنہ اللہ رب العزت کی بے انتہا مخلوقات ہیں جنکا احاطہ ہم نہیں کر سکتے مخلوقات تو بے شمار ہیں مگر اشرف المخلوقات صرف اولاد آدم ہے جنکو پیدا فرما کر لقد کرمنا بنی آدم کا تاج زریں عطا فرمایا اور نور محمدی سے آراستہ ومزین فرما کر روحانیت کو منور فرمایا اور ہماری ھدایت کے لئے انبیا ومرسلین عظام علیہم الصلوۃ والتسلیم کی جماعت مبعوث فرمائی جنھوں نے کماحقہ اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں ،خصوصا حضور سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیا والمرسلین عالم علوم الاولین والآخرین حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والاستودہ صفات ،جنکی امت میں ہمیں پیدا فرمایا اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے تمغے سے مشرف ومکرم فرمایا اور ہمیں یہ ذمہ داری عطا فرمائی کہ گمگشتگان راہ کو راہ راست پر لا کر دار آخرت کی کامیابی سے ہمکنار کریں،اس کے لئے طلب علم جیسی ذمہ داری کو فرض فرمایا اور نبی آخرالزماں نے العلماء ورثۃ الانبیاء کی نعمت عظمیٰ سے علمائے کرام کی عزت وعظمت میں اضافہ فرمایا۔پس صحابۂ کرام ،تابعین عظام اور مجتہدین ومشائخ عظام نے وراثت انبیا کی حصول یابی کے بعد اپنی اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیں اللہ تعالیٰ ان علما کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی روش پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چنانچہ انھیں جماعت کی ایک کڑی کو دنیا مجدد دین وملت بیضاء مؤید ملت طاھرۃ امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام اور ان کے خاندان سے جانتی اور پہچانتی ہے کہ یہ خانوادہ تقریبا دوسوسال کے زائد عرصہ سے اس دین وملت کی بے لوث خدمت انجام دے رہا ہے جسکا احسان تمامی اہل سنت پہ کچھ ایسا ہے کہ حق شناس حضرات ان کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے بلکہ نہیں کیا ہے جیسا کہ بہت مشہور ہے،کسی نے کہا ہے کہ ؎

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے | جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے
اگلوں نے تو لکھا ہے بہت علم دین پر | جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

اسی طریقے سے اپنے اپنے انداز میں خراج عقیدت ومحبت نذرانے کی شکل میں پیش کر کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار عقید تمندوں نے خوب کیا ہے۔

الغرض محسن اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ کی اولاد امجاد اور برادران کی جماعت نے ملت بیضاء اور اقوام اہل سنت کی ھدایت ورہنمائی فرمائی اور نت نئے فتنوں کا ردوسد خوب کیا انہیں میں ایک ذات استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کی ہے جنکے پوتے امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں دام ظلہ العالی اور صدر العلما صدر الشہد اتحسین ملت حضرت تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ اور حبیب ملت حضرت علامہ حبیب رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذات ہے،حضرت امین شریعت نے سرکار حضور مفتیٔ اعظم عالم اسلام علیہ الرحمہ کے ایما پر چھتیس گڑھ کی زمین کو شرف میمنت قدوم سے مشرف فرمایا اور ہنوز ملت بیضا کی خدمت میں سرگرم عمل

ہیں۔اور حضرت صدر الشہد اتحسین ملت اور حبیب ملت علیہما الرحمہ، ان دونوں بزرگوں نے اسی بریلی شریف کی سرزمین کو اپنی جلوہ فرمائی سے زینت بخشی۔

حبیب ملت علیہ الرحمہ کو میں تقریبا بارہ سالوں سے جانتا اور پہچانتا ہوں جب میں مرکزی دارالافتا بریلی شریف میں حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی اور عمدۃ المحققین قاضی ملت حضور قاضی عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی تربیت افتا کا کورس کررہا تھا اس وقت میں دیکھتا تھا کہ حضرت حبیب ملت علیہ الرحمہ دارالافتا میں تشریف لاتے اور تقریبا روزانہ ہی مختلف مسائل پر حضرت قاضئ ملت علیہ الرحمہ سے تبادلہ خیال فرماتے اور مسکراتے مسکراتے بہت سے مسائل پر گفتگو فرمالیتے پھر دفتر میں تشریف لے جاتے اور وہاں قوم وملت کی خدمت مین مصروف ہوجاتے پھر تقریبا ۱۱ر بجے اپنی قیام گاہ کانکرٹولہ پرانہ شہر تشریف لے جاتے اور وہاں بھی آنے جانے والے ضرورت مندلوگوں کی مختلف ضروریات حتی الوسع پوری فرماتے تھے۔سادگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی نیاز وفاتحہ کے لئے بلانے آجاتا منع نہیں کرتے عام ازیں کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا سب کی سنتے اور سب کو مطمئن فرماتے اس طرح اپنے روز وشب آپ نے گزارے،الغرض خدمت خلق آپ کا خاص مشغلہ تھا،پورے شہر میں ایسی مقبولیت عامہ حاصل تھی کہ عام طور پر لوگوں کو خود اپنے شہر میں مشکل سے ایسی مقبولیت حاصل ہوتی ہے،مقبولیت ہی کی وجہ تھی کہ جب آپ کے دارفانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کی خبر پھیلی تو پورا کا پورا شہر سوگوار ہوگیا اور جنازے میں کنٹرول سے باہر ہجوم جمع ہوگیا ہر کسی کی زبان سے یہی سننے کو مل رہا تھا کہ تحسین ملت علیہ الرحمہ کی کمی جو ذات پوری کررہی تھی وہ بھی چلی گئی کوئی کہہ رہا تھا کہ بڑے مقبول تھے حبیب ملت،کوئی کہہ رہا تھا اب کیا ہوگا الغرض اپنے اپنے انداز میں افسوس کے جملے زبان سے نکال رہے تھے۔

آپ بلاشبہ پابند شرع،تقوی شعار،عابد شب زندہ دار،صوفی مزاج،عالم باعمل،نیک سیرت،پاک طینت اور اسلاف کا سچا نمونہ تھے،یہی سب کچھ آپ کے اندر ولی ابن ولی قطب وقت غوث زماں سرکار حضور مفتئ اعظم عالم اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نگاہ بصیرت سے ملاحظہ فرمایا تو آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو گوہر نایاب جاری ہوا وہ یقینا حبیب ملت علیہ الرحمہ کی اچھائی وخوبی کی غمازی کر رہا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ ’’صاحب کے تینوں صاحبزادے خوب ہیں‘‘ پس آپ کی خوبی اس طرح لوگوں پر چھا گئی کہ اخیر دم تک لوگ آپ کی سادہ مزاجی ،نیک سیرتی اور حق گوئی کا خطبہ پڑھتے رہے،ریا کاری کا تو آپ کے اندر دور دور تک شائبہ بھی نہیں تھا جتنا آپ نے اپنے آپ کو چھپایا اتنی ہی اکناف عالم میں آپ کی شہرت ومقبولیت عام وتام ہوئی،اور کیوں نہ ہو جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے کہا جاتا ہے کن مع اللہ یکن معک،بلاشبہ آپ اللہ والے تھے خشیت الٰہی آپ کے اندر بہت زیادہ تھی ایک مرتبہ آپ نے دارالافتا میں اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو میں جانتا ہوں اس کے حالات کچھ اچھے نہیں تھے نام نہیں بتاؤنگا میں نے دیکھا کہ اس کی قبر سے آگ نکل رہی ہے گھبرا کر میں اٹھ گیا اور اللہ عزوجل کو یاد کیا یہ عجیب خواب تھا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قبر کے عذاب سے بچائے،اتنا کہا اور خاموش ہوگئے کافی دیر کے بعد فرمایا توبہ واستغفار کی کثرت کرنی چاہئے۔

خیر جسکے دل میں جتنا زیادہ اللہ کا خوف ہوتا ہے اتنا ہی وہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے اور ڈر والے ہی اللہ کے دوست ہوتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ ان اولیاءہ الا المتقون،دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم تمام اہل سنت کا ایمان پر خاتمہ فرمائے اور حبیب ملت علیہ الرحمہ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے،آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

***

حضرت حبیب ملت اور آپ کے خصائل حمیدہ

از: حضرت مولانا صوفی عبدالسلام صاحب رضوی، مہور کھیڑوی، استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

بریلی شریف، پرانے شہر کی گلی کوچوں سے ایک بوڑھا شخص گزر رہا ہے، ساتھ میں نہ احباب واصحاب کی کوئی بھیڑ ہے اور نہ کوئی دوسرا سامان، لباس میں سادگی، حرکات وسکنات میں تواضع وخاکساری، اور چہرہ خلقی طور پر تبسم ریز، لیکن اس سادہ سے وجود کی یہ عظمت واہمیت دیکھنے میں آتی ہے کہ یہ بوڑھا جس طرف سے گزرتا ہے لوگ عقیدت واحترام بجالاتے ہیں۔ آگے بڑھ بڑھ کر مصافحہ ودست بوسی کی سعادت حاصل کرتے ہیں، ان کا دست اقدس سروں پر رکھواتے ہیں اور دعاؤں کے طالب ہوتے ہیں۔

یہ بوڑھے شخص، حبیب ملت حضرت مولانا شاہ حبیب رضا خاں صاحب قبلہ ہیں، جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر اوسط استاذ زمن حضرت مولانا شاہ حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نورنظر ہیں، امین شریعت حضرت مولانا شاہ سبطین رضا خاں صاحب مدظلہ العالی اور صدر العلما، تحسین ملت حضرت مولانا شاہ تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر اصغر ہیں۔ آپ کی جس قدرومنزلت اور عظمت واہمیت کا ذکر کیا گیا وہ محض ان کی حسبی ونسبی شرافت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس میں آپ کے تقدیس وتقویٰ کی برکت بھی شامل ہے۔

حضرت حبیب ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے حلیم الطبع اور نرم خو تھے، لیکن دین کے معاملات میں انتہائی متصلب اور حق سے انحراف اور دین سے کھلواڑ کرنے والوں کے لئے بڑے سخت تھے، ایسے لوگوں کے لئے آپ کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہوتا تھا۔ اور اہل باطل کے لئے غلظت وشدت آپ کو اپنے آباؤ اجداد سے میراث میں پہونچی تھی۔ تاج العلماء رأس الفضلاء حضرت مولانا شاہ محمد نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاندان کا ایک ایک فرد اس عظیم خوبی کا حامل ہے اور ان کی طرف سے پوری ملت اسلامیہ کو یہ پیغام دیا جاتا ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

شہزادۂ حضور تحسین ملت حضرت رضوان میاں صاحب نے بیان فرمایا: چچا جان علیہ رحمۃ الرحمن کا یہ مبارک طریقہ تھا کہ اگر آپ کو کسی کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ وہ دیوبندیت یا وہابیت یا کسی اور گمراہ فرقہ کی طرف مائل ہورہا ہے یا اس نے کوئی کلمۂ کفر بولا ہے تو

آپ اس کے گھر والوں، خاندان والوں کو بلا کر ان سے فرماتے کہ اسے سمجھاؤ کہ وہ اس سے باز آجائے اور توبہ کرے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو میں اس کے جنازہ میں شرکت نہیں کروں گا، محلہ کے لوگوں سے بھی یہ بات فرماتے اور خود بھی اسے سمجھاتے، بقول حضرت رضوان میاں ''آپ اس کے پیچھے پڑ جاتے''۔ اور تاوقتیکہ وہ راہِ راست پر نہ آجاتا یا اس کی طرف سے بالکل مایوسی نہ ہو جاتی، آپ اپنی کوشش جاری رکھتے۔ اور آپ کا یہ اعلان کہ: ''میں اس کے جنازہ میں شرکت نہیں کروں گا''، بڑا مؤثر ثابت ہوتا۔ کیونکہ آپ کا یہ اعلان گویا کہ محلہ کی اکثریت کی طرف سے عدم شرکت کا اعلان تھا، حضرت رضوان میاں نے اس تعلق سے ایک واقعہ بیان فرمایا:

محلہ میں دو بھائی رہتے تھے، ایک کا نام ''نہال الدین'' عرف نہلّو تھا اور دوسرے کا نام ''کمال الدین'' عرف کملّو تھا۔ ان دونوں نے ہنسی مذاق میں کوئی کلمۂ کفر کہہ دیا، چچا جان کو جب معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں سے توبہ کا مطالبہ کیا اور یہ بھی فرمایا: ''اگر انہوں نے توبہ نہیں کی تو میں ان کے جنازہ میں شرکت نہیں کروں گا''۔ آپ نے ہر چند کوشش کی کہ یہ تائب ہو جائیں، لیکن انہوں نے باغوائے شیطان آپ کے خیر خواہانہ و مخلصانہ مطالبہ اور تنبیہ پر کوئی التفات نہ کیا، ان کی نفسانیت اور ضد نے ان کو توبہ سے باز رکھا۔ حتیٰ کہ ''نہلّو'' بغیر توبہ کئے ہی دنیا سے رُخصت ہو گیا، حضرت حبیب ملت ''نہلّو'' کے جنازے میں شریک نہ ہوئے اور نہ محلہ والوں نے شرکت کی، نماز پڑھانے والا بھی اس طرح میسر آیا کہ جنازہ رکھا ہوا تھا، معاملہ سے بے خبر ایک طالبعلم کوئی مسجد میں نماز ظہر پڑھا کر آرہے تھے، اہل خانہ نے ان سے کہا کہ آپ نماز جنازہ پڑھا دیں، وہ باوضو تھے، انہوں نے نماز پڑھا دی۔ لیکن جب انہیں معاملہ سے واقفیت ہوئی تو بہت احساس ہوا اس واقعہ سے ''نہلّو'' کے اہل خانہ کو بڑی خفت ہوئی اور انہوں نے حبیب ملت سے ناراضگی بھی جتائی۔ پھر جب دوسرے بھائی ''کمال الدین'' کا آخری وقت قریب آیا تو توفیق خداوندی ان کے شامل حال ہوئی اور انہوں نے لوگوں کو گواہ بنا کر اپنے کفری قول سے توبہ و تجدید ایمان کی اور جس رات میں ان کی وفات ہوئی، اس رات میں انہوں نے حضرت حبیب ملت کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے لوگوں کے سامنے اپنے کفر سے توبہ کر لی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں تاکہ آپ بھی میری توبہ پر گواہ ہو جائیں لیکن کسی وجہ سے آپ اس وقت تشریف نہ لے جاسکے اور صبح پہنچنے کا وعدہ فرما لیا۔ لیکن صبح ہونے سے پہلے ہی کمال الدین کی وفات ہو گئی، حضرت حبیب ملت کی اصلاحی کوشش ان کے حق میں رحمت ثابت ہوئی اور وہ بفضلہٖ تعالیٰ تائب ہو کر دنیا سے رُخصت ہوئے۔ حضرت حبیب ملت خود بھی کمال الدین کے جنازے میں شریک ہوئے اور اہل محلہ نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم کمال الدین کے بعد ان کے پوتے نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

بعض لوگوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ان سے کوئی بھی یہ کہہ دے کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے میں ایسا ایسا کہا ہے تو وہ تحقیق و تفتیش کے بغیر ہی اس کی طرف سے آزردہ خاطر ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت حبیب ملت کا طریقہ یہ تھا کہ جس کی نسبت سے بات پہنچائی جاتی، آپ خود اس سے دریافت فرما لیتے کہ کیا تم نے ایسا کہا؟ اور کیوں کہا؟۔ جب تک تحقیق نہ کر لیتے، اس کی طرف سے کبیدہ خاطر نہ ہوتے۔ حضرت رضوان میاں نے خود اپنا واقعہ بیان فرمایا:

میں ایک مرتبہ بعد نماز فجر والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جارہا تھا۔ میں نے دیکھا کچھ لوگ چچا جان کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آرہا ہے۔ ان لوگوں نے چچا جان سے بعد فجر کسی تقریب میں شرکت کے لئے گزارش کی تھی اور آپ نے وعدہ فرما لیا تھا، یہ لوگ اسی تقریب کے لئے آپ کو لینے آئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا: ''کیا حضرت نماز فجر کے لئے تشریف نہیں لے جاتے؟'' اس پر میں نے جواب دیا: ہاں! کمزوری کی وجہ سے کبھی گھر

ہی پر ادا کر لیتے ہیں۔ان میں سے ایک شخص نے میری بات کو اس طرح نقل کر دیا کہ:''رضوان میاں کہہ رہے تھے کہ وہ تو فجر میں اُٹھتے ہی نہیں''۔ چچا جان کے صاحبزادے نجیب میاں اس بات کی وجہ سے مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور بات بھی واقعی ناراض ہونے کی تھی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو مجھے شدید احساس ہوا، اور قائل پر بہت غصہ آیا۔میں چچا جان کے پاس پہنچا اور اصل بات بیان کی اور اظہارِ افسوس بھی کیا، چچا جان نے مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ میں اس طرح کسی کی بات پر اعتبار نہیں کرتا، بلکہ ایسی صورت میں خود اصل آدمی ہی سے تحقیق کر لیتا ہوں، بغیر تحقیق و تفتیش کے کسی کی طرف سے اپنے دل میں ناراضگی نہیں رکھتا ہوں۔

حضرت رضوان میاں نے بیان فرمایا: محلہ کے لوگوں میں کوئی نزع واقع ہوتا تو بہت سے لوگ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فیصل بناتے، اور آپ ان کے درمیان جو حق ہوتا، فیصلہ فرما دیتے۔ والد صاحب کے وصال کے بعد اس سلسلہ میں چچا جان کی طرف رجوع کیا جانے لگا۔ایک مرتبہ دو اشخاص کے درمیان کسی معاملہ کو لے کر اختلاف ہوا، جب صلح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو یہ تجویز رکھی گئی کہ حضرت حبیب ملت کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کر دیا جائے وہ جو بھی فیصلہ فرما دیں اس کو دونوں فریق قبول کر لیں۔ تاکہ اختلاف دور ہو جائے۔فریقین میں ایک شخص ایسا تھا جس سے حضرت حبیب ملت ناراض تھے وہ اندر خانہ اس تجویز پر کسمسایا لیکن انکار کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔اس کے دل میں یہ فاسد خیال گزرا کہ چونکہ حبیب ملت مجھ سے ناراض ہیں لہٰذا ہو سکتا ہے کہ میرے خلاف فیصلہ کریں۔(یہ بات اس نے فیصلہ کے بعد بتائی ہوگی)۔لیکن جن کے قلوب خوف خداوندی و خشیت الٰہی سے معمور ہوتے ہیں وہ فیصلہ کرنے میں یہ نہیں دیکھتے کہ فریقین میں کون اپنا ہے، کون غیر ہے، کون دوست ہے، کون دشمن ہے۔ بلکہ وہ وہی فیصلہ کرتے ہیں جو حق ہوتا ہے، عدل و انصاف کا تقاضا ہوتا ہے۔حضرت حبیب ملت کی بارگاہ میں جب مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسی کے حق میں فیصلہ فرمایا جس سے آپ ناراض تھے۔ چونکہ حق اسی کے ساتھ تھا۔ بعد میں فرمایا کہ میں اس سے ناراض ہوں، یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، لیکن فریقین کا جو معاملہ میرے پاس پیش کیا گیا، اس میں وہی حق پر تھا لہٰذا اسی کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ یہی تقاضائے عدل تھا۔

حضرت رضوان میاں نے بتایا: حضرت حبیب ملت بزرگان دین کے واقعات بڑی دلچسپی کے ساتھ سناتے تھے۔اور جو توجہ سے سنتا اس سے بہت خوش ہوتے۔ ایسا بھی ہوتا کہ میں پاس سے گزرا تو روکا اور فرمایا، ایک حدیث شریف سن لو یا ایک واقعہ سن لو۔ بالخصوص تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واقعات بہت سناتے تھے۔

حضرت رضوان میاں نے بیان کیا: کہ ایک مرتبہ میں نے چچا جان سے عرض کیا کہ مجھے حالت نماز میں وسوسے بہت آتے ہیں، کوئی طریقہ بتا دیں تاکہ اس مصیبت سے نجات مل جائے، فرمایا: قرأت اس طرح کرو کہ اپنا پڑھنا خود کے سننے میں آئے اور قرأت کا مطلب ہی یہ ہے۔ اگر قرأت کی یہ صورت نہ ہوگی تو نماز ہی نہ ہوگی۔ دوسری چیز یہ ہے کہ جو پڑھ رہے ہو اس کی طرف توجہ رکھو کہ کیا پڑھ رہے ہو۔ رضوان میاں کہتے ہیں: کہ میں نے چچا جان کی بات پر عمل کیا، بفضلہ تعالیٰ وسوسوں کی کثرت سے نجات مل گئی۔حضرت حبیب ملت کے تعلق سے جو چند روایات قلمبند کی گئیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کیا مقام تھا اور آپ کیسے اوصاف کمالیہ اور خصائل حمیدہ کے حامل تھے۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں آپ کو بلند مراتب عطا فرمائے اور ہمیں اپنے مقبول بندوں کی سچی محبت اور ان کی پیروی نصیب فرمائے۔آمین، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

***

حبیب العلماء شبستان رضا علی کے گل رنگیں

از: خلیفہ حبیب العلماء مولانا نوید رضا قادری برکاتی، ممبئی

اللہ عزوجل نے بیشمار مخلوقات پیدا فرمائی لیکن فضیلت و بزرگی کا تاج بنی آدم کے سر پر رکھا اگر چہ انسان بحیثیت انسان سب برابر ہیں اور ذات و برادری، خاندان وقبیلہ سادات کے علاوہ نہ کچھ بزرگی رکھتے، نہ کسی کو بڑا اور برتر بناتے، یہ تو صرف تعارف اور پہچان کے لئے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو (حجرات آیت ۱۳) اور ایک دوسرے کا نسب جانے اور کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے، نہ یہ کہ نسب پر فخر کرے اور دوسروں کی تحقیر کرے۔ اس کے بعد اس چیز کا بیان فرمایا جاتا ہے جو انسان کے لئے شرافت وفضیلت کا سبب اور جس سے اس کو بارگاہِ الٰہی میں عزّت حاصل ہوتی ہے۔

ہاں نعمت اسلام کی بنیاد پر مسلمان تمام انسانوں میں سب سے افضل و برتر ہیں اور مسلمانوں میں علماء، اولیاء اور انبیاء ایک دوسرے سے افضل ہیں اور یہ فضیلت و بزرگی دو چیزوں کی بنیاد پر ہے علم اور تقوی لہٰذا ان دونعمتوں کا جو جتنا جامع ہوگا اسی قدر بزرگ و برتر ہوگا حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمام عالم سے اس لئے بھی افضل واعلی ہیں کہ آپ عالم غیب ہونے کے ساتھ ساتھ تقوی کے انتہائی درجہ پر فائز ہیں خود سبحانہ تعالی فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم بیشک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدار عزّت وفضیلت کا پرہیز گاری ہے، نہ کہ نسب۔

شانِ نزول: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازارِ مدینہ میں ایک حبشی غلام کو ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے، اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو سیّدِ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دفن میں تشریف لائے، اس پر لوگوں نے کچھ کہا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

اور سورۂ مجادلۃ میں یوں ارشاد ہوا: یرفع اللہ الذین آمنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجات اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے۔ اور اللہ عزوجل نے شبستان رضا علی کے گلوں کو علم وتقوی ان دونعمتوں کے رنگ سے رنگین کر دیا۔

امام اہل سنت مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت اپنے ملفوظات شریفہ میں اپنے خانوادے پر نازل ہونے والیں نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور اپنے قول کی استناد اس طرح فرمائی کہ قرآن عظیم میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعے میں ہے کہ دو یتیم بچے ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی ایک دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے (وکان ابوھما صالحا) ان کا باپ صالح تھا، اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ باپ ان کی چودھویں

پشت میں تھا۔صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں تو یہاں ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھیے کب تک برکات اس سلسلے میں رہیں۔

بحمد اللہ یقیناً گلشن رضا علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان میں ایک سے ایک پھول کھلے، اور جس طرح گلشن میں ہر گل الگ الگ رنگ و بو لیئے ہوئے ہوتا ہے اسی طرح گلشن رضا علی کے ہر پھول کی رعنائی اور رنگ و بو الگ الگ ہوئی جس نے برصغیر میں سنیت کو مہکا کر رکھ دیا اور اس کی خوشبو پورے عالم میں محسوس کی جارہی ہے، انہیں گلوں کے رشحات قلم نے اب تک کے ایوان باطل میں زلزلہ برپا کر رکھا ہے یہ رئیس المتکلمین حضرت علامہ الحاج مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جن کی کتاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد نے باطل عقیدہ کی بنیاد کا قلع قمع کر دیا۔

یہ امام اہل سنت مجدد دین وملت حامی السنت ماحی البدعت سیدی ومرشدی سرکار اعلیٰ حضرت الحاج الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جن کی مہک سے تقریباً ایک صدی گزرنے کے بعد بھی سنیت سرسبز وشاداب اور اہل سنت ان کی خوشبو سے معطر ہیں آپ نے خلوص وللّٰہیت اور کسی کی پرواہ کیئے بغیر، بلاخوف لومۃ لائمۃ احقاق حق اور ابطال باطل فرمایا آپ خود فرماتے ہیں۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار　　اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں　　وہ سلامت ہیں بنانے والے

اس خدمت دین کا انہیں یہ صلہ ملا کہ مذہب ومسلک ان کے نام سے پہچانا جانے لگا (ذلك فضل الله یوتیه من یشاء)

امام شعر وسخن استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ کو کون نہیں جانتا جن کی اس للکار کا روافض کے پاس اب تک جواب نہیں کہ:

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ جن کے نورانی چہرے کی تابانی سے کئی تیرہ وتاریک دل نے اسلام کی روشنی پائی۔استاذ العلماء حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ جن کی بارگاہ کے خوشہ چیں اور فیض یافتہ محدث اعظم پاکستان اور مناظر اعظم شیر بیشۂ اہل سنت کہلائے۔ پیر طریقت تاجدار اہل سنت مفتیِ اعظم عالم حضرت علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان رحمت الٰہی کی وہ ابر بہار ہیں جن کی سرکردگی میں جماعت رضائے مصطفیٰ نے تحریک شدھی کرن کے خلاف وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جسے رہتی دنیا تک نہیں بھلایا جا سکتا کہ اس تحریک نے جہاں ہندوؤں کے پیشواؤں کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا ہے وہیں نہ صرف یہ کہ اسلامیان ہند کو ارتداد کے طوفان سے بچایا ہے بلکہ پورے ہندوستان کا دورا کر کے لاکھوں لوگوں کو غوث پاک کی غلامی میں شامل کر کے ان کے ایمان وبخشش کی ضمانت لے لی۔

مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں ہوں یا صوفی ملت نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ ادریس رضا خاں، صدر العلماء حضرت مفتی تحسین رضا خاں ہوں یا ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں یا پھر قمر العلماء حضرت علامہ قمر رضا خاں علیہم الرحمۃ والرضوان یہ سب حضرت امام العلماء قطب الوقت حضرت علامہ رضا علی خاں قدس سرہ ہی کی آل واولاد ہیں، مذکورہ عظیم وارثین علم وحکمت انہیں کے خاندان کے ہیں جو مسلسل ابر بہار بن کر گذشتہ تقریباً ۱۵۰ سال سے علم وحکمت کے گلشن کی آبیاری اور چمنستان عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باغبانی کرتے چلے آئے ہیں اور آج اس علم وحکمت کے چمن کی باغبانی وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتئ اعظم ہند

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قبلہ مدظلہ العالی وہم شبیہ مفتی اعظم حضور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں قبلہ مدظلہ العالی فرما رہے ہیں۔ اور اسی سلسلے کی ایک کڑی کا نام حبیب العلماء ہم نشین مفتی اعظم حضرت علامہ حبیب رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت کے جد امجد حضرت رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضواں کی پانچویں پشت میں ہوئے اور اس پانچ پیڑھی کے وسط میں جتنے آپ کے آبا و اجداد ہوئے سب اپنے وقت کے جید عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل بھی ہوئے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حبیب العلماء اپنے بزرگوں کے سچے جانشین اور اسلاف کی یادگار تھے۔

حبیب العلماء ایک متواضع شخصیت:

آپ ایک معزز خاندان کے باوقار فرد ہونے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے ایک عظیم رہنما بھی تھے۔ سادگی جن کا حسن ذاتی، کم گوئی جن کے جمال گفتار کی زینت، اخلاقی خوبی اور عمل کی پاکیزگی جن کا اسوۂ حسنہ تھا۔ ان کی زندگی سلف صالحین کی زندگیوں کا آئینہ اور بندگی و اصلان حق کی معرفتوں کا خزینہ تھا۔ تصنع اور بناوٹ سے پاک، نمائش اور ریا سے آزاد بلکہ آپ اس حدیث پاک کے مصداق تھے کہ مومن سادہ ہوتا ہے کہ آپ انتہائی سادہ، مخلص، منکسر المزاج اور منفرد المثال شخصیت کے مالک تھے۔ اپنا کام خود کرنا پسند فرماتے۔ ایک مرتبہ اورنگ آباد کا سفر حضرت کے ساتھ ہوا۔ خاکساری کا یہ عالم تھا کہ دوران سفر فقیر سے کوئی خدمت لینے سے پرہیز کرتے یہاں تک کہ اپنے بیگ کا تالہ بھی خود کھولتے اور وقت ضرورت اسے کھولنے کے لیے فرش پر بیٹھنے میں عار نہیں سمجھتے۔ عظیم خاندان، اعلیٰ نسب، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق و کردار کے بھی مالک تھے۔ بریلی شریف میں اکثر دیکھنے میں آیا کہ سائیکل رکشہ میں سفر فرماتے۔ کوئی اپنے یہاں لے جانا چاہتا تو اس سے انتظام وانصرام وغیرہ کا مطالبہ نہیں کرتے۔ وہ جیسا انتظام کرتا خوشی خوشی چلے جاتے۔ اور خاموشی سے دینی خدمات، غلبۂ اسلام کا فریضہ وعظ و تبلیغ، رشد و ہدایت، اور دعا تعویذ کے ذریعے خدمت خلق کرتے رہے، آپ کے کسی قول و فعل سے یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ آپ اپنے اعجاز و اکرام کے خواہاں ہیں۔ ناآشنا لوگ آپ کے علم و عمل، تقویٰ و طہارت، خلوص و للّٰہیت اور نورانی چہرے کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوتے کہ پوچھے بغیر نہ رہ پاتے کہ یہ کون بزرگ ہیں لیکن دنیا طلبی اور سستی شہرت نام و نمود کر وفر سے دور خود کو ایک بے نام ونشاں ہی سمجھتے رہے لیکن جاتے جاتے نشاں چھوڑ گئے گویا کہ وہ اس شعر کے مصداق تھے۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

حبیب العلماء احادیث کے آئینے میں:

حضرت حبیب العلماء علیہ الرحمہ بہت با اخلاق، مہذب، اور نرم گفتار تھے، بڑے ہوں یا چھوٹے سب سے گفتگو اس طرح محبت سے فرماتے کہ وہ مطمئن اور خوش ہوجاتا دل آزار گفتگو سے اجتناب کرتے۔ حبیب العلماء کی یہ عادت اس حدیث کی تفسیر تھی، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم۔ یعنی فرائض کی ادائیگی کے بعد قلب مسلم کو خوش کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل ہے۔ آپ کا چہرہ اس طرح سے کھلا رہتا گویا کہ آپ ہر وقت تبسم ریز ہیں۔ حتیٰ کہ بعد وصال بھی چہرے پر تبسم کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کیا اس حدیث پاک پر زندگی بھر عمل رہا کہ تبسمك فی وجه اخیك صدقة۔ اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرانا صدقہ ہے۔ آپ نماز ہمیشہ اپنے محلے کی

مسجد میں با جماعت ادا فرماتے ،جس سے آپ اس حدیث پاک کی بشارت کے مستحق ہیں۔ اذا رائیتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوا له بالایمان۔ جب تم کسی کومسجد جانے کا عادی پاؤ تواس کے ایمان کے گواہ ہوجاؤ۔

حبیب العلماء اور مفتیِ اعظم کی صحبت:

اعلیٰ حضرت اوران کے خلفاء کے حالات زندگی ،خصوصاً سرکار مفتی اعظم عالم کے دلچسپ اور تاریخی واقعات کواس خوبی سے بیان فرماتے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے جن میں بہت سے نوجوان کالج ویونیورسٹی کے طلباء بھی ہوتے تھے سبھی آپ کی گفتگو پورے انہماک اورتوجہ سے سنتے اوراس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ بلکہ خانوادۂ رضویہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے زیادہ سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی صحبت آپ نے پائی۔ چوں کہ آپ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خلیفہ ومرید ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے بھتیجے ونواسہ داماد بھی تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپ حضرت مفتی اعظم کے بہت نزدیک رہے۔ان کے نظریہ اورافکار کو بہت قریب سے جانا ان کے روزمرہ کے معمولات کا مشاہدہ کیا۔کافی وقت ان کے ساتھ گزارا،سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی صحبت دراز پانے والوں میں ایک نام حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا بھی آتا ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ: مجھے بحمدہ تبارک وتعالیٰ یہ شرف حاصل ہے کہ میں مسلسل گیارہ سال بلکہ کچھ ماہ زاید حضرت مفتی اعظم کے دولت کدے پر قیام پذیر رہا۔۔۔۔۔۔لیکن حضرت حبیب العلماء کو یہ شرف رہا کہ آپ تقریبا ۴۰ یا ۴۵ سال تک ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ومستفیض ہوتے رہے حضر کے علاوہ سفر میں بھی آپ کو یہ سعادت حاصل رہی۔حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ بھی آپ پر بہت شفقت ومحبت فرماتے ،جس پر آپ کے وہ خطوط شاہد ہیں جوآپ نے حبیب العلماء کولکھے۔جس میں آپ نے انہیں نورالابصار وراحت وجان جیسے القاب سے نوازا۔حضور مفتی اعظم نے آپ کواپنے آنے والے خطوط کے جوابات لکھنے پر بھی مامور فرمایا اور جب آپ جواب لکھ کر حضرت کی بارگاہ میں پیش کرتے تو ایسا بہت ہی کم ہوتا کہ آپ کے لکھے ہوئے جواب میں کمی بیشی کرتے بلکہ سراہتے ہوئے فرماتے کہ طرز سے واقفیت ہوچلی ہے۔نیز نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کے لیے حبیب العلماء کوآگے بڑھاتے اورخود ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔

حضرت حبیب العلماء اور موضوع روایات کی نشان دھی:

خانوادے کے افراد کا معمول رہاہے کہ حضرت مفتی اعظم کی کوئی بات پوچھنی ہوتی تو آپ ہی کی طرف اکثر رجوع کیا جاتا اور کسی مشکوک واقعے کی تحقیق میں آپ کا قول فیصل کی حیثیت رکھتا تھا اگر کہیں کوئی شبہ ہوتا اسے دور فرماتے اورآپ کی بات سند سمجھی جاتی۔ آپ کے بڑے بھی اس معاملے میں آپ پر اعتماد فرماتے خانوادے رضویہ کا ہرفرداس سے واقف ہے کہ جب کسی نے آپ کے برادر اکبر حضرت صدرالعلماء علامہ تحسین رضا علیہ الرحمہ سے ذات مفتی اعظم سے متعلق تقریبا پچاس سوال کیئے تو آپ نے فرمایا کہ ان کے جوابات حبیب میاں سے حاصل کرلو۔نیز آپ حضرت مفتی اعظم کے خلفاء اوران کے شاگردوں کے حالات سے بھی بخوبی واقف تھے اوران حضرات کے معاملات کے بارے میں بھی بہت کچھ بتاتے جومیرے لیئے کافی مفید ونفع بخش ہیں۔

عربی کا مقولہ ہے "صاحب البیت ابصر بما فی البیت وصاحب الدار ادری"گھروالا گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے،اس کے تحت میں چند وہ باتیں جوحضرت حبیب العلماء سے مجھ تک پہونچیں انہیں واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ مفید عوام وخواص ہیں۔

ایک مرتبہ مجھ سے میرے ایک شناسائی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت کی نماز جنازہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ نے پڑھائی تو چونکہ میں نے حضرت حبیب العلماء سے سن رکھا تھا (چونکہ آپ حضرت استاذ العلماء حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کے شہزادے ہیں جو اعلیٰ حضرت کے بھتیجے ہیں انہوں نے ہی اعلیٰ حضرت کے حکم پر وصایا شریف کو قلمبند کیا تھا) کہ سرکار اعلیٰ حضرت کی نماز جنازہ آپ کے بڑے شہزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے پڑھائی ہے یہ بات میں نے انہیں بھی بتائی، پھر جب حضرت حبیب العلماء کا فقیر کے غریب خانے پر آنا ہوا، میں نے ان صاحب کے اطمینان قلبی کے لیے یہی سوال دہرایا جبکہ وہ بھی حضرت حبیب العلماء کے سامنے حاضر تھے، تو آپ نے یک لخت میں نہیں فرمایا کہ کون کہتا ہے، جھوٹ ہے، غلط ہے اور نہ ہی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ بڑے ہی حسن اخلاق اور سنجیدگی و متانت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا کہ صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت کے اجل خلفاء میں سے تھے، اعلیٰ حضرت ان کی بڑی تعریف فرماتے، پھر فرمایا میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ ہم چار نہیں پانچ بھائی ہیں، پانچویں بھائی حضرت صدر الشریعہ کو کہتے اور جب حضرت صدر الشریعہ کے سامنے ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ صرف کہتے نہیں بلکہ دل سے بھائی مانتے بھی ہیں۔ اور سرکار مفتیِ اعظم کا عمل بتایا کہ آپ یوں تو تمام خلفائے اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری پر ان کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے پر حضرت صدر الشریعہ کا خاص اہتمام فرماتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے، مناقب صدر الشریعہ بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے وصایا شریف جو میرے والد علیہ الرحمہ نے آپ کے حکم پر قلمبند کیا جہاں یہ لکھا تھا کہ "حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب از بر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی"۔ اسی کے نیچے نوٹ لگایا تھا کہ نماز جنازہ مولانا حامد رضا خان صاحب نے پڑھائی ۔ تو ان صاحب نے اپنی بات کی تائید میں ایک بڑے بزرگ کا نام لے کر کہا کہ ان سے اس طرح سنا گیا ہے کہ نماز صدر الشریعہ نے پڑھائی تھی، آپ نے تبسم فرمایا اور شفقت بھرے لہجے میں ان سے کہا کہ میرے والد اعلیٰ حضرت کی نماز جنازہ میں شریک تھے اور انہوں نے مجھ سے یہی بتایا۔ حضرت حبیب العلماء نے جس حسن اسلوبی سے انہیں سمجھایا اس سے وہ صاحب بڑے متاثر ہوئے۔

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز و عدم جواز میں دو چند ہی مفتیان کرام ہیں جنہوں نے اسلاف کے فتوؤں کے خلاف اپنی تحقیق پیش کی ان ہی میں ایک نام جناب مفتی نظام الدین صاحب کا بھی ہے انہوں نے اپنی کتاب (لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم) میں علامہ مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ حضور مفتی اعظم کا پہلے فتویٰ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کا تھا، فقیر نے اس بات کو ہم نشین مفتی اعظم حضرت حبیب العلماء کے سامنے پیش کیا جس کی آپ نے تردید فرمائی۔

کچھ لوگ مناقب اعلیٰ حضرت میں کچھ ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں جو آپ کے معتبر سوانح کی کتاب میں نہیں ملتیں اور نہ خاندان کے بڑے بزرگ ان روایتوں سے واقف ہوتے ہیں اسی طرح کی ایک روایت جسے لوگ اعلیٰ حضرت کی کمال تحریر کے باب میں بیان کرتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت دونوں ہاتھوں سے لکھتے تھے۔

جب اس کا ذکر حبیب العلماء سے کیا گیا تو آپ نے سختی سے تردید فرمائی اور فرمایا کہ جب اللہ عزوجل کو ہر نیک کام میں تیامن پسند ہے تو اتنے بڑے متبع سنت عالم سے اس بات کی کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ عزوجل کی پسند کے خلاف عمل یا اس کی خواہش کا اظہار کریں۔

حبیب العلماء ایک گوشہ نشین عالم ربانی:

قرآن عظیم میں ہے: "ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق"، ترجمہ: اور جسے ہم بڑی عمر کا کرتے ہیں اسے پیدائش میں الٹا پھیر

دیتے ہیں۔یعنی جیسے پہلے اس کی ہر چیز بچپنے میں کمزور تھی اسی طرح بڑھاپے میں بچوں کی طرح پھر کمزور کر دیتے ہیں، اس کی قوت عاقلہ، سامعہ، باصرہ، وغیرہ ہر قوت کو ضعیف کر دیتے ہیں، چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے اور دوسرے سب کاموں میں ناتواں کر دیتے ہیں، چھوٹے بچوں کی طرح وہ ہر کام میں دوسرے کے محتاج ہو جاتے ہیں، اسی آیت کے تحت تفسیر مدارک التنزیل میں ہے: الا العلماء العاملین''۔سوائے علمائے عاملین کے۔یعنی علمائے عاملین اللہ تعالیٰ کے اس قانون سے مستثنیٰ ہیں ان کی قوتیں باوجود کبر سنی صحیح وسالم ہوتی ہیں اگر چہ دیکھنے میں بظاہر بوڑھے اور کمزور معلوم ہوں مگر ان کی ہر قوت قوی ہوتی ہے۔جو بات یا مسئلہ نوجوان علمائے کرام نہ سمجھ سکیں وہ اسے سمجھتے اور سمجھا دیتے ہیں، نوجوان جس مسئلہ کا حل نہ پائیں وہ بتا دیتے ہیں۔حبیب العلماء حضرت حبیب رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ انہیں علمائے ربانیین میں سے ایک تھے۔یہ ضرور ہے کہ آپ کی گوشہ نشینی کی وجہ سے آپ کی علمی صلاحیت منظر عام پر نہ آسکی لیکن آپ پر امام الفقہاء حضور مفتی اعظم کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی زندگی عالم باعمل کی زندگی کا نمونہ اور قرآن وحدیث کی آئینہ دار بن گئی جو انسانی زندگی کا مقصد اور ایک مومن کامل کا نصب العین ہے اور یہی وہ خوبیاں ہیں جو آپ کی ذات کو ممتاز کرتی ہیں۔کثیر مسائل کے حافظ اور فقہ کے تمام ابواب پر نظر رکھتے تھے۔مسئلہ پوچھنے پر فوراً اس کا صحیح حکم شرع بتا دیتے۔میرے خالہ زاد برادر جناب مولانا سید احمد رضا صاحب جو ایک بالکل نوجوان اور ابھرتے ہوئے وسیع فکر کے مالک عالم وفاضل اور بہت سی خوبیوں کے حامل ہیں۔وہ بریلی شریف تشریف لائے ہوئے تھے انہیں ایک شرعی مسئلے میں تردد ہوا جس کا اظہار انہوں نے حضرت حبیب العلماء کے سامنے کیا۔تو ۸۲ سال کی عمر شریف والے حضرت حبیب العلماء نے اس کا فوری جواب دیتے ہوئے مسئلے کو کتاب میں دکھا دیا، آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ضرور تھے پر کامل عقل اور ثاقب ذہن رکھتے تھے۔آپ اتنی ضعیفی میں بھی جوانوں سے زیادہ ہمت وحوصلہ رکھتے تھے، ایک بار آپ کے ساتھ جلسہ گاہ جانا ہوا۔آپ سے مصافحہ ودست بوسی کرنے والے سیلاب کی طرح امنڈ پڑے۔دھکا مکی ہونے لگی، میں نے حضرت کی عمر کا خیال کرتے ہوئے لوگوں کو روکنے لگا تو حضرت نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور آپ بڑے اطمینان سے لوگوں کو سلام یا جواب سلام یا مصافحہ سے نوازتے رہے اور طالب دعا کے لیے دعائیں فرماتے رہے۔

حبیب العلماء پیکر شفقت ومحبت:

تحدیث نعمت کے طور پر یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضور حبیب العلماء رشتے میں سگے خالو ہونے کے ساتھ میرے مرشد اجازت اور میری روح کے مربی نیز زندگی کے پہلے استاذ بھی تھے جن سے میں نے کلام الہٰی کی تعلیم کا آغاز کیا کہ اس عمل خیر کے عامل کی عظمت وبزرگی کا ذکر حدیث پاک میں آیا ''خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ'' کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔اور اس کے علاوہ آپ نے مجھے تعویذات اور کئی وظائف سکھائے۔جب بھی میں آپ کے دولت خانے پر حاضر آتا بڑی شفقت ومحبت فرماتے، میری والدہ حفیدۂ استاذ زمن ونواسیِ حضور مفتی اعظم کے انتقال کے بعد چالیس دن روز بلا ناغہ میری خیر خیریت لینے کے لیے میری چھوٹی خالہ کے گھر کئی زینے چڑھ کر تشریف لاتے۔اپنی مصروفیات اور دن بہ دن بڑھتی کمزوریوں کے بعد بھی میری کتاب عظمت حبیب کا اکثر حصہ مطالعہ فرما کر اپنی تقریظ جلیل سے نوازا جس سے کتاب کی اہمیت دوبالا ہوگئی۔ان کا انداز سخن یاد آتا ہے، ان کا طرز خرام یاد آتا ہے، ان کے میٹھے بول کانوں میں رس گھولتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، یقیناً ان کی ہر ادا پیاری تھی، ان کا ہر انداز نرالا تھا، اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے اور آپ کی قبر انور کو بقعۂ انوار بنائے۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔ ❋❋❋

صدر العلماء اور حبیب ملت میں یگانگت

از:مولانا محمد افضل حسین اویسی، استاذ و مفتی جامعۃ الرضا بریلی شریف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے جن افراد نے تقویٰ اور پرہیزگاری، طہارت و پاکیزگی اختیار فرما کر خالق دوجہاں کی رضا اور خوشنودی کی بے شمار نعمتوں سے سرفرازی حاصل کی اور ہر چہار جانب کو اپنے فیضان سے سیراب فرمایا۔ انہیں پاکیزہ اور قدسی صفات ہستیوں میں حضور صدر العلماء علامہ تحسین رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ آپکا قلب مبارک بھی خشیت ربّانی سے آباد اور خواہشات نفسانی سے بہت بعید تھا۔ نیز ’’واما من خاف مقام ربّہ ونہی النفس عن الھویٰ فانّ الجنۃ ھی الماویٰ‘‘ کی دولت لازوال سے مالا مال اور ہر ہر قدم ادائے سنت مصطفیٰ اور ہر ہر لمحہ تقویٰ اور پرہیزگاری سے منور تھا اور ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کی ترجمان تھی اور یہی وجہ ہے کہ خشیت ربّانی اور تقوی و پرہیزگاری کے لحاظ سے آپ اپنے زمانے میں ممتاز اور فقید المثال تھے۔

اب سے کچھ سالوں پیشتر رجب کا ہی مہینہ تھا کہ حضور صدر صاحب علیہ الرحمۃ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اور آج بھی وہی رجب کا مہینہ اور حضرت حبیب ملت کا چہلم ہے صدر العلماء کا وصال جمعہ کے دن ہوا تھا اور جمعہ ہی کے دن آپکے برادر اصغر حبیب ملت حضرت مولانا حبیب رضا خاں علیہ الرحمۃ ہمیں داغ مفارقت دے کر اس دنیا سے روپوش ہو گئے۔ ’’کل نفسٍ ذائقۃ الموت‘‘ کے تحت ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی کو الوداع کہنا ہے۔ دنیا میں رہنے کے لئے کوئی نہیں آیا ہے لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جب وہ جاتی ہیں تو اپنا ایک نشان چھوڑ جاتی ہیں انہیں مقدس افراد میں حضور حبیب ملت علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات تھی۔

دونوں بھائی حضور سیدنا مفتی اعظم ھند علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ اور آپ کے پرتو وعکس تھے دونوں حضرات کے اندر مفتی اعظم ھند علیہ الرحمۃ کی بہت نمایاں جھلک نظر آتی تھی علاوہ ازیں دونوں بھائیوں کے اندر حد درجہ محبت ومماثلت موجود تھی، صدر صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ ’’بھائی صاحب تو چلے گئے اب میری باری ہے‘‘ جو صفتیں اور خصلتیں ہم نے صدر العلماء میں دیکھی وہ صفتیں اور عادتیں حبیب ملت علیہ الرحمۃ کے اندر بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں۔ لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، کسی کی دل شکنی نہ کرنا، کیا امیر کیا غریب جو بھی بلاتا ہر ایک کی دلجوئی کرنا، بارہا آپکو دیکھا گیا کوئی معمولی انسان بھی اپنی دکان اور مکان میں خیر و برکت کی دعا کے لئے لے جانا چاہتا اور آپ سے درخواست پیش کرتا تو آپ مسترد نہ فرماتے، اور بلا تأمل قبول فرمالیتے اور چل پڑتے۔

حضور صدر العلماء اور حبیب ملت کے مابین صورۃ وسیرۃ ظاہراً اور باطناً کئی جہت سے مماثلت ومشابہت پائی جاتی تھی، صدر صاحب علیہ الرحمۃ سے شہر اور قرب وجوار کے لوگ اس قدر عقیدت ومحبت رکھتے تھے کہ بوقت مرگ بہت سے عقیدت منداہل وعیال سے یہ وصیت کر جاتے کہ میری نماز جنازہ صدر العلماء حضور تحسین میاں صاحب پڑھائیں اسی طرح شہر اور اطراف کے لوگ حضور حبیب رضا خاں علیہ الرحمۃ سے بھی عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور اسی طرح دونوں بھائیوں کے اندر بلکہ تینوں بھائیوں کے اندر (ایک بھائی امین شریعت ہیں جو ابھی بقید حیات ہیں) محبت اور یگانگت بھی بے مثال تھی،

(بقیہ ص ۵۲/پر۔۔۔)

نمونۂ اسلاف تھے حبیب ملت

از: مولانا شہزاد عالم صاحب، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

عالم تصور میں جب بریلی کے گوشہ نشیں پیر طریقت نبیرۂ استاذ زمن حبیب ملت مولانا مفتی حبیب رضا خاں کا خاکہ ابھرتا ہے تو دل و دماغ ان کے اوصاف جمیلہ کی معطر خوشبوؤں سے مہک اٹھتے ہیں، اور زبان ان کے ذکر سے تر ہو جاتی ہے، ان کی حیات کے انسانیت نواز اور اخلاقی پہلو سے آگاہ انسان یہ کہتا نظر آتا ہے کہ آپ کی ذات اخلاص وللّٰہیت، اخلاق وتقویٰ، ایثار ووفا، خدمت خلق، حسن سلوک، غریبوں کی غمگساری، اعزہ واقارب کے ساتھ صلہ رحمی، مریضوں کی عیادت، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت، سائلوں پر جود وسخا جیسے عمدہ اوصاف وکمالات سے متصف تھی۔

آپ نے مذہب حق اہل سنت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور خدمت خلق کو اپنا نصب العین بنایا، اور اپنے اس مقصد کی حصول یابی میں تمام تر کوششیں صرف کر دیں جہاں آپ پرہیز گار عالم دین، خدا شناس بزرگ تھے وہیں عجز وانکساری کے پیکر بھی تھے، نہ خاندانی شرافت پر اتراہٹ اور نا ہی ذاتی خوبیوں پر فخر، تواضع وانکساری اور سادگی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بلاتفریق امیر وغریب ہر ایک کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور یوں ہر کس وناکس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

اگر چہ راقم السطور کو حضرت سے چند بار ہی ملاقات کا شرف حاصل ہوا لیکن یہ چند بار کی ملاقات بڑی ثابت ہوئی۔ خانقاہ رضویہ سے منسلک ہونے کے ناطہ دل میں جو عقیدت والفت اور ادب واحترام تھا، مزید بڑھ گیا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ ۲۰۱۳ء میں فقیر راقم السطور حضور حبیب ملت کے ہمراہ لکچھمی پور بدایوں کے ایک جلسہ میں مدعو تھا، بعد نماز مغرب ہمارا دعوتی قافلہ منزل کی جانب رواں دواں ہوا، راستہ کی خستہ حالت باعث مشقت ثابت ہوئی، تنگ آکر میری زبان سے اظہار تکلیف کے چند جملے بھی نکل گئے، لیکن حضرت حبیب ملت نے کمزوری ونحافت کے باوجود زبان خویش پر حرف شکایت نہیں آنے دیا بلکہ حوصلہ افزائی کے لئے بزرگوں کے وہ قصے سناتے رہے جن سے ان کے اخلاص وللّٰہیت، ایثار وقربانی اور بلند عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ جوں ہی ہم لوگ بستی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ نہایت ادب واحترام کے ساتھ حضور حبیب ملت کے پُر جوش استقبال کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، جلسہ شروع ہو چکا تھا، خورد ونوش سے فارغ ہو کر حضرت نے نماز عشاء ادا فرمائی، اور کچھ دیر استراحت کے بعد جلسہ میں تشریف لائے، ادھر مفتی شعیب صاحب نے آپ کی خاندانی شرافت اور ذاتی خوبیوں کے ساتھ بیعت وارادت کی اہمیت وافادیت کو واشگاف کیا اور خانقاہ رضویہ سے منسلک ہونے پر ابھارا تو یک لخت ہی سارا مجمع آپ کے ہاتھوں بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑا اور مصافحہ کرنے والوں کی بھیڑ لگ گئی، لوگوں کی والہانہ کیفیت دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ کوئی روحانی قوت ان کو کھینچ کر لا رہی ہے، چنانچہ آپ نے لوگوں کی عقیدت کا لحاظ رکھتے ہوئے سب سے مصافحہ فرمایا اور کیوں نہ فرماتے کہ بلا شبہ وہ غریب پرور اور مسلم نواز تھے نیک سیرت مسلمانوں سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے، غریبوں سے مصافحہ اور معانقہ کرنے میں بھی اجتناب نہیں کرتے تھے چوں کہ آپ کو معلوم تھا کہ مصافحہ ومعانقہ افزودگی محبت کا ذریعہ اور آپسی اتفاق پیدا کرنے کا سبب ہے۔ رب قدیر آپ کی قبر پر رحمت ونور کی گہرباری کرے، آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرمائے، آپ کی مخلصانہ خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

***

حبیب ملت چشمۂ روحانیت

از: مفتی محمد خورشید مصطفی جامعہ تحسینیہ ضیاء العلوم کانکر ٹولہ بریلی شریف

ان اولیاء ہ الاالمتقون اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں یہ زمین صالحین سے خالی ہوتی جارہی ہے اللہ تعالیٰ زمین والوں پر رحم فرمائے کہ روئے زمین کا خالی ہونا صالحین سے ایسا ہے جیسا کہ آسمان کا خالی ہونا تاروں سے اور یہ کہ ایک صالح عالم کا وصال سخت ہے دل پر ایک قبیلہ کی مدت سے حضرت کے وصال سے وہ صدمہ ہوا جو اپنے باپ دادا کے انتقال سے بھی نہ ہوتا ہے حضور حبیب العلما تاج الاصفیاء مفتی حبیب رضا خان کی وہ ذات بابرکات چشمۂ روحانیات منبع فیوض حسنات صاحب کمالات فنافی الشیخ اپنوں کے لیے رحماء بینھم اور اعداء دین کے لیے اشداء علی الکفار کا مصداق ایسی ہے کہ مجھ جیسا غلام ان کے گرد کو نہیں پہنچ سکتا حضرت کی بے شمار خوبیاں اپنی نگاہوں دیکھیں ازاں جملہ یہ حضرت علماء کی بے حد قدر فرماتے انھیں اپنے پاس بٹھاتے عاجزی کا یہ عالم کہ خود ان سے دعاء کو کہتے علماء کی بات غور سے سنتے اور ان پر سبقت نہ فرماتے اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضواں کا کثرت سے تذکرہ فرماتے کہ ان کے آنکھوں میں آنسو آجاتے اور خلق خدا پر ایسی شفقت فرماتے کہ بار باران کی زیارت کا شوق بڑھتا بعد مغرب ان کی بارگاہ میں عقیدت مندوں اور تعویذ لینے والوں کی بھیڑ لگی رہتی فاتحہ نیاز میں بلا کسی تکلف کے تشریف لے جاتے اور اہل خانہ کا دل رکھتے غریبوں کی اور مصیبت حال لوگوں کی خفیہ اور اعلانیہ مدد فرماتے مدرسوں کے اراکین سے طلبہ کے داخلہ کی شفارشیں فرماتے ہمہ وقت مخلوق خدا کو اپنی گفتار سے وعظ ونصیحت کا درس دیتے گفتار ایسی کہ اہل محفل بغور سنتے نشست برخاست ایسی کہ اسلاف کی زندگی سامنے آتی خلق خدا پر نہایت رحم فرماتے قد کے میانہ تھے ریش مبارک گھنی تھی سینہ مبارک کچھ چوڑا تھا ایک زمانہ تک اپنی بیٹھک میں عقیدت مندوں میں فرش پر بیٹھتے آخری وقت میں احباب کے کہنے سے کرسی پر تشریف رکھنے لگے تھے یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی تھے بلکہ اپنے وقت کے قطب زماں تھے کہ قطب وہ ہوتا ہے جن کا سینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبی محبت سے معمور ہو اور یہ بات حضور کی ذات مقدسہ میں بدرجۂ اتم موجود تھی آہ ایسی شخصیت صدیوں کے بعد اس عالم گیتی میں ظہور فرما ہوتی ہے آج وہ بظاہر ہمارے نظروں سے اجھل ہو گئے۔ مگر حقیقۃً وہ آج بھی ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیں امید ہے کہ کل بروز قیامت بھی ہمارا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا کہ حدیث پاک میں ہے المرء مع من احب آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے دنیا میں محبت کی یہ مژدہ ہر اس خوش نصیب کے لئے ہے جس نے حضرت سے محبت کی اور ان کے قدم پر چلے اللھم وقفنا بھذا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ حضرت کی مغفرت فرمائے اوران کے درجات میں بلندیاں عطا فرمائے اوران کے طفیل ہم پر رحم عطا فرمائے۔

یہ شیخ بریلی شریف کے بڑے عارفین اور بڑے صدیقین میں سے تھے یہ ان میں سے ایک تھے جن کو اللہ نے وجود کی طرف ظاہر فرمایا ان کی زبانوں پر حکمتوں کو جاری کیا ان کو سالکین کا پیشوا مقرر فرمایا مخلوق کے دل ان کی محبت اوران کے سینے ان کی ہیبت سے بھر دیئے، یقیناً وہ اپنے وقت میں بریلی شریف کے شیخ الشیوخ تھے اور امام پرہیز گار اور اہل اسلام کے لئے حجت تھے علماء فقہاء اور صلحا کی جماعت ان سے عقیدت رکھتی تھی اوران کے کلام سے نفع اٹھاتی اوران کی صحبت سے مستفیض ہوتی رہی۔

حضرت اپنے وصال تک عبادت وخلوت اور ریاضت نفس میں صراط مستقیم پر رہے۔ (بقیہ ص ۵۲/پر۔۔۔)

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں

از: جناب سلیم رضا قادری نوری، نواسہ داماد حضور مفتی اعظم ہند (ممبئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

حضرت علامہ حبیب رضا خاں قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ استاذ زمن کے پوتے، حضرت علامہ حسنین رضا صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حضور مفتی اعظم ہند کے نواس داماد، مرید وخلیفہ اور صحبت یافتہ بزرگ تھے علاوہ ازیں ہم نشینی کا شرف رکھتے تھے۔ حضرت کو مسجد کی حاضری محبوب تھی ایک بار مجھ فقیر سے فرمایا میری عمر چودہ سال ہوگی میرے والد حضور مفتی اعظم سے مرید کروانے لے گئے اور حضرت سے یہ بات کہی آپ مرید کرتے وقت نماز کا عہد ضرور لیجئے گا اسی عہد کی برکت سے کم عمری ہی سے پوری زندگی نماز کا شوق رہا۔ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں، سرکار مفتی اعظم کا ذکر انکا سرمایہ حیات تھا گفتگو کا انداز ایسا دل نشیں اور پیارا ہوتا آدمی ہمہ تن گوش ہو کر سنتا مفتی اعظم کی محفل میں خود کو پاتا ہوا محسوس کرتا تھا۔ بات چیت سے یہ انداز ہو جاتا آپ عام مسلمانوں کی اصلاح اور عقائد کی درستگی چاہتے تھے، آپ سفر سے بچتے اور جب کبھی سفر فرماتے اور بمبئی تشریف لانا ہوتا تو آرام کم ملتا ہر وقت ملاقات کرنے والوں سے مل لیتے تھے، تعویذات کے خواہش مندوں کو تعویذ دیتے تھے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کا مثالی نمونہ تھے۔ مولانا نوید رضا کی والدہ کے انتقال پر حضرت کو بہت افسوس ہوا آپ چالیس دن روزانہ نوید میاں کے پاس تشریف لائے کمزوری اور عمر کی پرواہ نہ کی ان دنوں بریلی میں سخت سردی کا موسم تھا۔ حضور مفتی اعظم نے اپنے گاؤں کرتولی کے لوگوں سے حضرت حبیب رضا خاں کے تعلق سے یہ بات فرمائی کے ہمارا یہ بچہ کسی سے وعدہ کرلیگا تو میں اسکو پورا کروں گا۔

ہمارے ایک عزیز ایک سال سے اپنی رقم کیلئے پریشان تھے جن صاحب سے لینا تھا وہ دینے کا نام تک نہ لیتے حضرت سے میں نے ذکر کیا حضرت نے دعا فرمائی تعویذ دیا اسکی برکت سے فوراً انکے پیسے مل گئے۔ حضرت میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ بغداد شریف تشریف لے گئے مقامات مقدسہ کی دن بھر زیارت کے بعد سب تھک کر سو گئے گہری نیند میں تھے اچانک حضرت اٹھ گئے فرمایا آگ کمرے کے کارپیٹ پر لگ گئی ہے۔ جلدی سے بجھا دو چھوٹے بھائی قریب ہی سو رہے تھے انکو حیرت ہوئی بڑا کمرہ تھا۔ بچے دور سو رہے تھے اسی جگہ آگ لگ گئی تھی خیریت سے بجھ گئی۔ حنیف بھائی برتن والے عرس رضوی میں تشریف لاتے ہیں انکے صاحبزادے عظیم کی شادی کو ۸ ر سال ہو گئے اولاد نہ ہونے سے فکر مند رہتے حضرت حبیب میاں سے میں نے ملاقات کروائی حضرت نے ڈورا پڑھ کر دیا اور ایک تعویذ بھی دیا اور دعا فرمائی خدا کا شکر جڑواں بیٹے پیدا ہوئے۔ رب قدیر حضرت کے درجات کو بلند فرمائے انکے فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے، مولانا حسیب رضا و مولانا نجیب رضا حضرت کی یادگار ہیں۔ دونوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے اور دین وسنیت کا کام لے، آمین

***

جس میں لکھا تھا سادگی

از: حضرت مولانا محمد یعقوب رضوی، استاذ رضوی دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن لرحیم

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اٹھ میرے دھوم مچانے والے

فجر کی نماز کے بعد خبر موصول ہوئی جو نہ صرف افسوس ناک بلکہ اندوہ ناک غمناک ایک ایسا سانحہ جو پوری جماعت اہلسنت کے لئے زلزلہ سے کم نہ تھی کہ یادگار سلف علم وعمل کے کوہ گراں، حلم و بردباری کے سمندر آقائے نعمت سرمایہ اہلسنّت تاج لاصفیا حضرت علامہ محمد حبیب رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ہم غربائے اہلسنت کو جدائی دے گئے۔ حدیث پاک میں ہے (موت العالم موت العالم) جس طرح زمین کو قائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو میخیں بنا کر کھڑا کیا ہے تاکہ متزلزل نہ ہو اسی طرح زمین پر ایسے مقتدر علمائے کرام کو پیدا فرمایا ہے کہ وہ دین اسلام کی حفاظت کیلئے پہاڑوں کی طرح ڈٹے رہیں جنہیں دیکھ کر بدعقیدگی کی وبا بھاگ کھڑی ہو مخدومنا سیدی حضرت علامہ مفتی محمد حبیب رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم تھے۔ مزاج میں بے حد نرمی اخلاق میں بے پناہ اپنائیت تھی۔ بارہا خدمت کا موقع ملا۔ پرانا شہر کے اکثر جلسوں میں خلیفہ مفتی اعظم حضرت حبیب ملت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی رہتی تھی، آپ پرانا شہر کے علمائے کرام پر مہربانی وشفقت کے بادل بنکر سایہ فگن ہوتے تھے۔ علمائے کرام اکتساب فیض تو کرتے تھے، فیض حاصل کرنے والے کتنی ہی تعداد میں کیوں نہ ہوں کبھی جھنجھلاہٹ یا چہرۂ مبارکہ پر ناراضگی یا شکن کے آثار نمودار نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ مسکرا کر دعائیں دیتے اور سنیت پر سختی سے قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا

وہ کیا بہک سکے جو یہ چراغ لیکے چلے

آپ کا نسب شریف: آفتاب وشریعت وطریقت حضرت علامہ مفتی محمد رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت بحر العلوم مجمع بحرین شریعت و طریقت علامہ مولانا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تھے اور حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ آپ کے آباؤ اجداد ہیں۔ آپ کے جسم مبارک میں حضرت علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کا پاکیزہ خون اور علم وادب ورعب ووقار تھا۔ آپ مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں اور علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کے علوم ومعارف کے وارث تھے۔ معتمد و مستند بزرگ تھے۔

تاج الاصفیاء حضرت علامہ مفتی محمد حبیب رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ عربی وفارسی واردو کے مستند عالم دین تھے۔ تاج الاصفیاء حضرت علامہ مفتی محمد حبیب رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بہت با اخلاق بہت مہذب نرم گفتار تھے بڑا ہو یا چھوٹا سب سے گفتگو

اسطرح فرماتے کہ وہ مطمئن اور خوش ہوجائے۔میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو اخلاق حدیث شریف کی کتابوں میں پڑھا اور پڑھایا اس کی جھلک اور چمک حضور حبیب ملت کے اخلاق میں نظر آتی ہے۔علم وعمل کے ساتھ آپ سادہ مزاج ولباس تھے۔گھل مل کر خواص وعوام میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ کبھی کبھی بعض لوگوں کو پوچھنے کی ضرورت پڑتی کہ حضور حبیب ملت کون ہیں اکثر سادے لباس میں ملبوس ہوتے ،میں نے کبھی آپ کو جبہ پہنتے نہیں دیکھا۔حضرت اپنی حیات مقدسہ میں تبلیغ سنیت اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت کیلئے ضعیفی بزرگی کے عالم میں بھی تبلیغ دین کیلئے مسلسل سفر کرتے رہے۔اوراس میں پیش آنے والی کسی پریشانی سے دل برداشتہ نہیں ہوتے جس نے جہاں کی دعوت دی قبول فرمالی اور جہاں کے لئے آپ نے وعدہ کرلیا پورا کیا۔کبھی وعدہ کرکے وعدہ خلافی نہیں کی ٹرین کے ہر کلاس میں سفر کیا پروگرام والے جیسی گاڑی لے آئے اسی میں سوار ہوگئے۔بہار، بنگال، جھارکھنڈ وغیرہ میں پسماندہ دیہاتوں کے لوگ ناہموار راستوں میں بیل تانگوں کی گاڑیوں میں بٹھا کر آپ کو گاؤں گاؤں لے جاتے تھے لیکن یہ لوگ دیکھکر حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔کہ آپ ناراضگی وکراہت کا اظہار کئے بغیر بلا تکلف ان بیل تانگوں کی گاڑیوں میں سوار ہوکر پورے علاقے کا دورہ فرماتے تھے اور گاؤں گاؤں جا کر اعلیٰ حضرت کا پیغام اور مفتی اعظم کا فیض پہنچاتے تھے۔

الغرض فقیر راقم الحروف آپ کی بارگاہ میں کیا خراج عقیدت پیش کرسکتا ہے۔آپ کا ایوان کردار بلند تھا۔آپ سمندر کی طرح خاموش رہ کر بے پناہ ظرف کے حامل تھے وہ علماء اہلسنت کے محسن تھے وہ موجودہ دور کے علمائے کرام کے لئے درسی کتاب تھے جس میں لکھا تھا سادگی اختیار کرو علمی جلالت کو اخلاقی چادر میں چھپا کر رکھو، بولو کم عمل زیادہ کرو، دوسروں کا احترام کرکے محترم بن جاؤ،اپنی آنے والی نسلوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے کی تاکید کرو،عوام پر مہربانی کرو، چھوٹوں پر شفقت کرو۔

***

(۔۔۔بقیہ ص ۸۲ کا)

شدت وسختی سے کاربند ہوتے ہیں۔اور صرف تلقین دیگراں کی تسبیح پڑھنے والوں کی طرح اپنی ذات کو جملہ پابندیوں سے مستثنیٰ کرکے نہیں چلتے تھے۔تاج الاصفیاء خود اپنی ذات میں ایک ایسے عالم ربانی اور صوفی باصفا تھے جو عمل کی زبان میں تبلیغ کرتے تھے اور لفظیات پر عمل کی طاقت کو ترجیح دیتے تھے۔ایک عالم باعمل آبروئے اہلسنت والجماعت کے عظیم پیکر اعلیٰ حضرت کے مشن کے سچے سپہ سالار،اسرار رضویت کے حقیقی رازداں،مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار اور نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے سچے غم خوار تھے۔ کہاں تک ہم ان کے کردار واعمال بیان کریں۔زبان قاصر اور قلم لاطاقت ہے۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائیگا
اس زمیں کی گود میں اک آسماں سو جائیگا

***

اجازت وخلافت سے نوازا

از: حضرت مولانا محمد ثناء اللہ مظہری، استاذ رضوی دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف

اللہ ربّ محمد صلیٰ علیہ وسلّما

نحن عباد محمد صلیٰ علیہ وسلّما

اس بزم گیتی میں بہت ساری مقدس ہستیاں جلوہ فرما ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے روپوش بھی ہوگئیں۔بعض ان میں سے وہ ہیں جنکا نام صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہا۔اور بعض وہ ہیں جن کی خصوصیات آنے والی نسلوں کے لئے آج بھی زندہ وجاوید ہیں۔اور انسانیت کے افق عظمت پر شمس وقمر کی طرح درخشندہ وتابندہ ہیں۔انھیں پاکیزہ اور ستودہ صفات برگزیدہ ہستیوں میں تاج الاصفیاء حضرت حبیب میاں علیہ الرحمہ کی شخصیت بھی رفتار وگفتار، عادات واطوار اور اخلاق وکردار کے اعتبار سے ہمہ جہت آفاقی حیثیت کے حامل تھے ہماری نگاہوں میں ہمارے لئے وہ اسلاف کے نمونہ تھے۔یہ امر مسلم ہے کہ اگر تعصب کا عینک ہٹا کر دیکھا جائے تو وہ درحقیقت اسلاف کی طرح زندگی گزارنے والی ایک عظیم شخصیت تھی۔انکی محفل میں بیٹھنے سے بزرگان دین کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ان کے یہاں جب کوئی ضرورت مند آتا تو حتی الوسع ان کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔اور انداز گفتگو کا یہ عالم تھا کہ اگر پانچ منٹ کے لئے ملنے جاتا تو اسکا دل یہ چاہتا تھا کہ اور دس منٹ بیٹھ جائیں۔اور شیریں بیان سنتے رہتے آپ کے اندر حرص وطمع کی کوئی جھلک کسی نے نہیں دیکھی جیسا کہ مفتئ اعظم ہند میں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ۲۰۱۱ء میں رضوی دار العلوم مظہر اسلام کے طالبعلم جنکا نام حافظ وقاری مولانا محمد خلیل الرحمٰن برکاتی سلمہٗ۔جو کہ جلگاؤں مہاراشٹر کے رہنے والے ہیں انھوں نے اس ناچیز کے پاس ذکر کیا کہ ہمارے علاقہ میں ایسے ایسے پیر آتے ہیں کہ جو علم وعمل سے بالکل دور ہیں اور گھر گھر مرید کرتے ہیں لیکن کچھ پڑھے لکھے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ مرید کیوں نہیں کرتے لوگ گمراہ ہورہے ہیں۔میں خاموش رہا اور دل میں سوچا کہ میرے پاس تو اجازت وخلافت ہی نہیں ہے مرید کیسے کروں میں مولانا کا سارا بیان سن کر انھیں پرانا شہر کانکرٹولہ بعد نماز عشاء حضور حبیب العلماء علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں لے گیا۔سلام ومصافحہ کے بعد حضرت نے بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ہم دونوں وہاں بیٹھے۔چائے یا پانی نوش بھی کیا۔بہت دیر تک مکالمہ ہوتا رہا گفتگو کے دوران مولانا صاحب نے اپنے علاقہ کا حال سنایا اور اظہار خیال کیا۔حضرت نے تھوڑی دیر سکوت اختیار کیا پھر اپنا دست شفقت انکے سر پر رکھ کر اجازت و خلافت سے نوازا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا طریقہ بھی بتایا اور پند ونصائح سے بھی نوازا پھر آپ بیٹھک سے آرام گاہ تشریف لے گئے۔بعدہ انکے شہزادے حضرت حسیب میاں سے گفتگو ہوتی رہی بعد اجازت ہم دونوں کی واپسی ہوئی۔غوث اعظم اعلیٰ حضرت مفتی اعظم کے اخلاق وکردار کو حضور حبیب ملت نے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔

ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا

بےکسی یار ہے کیا ہونا ہے

(کلام رضا)

***

مفتی اعظم کے نور الابصار

از: جناب محمد تسلیم رضا قادری (Master of Sociel worker) بریلی شریف

اللہ کا اختیار ہے جو اس نے دیا جو اس نے لیا اور جو شئی دنیا میں آئی اس کو آنا ہی تھا یہ قدرت کا نظام ہے ہر دن لاکھوں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں نہ آنا بڑی بات اور نہ جانا، پر اللہ کے کچھ نیک بندوں کا آنا خوشی اور جانا لاکھوں لوگوں کا غم، حضور تاج الاصفیاء ایسے ہی اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں ایک فرد جلیل تھے، خاندان اعلیٰ حضرت کی بڑی شخصیت میں سے تھے تقویٰ وطہارت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے عامل تھے بچے بڑے ہر خاص و عام علماء ومشائخ میں مقبول تھے سنیوں کے لئے پھول و بد مذہبوں کے لئے کھلی شمشیر تھے میں نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا ان کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوتا حضرت کو دیکھ کر مرشد برحق حضور صدر العلماء کی یاد آتی ہے، حضرت اپنے بھائیوں سے بہت محبت فرماتے صدر صاحب کے وصال کے بعد حضور تاج الاصفیاء نے مجھ سے خود فرمایا مجیب میاں اور اپنی اہلیہ کے انتقال میں مجھے اتنا غم نہ ہوا جتنا منجھلے بھائی (صدر صاحب) کے انتقال سے ہوا صدر صاحب اتنی محبت فرماتے کہ ہر کام کے لئے (تیجے کی فاتحہ، جنازے کی نماز، جلسے کی صدارت، دعا) کے لئے حضور تاج الاصفیاء کو بھیجتے، اور امین شریعت کی یہ محبت کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ مرید ہونے کے لئے آئے امین شریعت کے پاس کہلایا گیا کہ کچھ لوگ مرید ہونے کے لئے آئے ہیں، امین شریعت نے فرمایا تحسین میاں سے کہو یا حبیب میاں سے کہو کہ ان کو مرید کرلیں، اتفاق سے حبیب میاں صاحب امین شریعت کے کمرے میں پہنچ گئے حضور امین شریعت نے فرمایا کہ حبیب میاں بیٹھک میں کچھ لوگ ہیں ان کو مرید کرلو۔

وہ علم وعمل کے پیکر بڑے مرتبے کے مالک حضور تاج الاصفیاء جب اپنی علمی گفتگو فرماتے اس سے سیکڑوں لوگ ہدایت پاتے حضرت اپنی علمی گفتگو کے دوران بزرگوں کے واقعات بیان کرتے خاص کر مرشد گرامی سرکار مفتی اعظم کے واقعات بیان فرماتے تو اشکبار ہو جاتے حضرت کو لوگ یادگار سلف و یادگار مفتی اعظم بھی کہتے ہیں، خاندان اعلیٰ حضرت کے بزرگوں میں سرکار مفتی اعظم کی خدمت میں سب سے زیادہ رہے اور ہم نشین مفتی اعظم کہلائے۔

امام علم وفن حضور سیدنا امام احمد رضا خاں کے لخت جگر سرکار مفتی اعظم کا حضور تاج الاصفیاء پر خاص کرم تھا جن کے سایۂ کرم میں رہ کر برسوں فیضیاب ہوئے حضور مفتی اعظم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت نے اپنے خطوط میں حضور تاج الاصفیاء کو نور الابصار راحت جان جیسے پیارے پیارے القاب سے نوازا، استاذ العلماء حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کے شہزادے وشہزادیاں سبھی کرامات مفتی اعظم ہیں!

اس فقیر کی حضرت کے دولت خانے پر روز کی حاضری ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ میں اپنے وقت سے دیر حضرت کے دولت خانے پر پہنچتا، میرے دوست یا حضرت سے ملنے کی خواہش رکھنے والے لوگ میرے ساتھ حضرت سے ملاقات کرنے آتے پر پتہ چلتا کہ حضرت سو گئے میں دل میں سوچتا کہ ابّا میری لاج رکھ لے میں یہ کہہ کر لایا ہوں کہ حضرت سے ملاقات ہو جائے گی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور تاج الاصفیاء تشریف لا رہے ہیں۔

حضرت میری طرف دیکھتے اور مسکراتے اور پھر لوگوں سے مصافحہ کرنے لگتے یہ واقعہ میرے ساتھ کئی بار ہوا، 27 مارچ

2014 بروز جمعرات یہ فقیر حضور تاج الاصفیاء کے دولت خانے پر پہنچا میں نے حضرت کے جانشین حضرت حسیب میاں کو آواز دی ،حسیب میاں سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے بیٹھک میں بیٹھا دیا اور فرمایا میں کھانا کھالوں آپ بیٹھیں، وہ اندر جا رہے تھے کہ حضور تاج الاصفیاء تشریف لائے مسکراتے ہوئے فرمایا آپ اکیلے آئے ہیں میں نے کہا جی حضور جنید رضا آج ولیمے میں گئے ہیں حضرت بیٹھک میں تشریف لے آئے اور پلنگ پر لیٹ گئے میں نے حضرت کی ٹوپی اتاری اور سر پر مالش کرنے لگا حضرت سے بات چیت ہوتی رہی پھر حضرت نے مجھ سے وقت پوچھا میں نے بتایا 11 بجکر 20 منٹ ہوا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اب چلنا چاہئے حضرت بیٹھ گئے اس دن حضرت کے چہرے پر الگ سی رونق مسکراہٹ تھی میں نے حضرت سے قبر پر اذان کے تعلق سے سوال کیا حضرت نے اس کا جواب دیا اعلیٰ حضرت کے رسالے کے بارے میں بتایا اور فرمایا اعلیٰ حضرت نے کچھ نہیں چھوڑا ہے ایسی بات چیت میں وقت بڑھتا رہا روز کی طرح حضرت نے میرے اور میرے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی اور مجھے گلے سے لگالیا اور ماتھے پر پیار کیا۔

میں حضرت کا چہرہ دیکھ رہا تھا، چہرے کی وہ کشش اور وہ خوشی کچھ الگ سی تھی، 11:45 یا 11:50 پر میں نے اجازت چاہی، اجازت کے وقت میں نے حضرت سے کہا آپ مجھے اپنا بیٹا بچہ کہتے ہیں مجھے لکھ دیں حضرت نے بتایا کہ کیا لکھوں میں نے کہا کہ حضور مجھے آپ اپنا بیٹا کہتے ہیں میں اور میرے متعلقین قیامت میں آپکے ساتھ رہیں گے حضرت مسکرائے اور فرمایا ٹھیک ہے۔ میں نے حضرت کی دست بوسی کی اور میں بیٹھک کے باہر آ گیا، حضرت نے کواڑ بند کیا میں باہر کھڑا رہا کیونکہ جب ہم روز باہر آتے تو حضرت ہمیں کھڑکی سے یا مین ڈور سے ایک بار ہمیں دیکھتے ضرور مگر اس رات ایسا نہیں ہوا۔

28 مارچ 2014 صبح فجر سے پہلے حسیب میاں کا فون آیا میں گھبرا گیا کہ بھائی کا فون اس ٹائم فون اٹھا کر میں نے خیریت پوچھی بھائی نے کہا کہ ابّا کے ہاتھ میں درد ہے اور پسینہ آ رہا ہے، میں نے کہا کہ ڈاکٹر بیگ کو بلا لے بھائی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کا نمبر میرے پاس نہیں ہے میں نے بھائی سے کہا کہ میں ڈاکٹر صاحب کے یہاں ہوتا ہوا آ رہا ہوں جب میں حضرت کے دولت خانے پر پہونچا تو حضرت کے چھوٹے صاحبزادے حضرت نجیب میاں تشریف لائے اور بتایا کہ پڑوس میں ڈاکٹر چاند ہے انکو بلالیا نجیب میاں کے ساتھ میں گھر میں پہونچا حضرت آنگن سے کمرے کی طرف تشریف لا رہے تھے ڈاکٹر نے کہا کہ باہر بیٹھا دیجئے حضرت کمرے میں تشریف لے آئے حضرت نے مجھے دیکھا اور کہا کہ تسلیم رضا میں نے کہا جی حضور اور دست پاک کو پکڑ کر حضرت کو بیڈ پر لٹا دیا دیکھنے میں حضرت کی طبیعت ٹھیک لگ رہی تھی ڈاکٹر صاحب نے حضرت کا B.P چیک کیا وہ بھی زیادہ نہیں تھا، ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ کیا تکلیف ہے حضرت نے فرمایا ایک ہاتھ میں درد اور کچھ پسینے کی شکایت بتائی اور پیٹ کی تکلیف کا ذکر کیا ڈاکٹر صاحب نے دو گولیاں دیں انکو میں نے حضرت کو کھلا دیا ڈاکٹر صاحب نے Admit کرنے کا مشورہ دیا حضرت کے چہرے مبارک پر وہی مسکراہٹ تھی پھر حسیب بھائی نے ہنی بھائی کو فون کیا ہنی بھائی اپنی گاڑی لیکر آ گئے حضرت جب اپنے دولت خانے سے باہر نکلے تو ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت کہیں جلسے میں تشریف لے جا رہے ہیں میں نے حضرت کو گاڑی میں بیٹھایا اور حضرت کے شہزادے، ہنی بھائی اور میں حضرت کو Hospital لے گئے Hospital سے لوٹتے وقت حضرت قطب بریلی سرکار شاہ دانہ ولی سرکار کے آستانے پر 28 مارچ 2014 بروز جمعہ 6:20 پر وہ عالم وفقیر ور وشن چراغ گل ہو گیا اور دنیائے سنیت کو بلکتا، چھوڑ گئے اس سے دنیائے سنیت میں بڑا خلا پیدا ہو گیا جسکی تلافی مشکل ہے۔

***

تاج الاصفیاء حضرت حبیب العلماء کا اخلاق و کردار

از: مولانا محمد کوثر علی رضوی، مرکزی دار الافتاء بریلی شریف

تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ بیٹے دے تو صاحب (حضرت حسنین رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ) کے جیسے ان میں ایک پر ایک اچھے ہیں۔

سرکار مفتی اعظم ھند ''صاحب'' حضرت حسنین رضا خاں بن استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں کو کہتے تھے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد و دین ملت الشاہ امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال کے دن حضرت حسنین رضا خاں قادری کو بٹھا کر وصیت قلمبند کرائی۔

وصایا شریف میں ہے کہ وصال کے دن حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا ''اب میں تم تین کو چھوڑ رہا ہوں تم ہو، مصطفیٰ رضا ہیں، اور تمہارا بھائی حسنین ہے سب مل کر کام کروگے تو خدا کے فضل وکرم سے کر سکوگے اللہ تمہاری مدد فرمائیگا''۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں ان کا علمی مقام کیا تھا وہ بہترین صلاحیتوں کے مالک تھے مؤلف وصایا شریف حضرت حسنین رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کے بھتیجے، داماد، شاگرد اور خلیفہ تھے انکی پیدائش محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کی ولادت سے چھ ماہ قبل ہوئی اور وصال حضور مفتی اعظم ھند سے گیارہ ماہ قبل ہوگیا۔ [وصایا شریف ص:۱۸ مضمون تاج الاصفیاء حبیب ملت]

مؤلف وصایا شریف کے شہزادہٗ اصغر تاج الاصفیاء حبیب العلما نور دیدۂ مفتی اعظم ہند عالم باعمل حبیب ملت حضرت علامہ مفتی محمد حبیب رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ (ماموں صاحب) ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ دار فانی سے کوچ کر گئے اور ہم سب سنیوں کو داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

نبیرۂ استاذ زمن نمونۂ اسلاف صوفیٔ باصفا حبیب ملت مفتی محمد حبیب رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ کی خبر وفات سنتے ہی ہر طبقہ عالم حسرت میں ڈوب گیا اور زبانیں بے ساختہ دعائیں دینے لگیں اور برکتیں حاصل کرنے لگیں انکی زندگی کے اوراق کا مطالعہ کریں گے تو بے ساختہ بول پڑیں گے کہ ایسا سچا ایماندار اور بلا وجہ شرعی کسی کو رنجیدہ نہ کرنے والا، چہرۂ مبارک پر ہمیشہ مسکراہٹ رکھنے والا، ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے والا اور دعوت و تبلیغ اور تعویذات کے ذریعہ مخلوق خدا کی امداد واعانت کرنے والا دوسرا دیکھنے میں نہیں آیا، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ کا ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ یوم جمعہ مبارک کو وصال ہوا، ایسے ہی حبیب العلماء تاج الاصفیاء مفتی حبیب رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ نے بھی وصال کا دن جمعہ مبارکہ پایا یوم جمعہ کی بے شمار فضیلتیں ہیں فتاویٰ رضویہ شریف جلد چہارم ص ۲۴/ پر ہے۔ ''شب جمعہ اور روز جمعہ کو اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے

یہ حکم ہے کہ جو مسلمان ان میں مریگا سوال نکیرین وعذاب قبر سے محفوظ رہیگا‘‘۔

تاج الاصفیاء حبیب ملت ماموں صاحب کی رحلت سے ہم لوگوں کو جو رنج وتکلیف اور ٹھیس پہنچی اس سے کہیں زائد تکلیف مرشدی واستاذی قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی والنورانی کو پہنچی حضور تاج الشریعہ تاج الاصفیاء پر بہت ہی زیادہ اعتماد ویقین کرتے تھے اور اہم معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے جب بھی ماموں صاحب حبیب ملت تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند کے پاس تشریف لاتے تو ماموں صاحب سے پہلے ہی حضور تاج الشریعہ انکو سلام پیش کردیتے تھے۔

راقم الحروف سے تاج الاصفیاء حبیب ملت بہت ہی زیادہ شفقت ومحبت فرمایا کرتے تھے جب بھی حضرت تاج الاصفیاء سے ملاقات ہوتی تو بہت خوش ہوتے اور دعائیں دیتے اور مصافحہ کرتے بسا اوقات اپنے سینہ مبارک سے لگا لیتے تھے۔

۵ رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ کو میں (راقم السطور) نے تاج الاصفیاء سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے جنازہ کے تعلق سے ایک مضمون تحریر کروایا تھا جو بہت ہی عمدہ ہے اور تعارف مؤلف علیہ الرحمۃ کے نام سے وصایا شریف میں ضم ہے حبیب ملت فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے جنازہ مبارکہ کی نماز حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں صاحب نے پڑھائی ۔کے متعلق ایک نوٹ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے وصایا شریف میں لگایا تھا اس کو اس زمانہ میں کسی نے حذف کردیا وہ نوٹ فقیر نے بھی پڑھا تھا نیز والد صاحب قبلہ نے یہی فرمایا تھا کہ بھائی صاحب (حجۃ الاسلام) نے نماز جنازہ پڑھائی افسوس ہے کہ وہ کیوں چھپنے سے رہ گیا اور اخیر میں راقم السطور کے لئے دعائیہ کلمات تحریر فرماتے ہیں عزیز وافرتمیز مولانا حافظ محمد کوثر علی صاحب رضوی کو مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کام کو ترتیب جدید اور ضروری حاشیہ کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ [وصایا شریف ص ۱۹ مضمون تاج الاصفیاء حبیب ملت]

عزیز واقارب پر شفقت ومحبت کرنا انکی عادت کریمہ تھی انکے مرشد برحق تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم بھی تاج الاصفیاء حبیب ملت سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے جیسا کہ انکے خطوط سے ظاہر ہے ایک نامہ میں حضور مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں۔ برخوردار نور الابصار حبیب میاں سلمہ الرحمٰن اور دوسرے رقعہ میں حضور مفتی اعظم ہند یوں رقم طراز ہیں برخوردار راحت جان حبیب میاں سلمہ الرحمٰن۔

حضور مفتی اعظم ہند کانکر ٹولہ کہیں بھی آتے تاج الاصفیاء حبیب ملت کے گھر ضرور تشریف لاتے آپکی شادی بھی سرکار مفتی اعظم ہند کی نواسی سے ہوئی اور یہ بھی خوش نصیبی کے مرشد برحق کے دولت کدہ سے ہوئی مرشد برحق سرکار مفتی اعظم ہند کی صحبت کیمیاء اثر نے وہ گل کھلائے جو شیخ کامل کی بارگاہ میں برسہا برس رہنے سے بھی نہیں مل سکتا تھا تاج الاصفیاء حبیب ملت وہ خوش نصیب ہیں جنکو سرکار مفتی اعظم ہند نے اپنا بیٹا سمجھا تاج الاصفیاء حبیب ملت نے اپنے مرشد برحق کے شب وروز دیکھا خلوت وجلوت میں ساتھ رہے اور اخلاق وکردار کا عینی مشاہدہ کیا، اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔

نور دیدۂ مفتی اعظم ہند عالم باعمل صوفیٔ باصفا حبیب العلماء تاج الاصفیاء حبیب ملت نہایت سادگی پسند خوش اخلاق کم گو اور سرکار مفتی اعظم ہند کے فیض یافتہ شاگرد و مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔

تاج الاصفیاء حبیب العلماء جب بھی اپنے مرشد برحق سرکار مفتی اعظم ہند کا ذکر جمیل کرتے انکی آنکھیں نم ہوجاتیں اپنی آنکھوں

سے جو مشاہدہ کیا تھا ہم لوگوں سے وہ بیان فرمایا کرتے تھے تاج الاصفیاء حبیب ملت فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور مفتی اعظم ہند کے ہمراہ رکشہ پر کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ سرکار مفتی اعظم ہند نے ارشاد فرمایا کہ صاحب (حضرت حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ) کے سب بیٹے اچھے ہیں لیکن تحسین میاں ان میں گل سرسبد ہیں پھر تاج الاصفیاء حبیب ملت فرماتے ہیں: سرکار مفتی اعظم ھند علیہ الرحمۃ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جانتے ہو گل سرسبد کسے کہتے ہیں مالی ٹوکری میں سب سے خوبصورت پھول سب پھولوں سے اوپر رکھتا ہے اسکو گل سرسبد کہتے ہیں حضرت تاج الاصفیاء حبیب ملت فرماتے تھے کہ گل سرسبد کا راوی میرے علاوہ کوئی نہیں۔

تاج الاصفیاء مزید فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی مسئلہ سرکار مفتی اعظم ہند سے دریافت کرنا ہوتا تو دل میں ارادہ کرکے گھر سے چلتے کہ حضرت سے یہ مسئلہ آج دریافت کریں گے، سرکار مفتی اعظم ہند باتوں باتوں میں میری طرف دیکھتے ہوئے میرے سوال کا جواب بھی دے دیا کرتے تھے تاج الاصفیاء قسم کھا کر فرماتے تھے بارہا میرے ساتھ ایسا ہوا کہ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے میرے سوال کا بھی جواب دے دیا کرتے تھے گویا کہ سرکار مفتی اعظم ھند اپنے مرید صادق اور خلیفہ مجاز کے حالِ دل سے آگاہ ہوں۔

تاج الاصفیاء حبیب ملت فرماتے تھے کہ اگر کوئی یہ کہتا کہ مدرسہ منظر اسلام کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے قائم کیا ہے تو سرکار مفتی اعظم جلال میں آجاتے اور فرماتے یہ جھوٹ ہے چچا جان نے قائم کیا ہے۔

استاذ زمن نے قائم کیا ہے حبیب میاں تمہارے دادا جان نے قائم کیا ہے۔ ماموں صاحب حبیب ملت نے مجھ حقیر (راقم السطور) سے بارہا اس روایت کو بیان فرمایا۔

تاج الاصفیاء حبیب ملت فرماتے تھے کہ مفتی شریف الحق امجدی اور قاضی ملت مفتی محمد عبدالرحیم بستوی اور میرے درمیان خوب علمی اور مزاحیہ باتیں ہوتی تھیں قاضی صاحب فرماتے تھے کہ آپ لوگوں کی باتیں خوب مزیدار ہوتی ہیں، تاج الاصفیاء حبیب ملت مجھ حقیر (راقم السطور) سے بہت خوش ہوتے تھے جب بھی مرکزی دارالافتاء سے نیچے آتا اور حضرت حبیب ملت سے سلام ومصافحہ کے لئے جاتا تو حضرت حبیب العلماء تعویذ و کام میں مشغول ہونے کے باوجود مجھ حقیر پر کرم فرماتے سلام کا جواب دیتے مصافحہ کر کے دعائیں دیتے اور اکثر اپنے سینے مبارکہ سے لگالیتے جب میری شادی نہیں ہوئی تھی تو بعد دعا مزاحاً فرماتے ''اللہ کرے آپکا بیاہ ہوجائے'' تو ہم سب حاضرین ہنس پڑتے، اور جب میری شادی ہوگئی تو فرماتے کہ اب تو دعا قبول ہوئی اب کس چیز کی دعا کرائیں گے اور مسکرانے لگتے بعدہ مزید دعائیں دیتے۔

تاج الاصفیاء حبیب ملت کی مجھ حقیر پر بہت کرم فرمائیاں ہیں جب میں منظر اسلام میں زیر تعلیم تھا اسی وقت سے حضرت کی خدمت اقدس میں آتا اور نصیحت آمیز باتیں سنتا تھا حضرت اکثر حاضرین سے فرماتے تھے کہ یہ پڑھنے کے زمانہ سے میرے پاس آکر بیٹھتے ہیں اور لڑکے منشی اسرار کے پاس بیٹھتے تھے لیکن یہ میرے پاس بیٹھتے ہیں۔

آپ کو اشعار بہت یاد تھے اکثر قدیم شاعروں کے اشعار سنایا کرتے تھے اگر کوئی غلط شعر پڑھتا تو فوراً اصلاح فرمادیتے تھے کہ شعر ایسا ہے۔

استاذ گرامی قاضیٔ ملت مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد کبھی کبھی چائے نوشی کے لئے حضرت ماموں صاحب کو مرکزی دارالافتاء لے جاتا تھا کہ حضرت آپکی وجہ سے رونق بڑھ جاتی ہے۔ حضرت حبیب ملت مجھ سے حوالے تلاش کروایا

کرتے تو میں کتابیں لے جا کر انکو دکھا دیا کرتا تھا آخری مسئلہ انہوں نے دریافت کیا کہ ایک مفتی صاحب فرما رہے تھے کہ اولیائے کرام کی رسائی لوح محفوظ پر نہیں ہوتی اور اعلیٰ حضرت کی طرف وہ منسوب کر رہے ہیں میں نے عرض کیا فتاویٰ رضویہ شریف میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے عزت پروردگار کی قسم بے شک سعید وشقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں بے شک میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں ہے تو ماموں صاحب نے فرمایا کہ مولانا روم نے بھی اسی مضمون کا ایک شعر کہا ہے۔

وصال سے ایک دن قبل مرکزی دارالافتاء سے بعد چھٹی اپنی گاڑی سے مسجد جا رہا تھا کہ راہ میں حضرت تاج الاصفیاء رکشہ پر تشریف لا رہے تھے حضرت کی نظر جب مجھ حقیر (راقم السطور) پر پڑی انہوں نے رکشہ رکوایا میں بھی اپنی گاڑی سے اتر کر حضرت سے سلام ومصافحہ کیا حضرت حبیب العلماء فرمانے لگے میں آ رہا ہوں اور آپ جا رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور ڈیڑھ بجے نماز پڑھانی پڑتی ہے تو حضرت مسکرانے لگے اور سر پر ہاتھ رکھا اور رکشہ والے کو چلنے کا اشارہ کر دیا اس دن حضرت تاخیر سے آئے تھے روز جمعہ میرے رفیق گرامی گلاب بھائی نے فون پر بتایا کہ ماموں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے تو میں کانپ گیا یقین نہیں ہو رہا تھا کہ خبر سچی ہے گلاب بھائی سے میں نے کہا نہیں کل ہی تو حضرت سے ملاقات ہوئی تھی حضرت اچھے خاصے تھے مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے بعد جمعہ جب کانکرٹولہ دیدار کے لئے گیا دیکھا جیسے حضرت گہری نیند میں آرام فرما رہے ہیں دوسرے روز جب کانکرٹولہ گیا لوگوں کا ہجوم و اژدحام دیکھ کر حضرت کی مقبولیت کا اندازہ ہوا، ہر خاص وعام کی زبان پر حبیب العلماء کا ذکر جمیل تھا، بعد غسل مولانا شہاب الدین رضوی، شہزادۂ تاج الشریعہ محبوب العلماء والمشائخ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری سے گلے مل کر رونے لگے تو میری آنکھیں بھی اشک بار ہو گئیں اور مفتی عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے راقم السطور کو بھی گلے لگایا اور انکی آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں۔

حبیب العلماء کی نماز جنازہ میں بیشمار لوگوں نے شرکت کیں قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی صدر العلماء تحسین ملت مفتی محمد تحسین رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حبیب العلماء تاج الاصفیاء نے انکی کمی محسوس نہیں ہونے دیا دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری بحسن وخوبی نبھا رہے تھے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

رمضان شریف میں ہر سال بائیسویں شب کو میرے یہاں مسجد گھیر فتح محمد خاں شاہمت گنج تشریف لاتے تھے اگر کوئی اس تاریخ کو دعوت دیتا تو حبیب العلماء قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ حضرت حبیب العلماء کو لانے کے لئے جناب عبدالواحد بھائی اور شاگرد رشید حافظ عبدالحفیظ کو بھیجا تو دونوں حضرات نے دیکھا کہ کار کھڑی ہے اور حضرت تیار ہو کر نکل رہے ہیں ان دونوں نے عرض کیا مفتی صاحب کے یہاں سے آئے ہیں تو حبیب العلماء نے ارشاد فرمایا اچھا ہوا آپ لوگ آ گئے اور کار کو واپس کر دیا اور رکشہ پر بیٹھ کر جشن ختم قرآن میں تشریف لے آئے شہزادۂ حبیب العلماء حسیب رضا خاں کی شادی میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکا جب تاج الاصفیاء سے ملاقات ہوئی تو فرمایا مجھے امید تھی کہ کوئی آئے یا نہ آئے آپ ضرور آئیں گے، اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں حقیر (راقم السطور) سے کس قدر محبت فرماتے تھے ہمیشہ میری خیریت معلوم کرتے رہتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ انکے درجات کو بلند فرمائے اور انکا فیضان ہم سب پر جاری وساری فرمائے۔ آمین ثم آمین

***

حبیب ملت عالم باورع

از: مولانا محمد مناف رضوی مرکزی، مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

الناس صنفان موتی فی حیاتھم والآخرون تحت التراب احیاء باعث صد افسوس ہے یہ خبر کہ علم وعمل کا پیکر صبر وشکر کا خوگر باغ رضا کا کوکب حضرت علامہ مفتی حبیب رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرمان باری تعالیٰ **کل نفس ذائقۃ الموت** کے مصداق ہوے ۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۷/مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بعد نماز فجر تقریباً ۶ بجکر ۲۰ منٹ پر اس دار فانی سے غروب ہوکر دار بقا کی طرف طلوع ہوگے **انا للہ وانا الیہ راجعون**

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے برادر خرد علامہ حسن رضا علیہما الرحمۃ والرضوان کے پوتے اور محدث بریلوی علامہ تحسین رضا خان کے برادر اصغر شہزادہ تاج الشریعہ مولانا عسجد رضا خان کے خال محترم تھے۔ آپکا خاندان علم وہنر شریفانہ ثقافت وتہذیب کا مالک ہے۔ اس خاندان سے صرف قرب وجوار کے قریات وقصبات ہی نہیں بلکہ برسوں سے پوری دنیا کو دین و دانش وفکر وشعور کا فیض مل رہا ہے۔

حضرت حبیب العلماء حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے آغوش علم کے پروردہ صحبت یافتہ اور ہمنشیں تھے۔ حضرت مفتی اعظم ہند کی آپ پر اس قدر شفقتیں نوازشیں تھیں کہ دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا کہ آپ حضرت کے پسر عزیز ہیں آپ گوناں گوں اوصاف جمیلہ کے مالک تھے۔ عالمانہ وقار حسن اخلاق نرم خوئی خوش مزاجی متانت وسنجیدگی ناموری وجاہ طلبی سے بے نیازی تواضع وانکساری خوردنوازی آپکی فطرت میں بس گئی تھی حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے تھی (اللہ اولاد دے تو صاحب کے اولاد جیسے) صاحب حضرت اپنے چچازاد بھائی ہم سبق ساتھی حضرت حبیب ملت کے والد محترم علامہ حسنین رضا کو کہتے تھے۔ حضرت حبیب العلماء کا ایک ملفوظ میرے گوشہ ذہن کے نہاں خانہ میں محفوظ ہے نظر قارئین کرتا ہوں ایک مرتبہ راقم السطور ملاقات وزیارت کی غرض سے حضرت کی بارگاہ میں پہنچا تو حضرت نے کسی بات پر یہ واقعہ سنایا کہ (ایک مرتبہ میں فرش پر نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہوا حضور مفتی اعظم ھند نے اپنا رومال میرے لئے بچھادیا میں اس پر اپنا قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا میں نے منع کیا اور بہت کوشش کی کہ آپ کے رومال پر میرے قدم نہ پڑیں لیکن حضرت نے مجھے پکڑ کر کھڑا کردیا اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ حضرت کا کس قدر ادب و احترام کرتے تھے اور آپ سے حضرت کس قدر محبت فرماتے۔ آپ کی اداؤں میں مفتی اعظم ہند کا تقویٰ جھلکتا تھا آپ اپنی اکثر نصیحتوں کو بزرگوں کے واقعات خصوصا حضرت مفتی اعظم ہند کے واقعات سے مزین ومؤید فرماتے آپکی بارگاہ سے اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ھند کا فیض ملتا حضرت کے پاس بیٹھنے سے بزرگوں کی یاد تازہ ہوجایا کرتی تھی یقیناوہ حبیب العلماء بقیہ السلف اور عصر حاضر میں اسلاف کی یادگار تھے اللہ تعالی اہلسنت کو انکانعم البدل عطا فرمائے آمین۔

حبیب العلماء علم وعمل کے پیکر تھے خشیت الٰہی کا جلوہ آپ کے سینہ میں بسا ہوا تھا جس کی وجہ سے عقائد حقہ پر گامزن ہونے کے ساتھ عمل صالح کی طرف ہمیشہ راغب رہتے قرآن کریم ایسے نفوس قدسیہ کے اوصاف یوں بیان فرماتا ہے۔ (**انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**)

۱۹۷۸ء میں حبیب العلماء نے باضابطہ حضرت مفتی اعظم ھند کی سرپرستی وشاگردی میں فتاویٰ نویسی شروع فرمایا کسی مسئلہ کا جواب لکھنے کے بعد آپکی بارگاہ میں بغرض تصحیح پیش فرماتے ساتھ ہی آپکے فتاویٰ رجسٹر میں نقل فرماتے اس طرح آپ نے طبیب حاذق کے پاس مدتوں مطب کیا جس کی وجہ سے آپ دقیق نظر کہنہ مشق تھے جماعت اہلسنت کے ممتاز علماء میں آپ کا شمار تھا عمدہ قلم کار بہترین فارسی داں تھے ایک مرتبہ کسی نے آکر اپنی پریشانی سنانا شروع کی حضرت نے یہ شعر تسلی دیتے ہوئے سنایا جو آج بھی راقم کے گوشۂ ذہن میں محفوظ ہے ع

مرد باید کہ ہراساں نشود پریشانئے نیست کہ آساں نشود

بلاضرورت اپنی پریشانی دوسروں کو سنانے سے منع فرماتے تھے حبیب العلماء کے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے علماء وعوام کا طبقہ آپ سے بہت مانوس رہتا لوگوں کے دلوں کا جھکاؤ اور آپ سے لوگوں کا لگاؤ اس بات کی دلیل ہیکہ آپ محبوب مقبول بارگاہ خداوند قدوس ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (ان الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لهم الرحمن ودّا) ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے انکے لئے رحمٰن محبت پیدا فرمادیگا۔یعنی خدائے تعالیٰ محبوب بندہ بنا کر بندوں کے دلوں میں اسکی محبت ڈال دیگا۔مشہور راوی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں،(یحبّهم ویحببهم) یعنی اللہ انسے محبت کریگا اوران لوگوں کا محبوب بنا دیگا۔اس آیت کی تفسیر حدیث پاک میں آئی ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: یعطی مؤمن مقامةفی قلوب الابرار و مهابةفی قلوب الفجار، ترجمہ:اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے مومن کی وارفتگی ابرار کے دلوں میں عطا فرماتا ہے اور برے لوگوں کے دلوں میں انکی ہیبت وجلالت پیدا فرما دیتا ہےاوراس آیت کی تفسیر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: ”ما اقبل العبد الی اللہ الا اقبل اللہ قلوب العبا د الیه“ ترجمہ: کوئی بندہ خدا کی طرف نہیں متوجہ ہوتا ہے مگر خدائے پاک اپنے نیک بندوں کے دلوں کو اسکی طرف پھیر دیتا ہے۔ چنانچہ چشم فلک گواہ ہے کہ جس شخص نے اللہ ورسول کی رضا کے لئے اپنے آپکو وقف کردیا وہ دنیا میں تو مرجع انام ہوتا ہی ہے جب وہ مسافر راہ آخرت ہوتا ہے تب بھی مؤمنوں کا ایسا ہجوم اپنے کندھوں پر رکھنے کا شرف حاصل کرنے کیلئے امنڈ پڑتا ہے کہ لوگوں کی آنکھیں خیرہ خیرہ ہوجاتی ہیں اوراغیار حیرت زدہ انگشت بدنداں ہوجاتے ہیں جیسا کہ اس بات پر حضرت مفتی اعظم،حضرت محدث بریلوی،اور حضرت حبیب العلماء وغیرہم رضی اللہ عنہم کے جنازہ میں لوگوں کی کثرت شاہد عدل ہے۔

بلا شبہ حضرت حبیب العلماہ کی ذات کا شمار ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو مرجع عوام وخواص اور رونق محفل رہے جن کے ذکر سے مسام جاں معطر ہوجاتے ہیں آپ نے دنیا کے نام ونمود سے کنارہ کشی کرکے تواضع وانکساری کا لبادہ اوڑھے رکھا مگر اسکے باوجود شہرت نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا سچ یہ ہے کہ۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو انکے فیوض وبرکات سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین علیه وعلیهم الصلوٰة والتسلیم

***

حبیب ملت ایک مرد حق آگاہ

از: حضرت مولانا محمد صغیر احمد برکاتی، دارالعلوم مظہر اسلام، بی بی جی مسجد بہاری پور بریلی شریف

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جس کے نشان کبھی

مجسمۂ علم وحلم حضور شاہ مولانا حبیب رضا خان قبلہ کے بارے میں کچھ لکھنا چاہا تو میری نظر ایک کلام فیض اثر پر جم گئی تحریر تھی، صاحب کے سبھی صاحبزادے ماشاء اللہ بہت خوب ہیں ذی علم ہیں، یہ بافیض قول حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ چونکہ شہزادۂ استاذ زمن برادرزادے و داماد رضا محرک مشن اعلیٰ حضرت حضرت علامہ حسنین رضا رحمۃ اللہ علیہ کو اہل خاندان صاحب کے عرفی نام سے یاد کیا کرتے تھے، لہٰذا یہ اشارہ انہیں کے بیٹوں کی طرف تھا اور ان کے پسران صاحبان کے دینی جاہ وجلال حلم ووقار علم وعمل کی تابناکی کو ثابت کرنے کے لئے تاجدار اہلسنّت کی باکرامت شخصیت کی توجہ اور ان کے اثر سے حضور حسنین رضا خاں صاحب کے تینوں بیٹے یعنی حضور امین شریعت، حضور تحسین ملت، حضور حبیب ملت علیہم الرحمہ فہم وفراست، عبادت وریاضت، زہد وورع، اخلاق وکردار، رفتار وگفتار حلم ووقار فضل وشرف تقویٰ وپرہیزگاری تواضع وانکساری حیا ومروت علم وعمل کے درنایاب ہوگئے اس پرفتن پر آشوب پر نفاق دور میں جبکہ ہر شخص دوسرے کے دامن کو داغدار کرنے کے لئے حیلے بہانے کی تلاش وجستجو میں لگا ہوا نظر آتا ہے اپنے دامن کو بچا کر گزرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے خدا رسیدہ خاصان خدا ہی اس میں کامیاب ہوتے ہیں، حضور حبیب ملت خدا ترس بزرگ تھے کرامت مفتی اعظم بن کر صاف دامنی کے ساتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے، حسن اتفاق دیکھئے کہ شہید راہ حق صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بھی جمعہ کے مبارک دن میں سوئے ملک عدم روانہ ہوئے اور حبیب ملت حضرت علامہ حبیب رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی جمعہ مبارک کو واصل بحق ہوئے، دونوں بزرگوں کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ علین میں ٹھہرائے اس مرد حق آگاہ کے وصال پر ملال پر اہلسنّت والجماعت کے افسردہ چہروں کو دیکھ کر یہ اشعار زبان پر آجاتے ہیں۔

یہ آج دہر میں کس کی وفات کا غم ہے
فسردہ چہرے ہیں چشم حیات پرنم ہے
صدائے بلبل رنگیں میں سوز ماتم ہے
ہے گل بھی چاک بداماں صبا بھی برہم ہے

افسوس صد افسوس جن کے چہرۂ منور اور مسکراتے رخ زیبا کو دیکھ کر سیکڑوں ہمت چھوڑے حوصلہ توڑے ہوئے پریشان حالوں کو قرار وسکون مل جاتا تھا جن سے علماء، فضلاء، مفتیان کرام حالات مفتی اعظم ہند واعلیٰ حضرت پوچھتے تھے جن کی رہنمائی سے کتنے ہی الجھے مسائل سلجھ جاتے تھے، وہ دین کے عظیم رہنما ہم سے رخصت ہوگئے۔ اخیر میں حضور حبیب ملت علیہ الرحمہ کے مشہور علمی شخصیت ہونے کی دلیل میں ہم سکۂ رائج الوقت دنیائے اسلام کے سالار اعظم قاضی القضاۃ فی الہند راس علماء اسلام تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضور الشاہ علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا قول پیش کرتے ہیں مجھے عالم دین (بقیہ ص ۵۲/پر۔۔۔)

تمہارے بعد تمہاری کمی ستائے گی

از: حضرت مولانا محمد آفاق رضا برکاتی، استاذ رضوی دار العلوم مظہر اسلام سٹی اسٹیشن بریلی شریف

تاج الاصفیاء حضور حبیب ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک ایسی باکمال شخصیت کا نام ہے جس کو قدرت نے بطور خاص منتخب کیا تھا۔

انسان کی زندگی کی ڈور قدرت کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور دست قدرت ہی اسے حرکت و جمود اور سعی عمل کے مرحلے سے گزارتا اور ہمکنار کرتا ہے۔ سن وسال کی بہتات الگ چیز ہے اور علم وعمل کی فراوانی الگ۔ انسانی تاریخ میں ایسے بہت سے نظیر وشواہد موجود ہیں جیسے ایک سیل آب نے کناروں کو توڑ ڈالا ہو یا بجلی کی ایک کوند ہو جس نے ایک لمحہ گریز اں کے اندر زمین وآسمان کا گوشہ گوشہ منور کر دیا ہو ایسی مثالوں سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ اس کے لئے صرف صلاحیتوں کا ہونا ہی ناگزیر نہیں ہوتا بلکہ توفیق الٰہی اور قدرت کا یہ انتخاب وفیصلہ کسی فرد خاص سے یہ خدمات لیتا ہے اور اسے ان منزلوں تک رسائی عطا کرتا ہے جہاں پہنچنے کی اجازت ہر ایک کو مرحمت نہیں ہوتی ہے عقل کو حیرت میں ڈالنے والے اکثر کارنامے ایسے ہی معرض وجود میں آتے ہیں میرا ماننا ہے کہ جن لوگوں کو نمایاں کارکردگی کی آسمانی نوید حاصل ہوتی ہے وہی ایسے کام کر جاتے ہیں جن کے بارے میں دوسرے زندگی بھر محض سوچ اور منصوبے ہی بناتے رہ جاتے ہیں۔

تاج الاصفیا حضرت علامہ ومولانا مفتی حبیب رضا خاں صاحب بھی ایک ایسی ہی باکمال شخصیت کا نام ہے جس کو قدرت نے بطور خاص منتخب کیا تھا اور ان کی ذات کو ان ساری صفات محمودہ وفاضلہ سے آراستہ کر دیا تھا جو جہاں علم وعمل میں مردانِ حق کا سرمایہ ٔ امتیاز ہوتی ہیں انکا عمل انکے علم کے شانہ بشانہ نئے امکانات دریافت کرنے میں ہمہ وقت کوشاں وسرگرداں رہتا تھا میں اور مفتی محمد فرقان رضا نوری صاحب پورنیہ صوبۂ بہار کے دورے پر تھا بذریعہ فون جب انکی وفات کی خبر موصول ہوئی تو کچھ دیر کے لئے میں سکتے میں آ گیا اور ایسا لگا جیسے کسی نے میرے سامنے سے روشن مستقبل چرا لیا ہو۔ تاج الاصفیا یقینا اہلسنت والجماعت کے درخشاں مستقبل کے ضامن تھے تو بریلی شریف کو کون نہیں جانتا اور اس کی خاک سے اٹھنے والے استقامت کے جبال وحمیت کے پیکر عزم صمیم کے علمی نمونے ملی وفاداری ومحبت گھٹی میں لیکر پیدا ہوئے علماء حق کی خدمات نے اہلسنت والجماعت کی اعتقادی حقانیت کو جس مضبوطی کے ساتھ ثابت کیا ہے اس سے کونسا ایسا صاحب بصیرت شخص ہے جو واقف نہ ہو، بریلی شریف کا نام تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے اسی لئے درج ہے کہ اس نے ملت کو بہت سے ہیرے اور جواہرات عطا کئے ہیں۔

حضرت حبیب ملت علیہ الرحمۃ بھی حسان الہند حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اسی کنز علم وعمل کا ایک گوہر نایاب تھے جنھوں نے اپنی چمک ودمک سے پوری دنیائے سنیت پر بکھیر کر موت کے گھنگھور اندھیرے نے انہیں اپنا اسیر کر لیا۔ لیکن آپ نے اپنی پوری زندگی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کر دی تھی، مرکزی دار الافتاء میں دینی مسائل کے ذریعہ خواہ عوام کا طبقہ ہو یا خواص کا، علماء کا ہو یا عامۃ الناس کا، ان پر کاربند رہے۔ تاج الاصفیاء اوامر ونواہی کی تلقین میں سختی اور شدت سے پیش آتے تھے۔ آپ کی نگاہ میں وہ عام مسائل اس خرقہ پوش پیر اور جبہ ودستار میں لپٹے ہوئے عالم سے زیادہ قابل قدر اور لائق تعظیم ٹھہرتے تھے جو احکامات کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھکر پوری (بقیہ ص ۱۷ پر۔۔۔)

حبیب ملت پیکر الفت ومحبت

از: حضرت مولانا عقیل اختر القادری، استاذ رضوی دار العلوم مظہر اسلام نزد سٹی اسٹیشن بریلی شریف

یہ مشاہدہ رہا ہے کہ جو قوم اپنے پیشوا کی تاریخ کو بھلا دیتی ہے آنے والی قوم اسے بھلا دیتی ہے اور جو قوم اپنے پیشوا کو یاد رکھتی ہے آنے والی قوم اسے بھی یاد رکھتی ہیں اور تاریخ کے اوراق میں اس قوم کے نام بھی سنہرے حروف سے مرقوم ہوتے ہیں انہیں پیشواؤں میں سے ایک عظیم نام نبیرۂ استاذ زمن شہزادۂ حسنین ملت حضور حبیب ملت حضور حبیب ملت علیہ الرحمۃ ورضوان کا ہے جنکی الفت ومحبت کے روشن ترین کچھ دیدہ گوشوں کو اپنے احباب واقربا کے پیش نظر کر کے حضور حبیب ملت کے روحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں خدا کرے میری نوک قلم سے صفحات قرطاس پر ابھرنے والے نقوش بارگاہِ ربّ العزت میں شرف قبولیت سے مشرف ہوں اس سے قبل کہ حضور حبیب ملت علیہ الرحمہ کی الفت ومحبت پر کچھ تحریر کروں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شہر کو آپ نے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی اہل عقیدت اس شہر کو کس الفت ومحبت کے ساتھ یاد کرتے ہیں یہ جگ عیاں ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف حضور حبیب ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا شجرہ مبارکہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا تو حبیب ملت انتہائی پیار ومحبت سے پیش آئے اور مجھ سے پوچھا مولانا آپ کہاں سے آئے ہیں تو میں نے عرض کیا حضور رضوی دار العلوم مظہر اسلام سٹی اسٹیشن سے آیا ہوں تو حضور حبیب ملت نے فرمایا وہاں آپ کیا کرتے ہیں میں نے عرض کیا حضور میں وہاں کا خادم ہوں آپ کیا لینگے حضور مجھے شجرہ کی ضرورت ہے تو حبیب ملت نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا جتنا لینا ہے لے لیجئے یہ ہے حبیب ملت کی الفت ومحبت اور ذرہ نوازی کہ آپ بچوں کے ساتھ بھی بڑی خندہ پیشانی اور اخلاق ومحبت سے پیش آتے یعنی نمونۂ اسلاف واخلاف تھے۔

وہ حبیب ملت جو الفت کا دریا اور پیار کے سمندر تھے۔

وہ حبیب ملت جنکے اخلاق وکردار میں سورج کی کرنوں کی سی تابنا کی تھی۔

وہ حبیب ملت جو مذہب ومسلک کے پیشوا تھے۔

وہ حبیب ملت جو علم کا دریا اور پیار کا ساغر تھے۔

وہ حبیب ملت جو شریعت وطریقت کے جامع تھے۔

وہ حبیب ملت جو بزم تصوف کا اجالا تھے۔

وہ حبیب ملت جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق وشیدا تھے۔

وہ حبیب ملت جو سنیوں کے علم بردار تھے۔

وہ حبیب ملت جو مفتی اعظم کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

وہ حبیب ملت جو اخلاق کے جبل شامخ تھے۔

وہ حبیب ملت جو قوم وملت کے معمار اعظم تھے۔

ایک شعر کہکر اپنی گفتگو کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

علم کا دریا پیار کا ساغر ناز کرے ان پر اخلاق ❋ پیکر شفقت حبیب ملت فیض مجسم زندہ باد

عاشق مصطفیٰ تاج الاصفیاء

از-مولانا محمد عابد رضا نوری ازہری گیسٹ ہاوس بریلی

آپ کی طلعت کو دیکھا جان دی
قبر میں پہنچا تو دیکھا آپ ہیں

[سفینۂ بخشش، حضور تاج الشریعہ]

عاشق مصطفیٰ، تاج الاصفیا حضرت علامہ محمد حبیب رضا خاں صاحب (ماموں صاحب) ہم جانثاران اہلسنّت کو ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۲۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

میں ۱۲/۱۳ /سال کی عمر سے حضور تاج الشریعہ کی غلامی میں ہوں اور اسی در پر رہتا ہوں میں نے برسوں اپنی نگاہوں سے ماموں صاحب کو دیکھا ہے۔ بڑی محبت فرماتے تھے اور کبھی کبھار کسی کام کے لئے بڑی منکسرانہ انداز میں حکم دیتے تھے، اور کثرت سے دعائیں عطا فرماتے تھے، میری شادی میں ماموں صاحب سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے مظفر پور، بہار، تشریف لے گئے اور فقیر کا نکاح پڑھایا اور دعاؤں سے نوازا۔ بہار میں اس موقع سے بہت سے افراد سلسلہ رضویہ قادریہ میں آپ کے توسط سے داخل ہوئے۔ آپ میں اتنی سادگی اور انکساری تھی کہ چھوٹا، بڑا ہر شخص بآسانی اپنی بات ماموں صاحب سے عرض کر دیتا تھا اور آپ بڑی سنجیدگی سے سنتے اور مسکراتے ہوئے ان کی باتوں کا جواب عنایت فرماتے تھے۔

خانوادۂ رضویہ کے بزرگوں کے واقعات وروایات بہت کچھ آپ کے سینے میں محفوظ تھے افسوس سب جاتا رہا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی کرامتیں اور ان سے متعلق بہت سی یادگار باتیں آپ سنایا کرتے تھے۔ انداز بیاں بہت عمدہ ہوتا تھا کہ سننے والا اپنے دل پر اثر قائم کر لیتا تھا اور آپ کی مجلس سے بہت متاثر ہو کر اٹھتا تھا۔ غرض وہ اس دور کی ضرورت تھے ان کی رحلت نا قابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام اہل سنّت اور خاص کر آپ کے پسماندگان کو صبر عطا فرمائے اور حضرت حبیب ملت کو اعلیٰ مراتب سے نوازے۔ آمین

***

(---بقیہ ص ۸۸/ کا)

دین نبی کا درس دیا ہمکو ہر گھڑی
تھے واسطے ہمارے وہ نعمت چلے گئے

مرشد کی یاد آتی تھی حضرت کو دیکھ کر
تحسین رضا کی شکل وشباہت چلے گئے

دیدے کے حکم ابن رضا خان نے سنو
اکثر کرائی جن سے امامت چلے گئے

جا کر نعیم کسکو سنائے گا حال دل
کرتے تھے اسکی پوری جو حاجت چلے گئے

حضور حبیب ملت اہل سنت کے علماء میں یکساں مقبول

از: قاری غلام مرتضیٰ صاحب رضوی استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک بے شمار انسان دنیا میں تشریف لائے اور چلے گئے، کسی کے وجود نے گلشن ہستی کی رعنائی وزیبائی اور دلکشی وجاذبیت میں اضافہ کیا، تو کوئی پہلوئے گل کا خار ثابت ہوا، کسی کی دلآویز ہستی نے کائنات انسانیت میں قوس وقزح کی رنگینیاں بکھیریں، تو کوئی لہلہاتی ہوئی فصل آدمیت کے لئے خزاں کا پیغامبر بن کر آیا، کوئی عدل وانصاف کا خورشید تاباں بن کر آیا تو کوئی ظلم وبربریت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں کا ہمراہی بنا اور ہر ایک دنیا سے رخصت ہونے کے بعد چھوڑ گیا اپنے پیچھے ایک داستان، داستان خیر۔ مورخہ ۲۶ جمادالاولی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۸ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بوقت صبح غالبا ۶،۲۰ پر صوبہ اتر پردیش ضلع بریلی کے محلہ کانکر ٹولہ سے عالم بالا کی طرف رخت سفر باندھنے والا بھی اپنے پیچھے ایک داستان چھوڑ گیا۔

داستان خیر، جو خیر کا کوئی ایک باب نہیں کئی دلکش ابواب کا مجموعہ ذوق فزا ہے وہ ایک بلند پایہ عالم بھی تھے اور لائق وفائق بھی تھے اور اپنے مخصوص انداز سے محفل کو زعفران زار بنا دینے والے نامور علم وعمل کے پیکر بھی تھے اور انتہائی دور اندیش حلیم الطبع قائد بھی تھے بریلی کے محلہ کانکرٹولہ کی تاریخ گواہ ہے کہ حضور صدر العلماء کے وصال کے بعد جب تک محلہ کانکرٹولہ کی مذہبی قیادت یا جلوس محمدی کی باگ ڈور حضور حبیب العلما کی ہاتھوں میں رہی پرانہ شہر کی زیادہ تر جلسہ ہو یا کوئی جلوس آپ ہی کی قیادت میں نکلتا تھا، صوفی ملت حضور حبیب العلماء حضرت مولینا حبیب رضا قادری رضوی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بن مولینا حسنین رضا بن استاذ زمن مولینا حسن رضا بریلوی، برادر اصغر حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، اگست ۱۹۳۳ء کو محلہ کانکرٹولہ پرانہ شہر کے علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے، حضور حبیب العلماء نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی والد ماجد سے حاصل کی جب ناظرہ خوانی وقرآن شریف اور دیگر کتب ابتدائیہ سے فارغ ہوئے تو والد بزرگوار نے عربی وفارسی کی دینی تعلیم کے لئے اپنے والد گرامی کے قائم کردہ ادارہ اہل سنت کی مشہور ومعروف دینی درسگاہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ کروادیا اور آپ نے عربی فارسی کی تعلیم یہیں سے حاصل کی، حضور حبیب العلماء نے کچھ کتابیں والد بزرگوار سے پڑھی خاص کر سلوک وتصوف میں والدہ ماجدہ سے فیوض حاصل کیا پڑھنے کے زمانے میں ہی تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی بارگاہ عالیہ میں دست بستہ حاضر ہو کر تمام فیوض ظاہری وباطنی کمالات سے شرابور ہوتے تھے، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال تک انہیں کی خدمت میں رہ کر علم وتقویٰ کی نور سے منور ہوتے رہے۔

حضور حبیب العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نہایت ہی سیدھے سادھے اور سادگی پسند خوش اخلاق خوش مزاج کم گو اور اپنے دور کے بے مثال عالم اور اپنے وقت کے فقیہ بھی تھے اور حضور حبیب العلماء کو عدم فرصت کی وجہ کسی مدرسہ میں درس وتدریس کا موقع ہی نہیں ملا علم دین حاصل کرنے کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے دولت کدہ پر ہمیشہ حاضر رہتے حضور مفتی اعظم ہند سے آپ کو بے پناہ محبت اور بیحد لگاؤ تھا اور حضور مفتی اعظم بھی آپ سے بیحد محبت بھرا پیار وشفقت فرماتے اسی لئے حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کے

ذمہ کچھ کام سپرد کر دیا تھا اور ملک و بیرون ممالک سے آئے ہوئے خطوط کے جوابات عنایت فرماتے اس کے علاوہ دیگر کام بھی آپ ہی کے ذمہ تھے اور حضور مفتی اعظم ہند کے اکثر فتاویٰ کی نقل بھی آپ ہی فرماتے اور اسی نقل افتاء کے فیض نے حضور حبیب العلماء کو ایک ماہر جزئیات بہترین عالم دین بنا دیا حضور مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں رہنے کا ایسا اثر ظاہر ہوا کہ جو کسی شیخ کامل کی صحبت میں برسہا برس رہ کر بھی حاصل نہیں ہو سکتا صوفی ملت حبیب العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتویٰ نویسی کا کام ۱۹۷۸ء میں شروع کیا اور حضور مفتی اعظم ہند جب تک باحیات رہے ان کے ساتھ ہی فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے رہے اور ایک دن ایسا وقت آیا کے حضور مفتی اعظم ہند اپنے مالک حبیب سے جا ملے تب آپ کو ان کے جانے کا بہت صدمہ ہوا کیوں نہ ہوتا جن کی شفقت وصحبت نے آپ کو مکمل شیخ طریقت عالم باعمل اور صوفی باصفا بنا دیا اور آپ جو فتویٰ تحریر فرماتے اس فتوے کی اصلاح حضور مفتی اعظم ہند سے کرواتے مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضور تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا قادری مدظلہ العالی نے مرکزی دارالافتاء کی بنیاد ڈالی اس میں بذات خود حضور تاج الشریعہ بھی مکمل طریقے سے بیٹھے اور ساتھ میں مولینا حبیب رضا خاں قادری بھی فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے ساتھ ہی ساتھ حضور تاج الشریعہ زیر نگرانی نکلنے والا رسالہ ماہنامہ سنی دنیا کے اہتمام و انتظام کی ذمہ داری بحسن وخوبی فرماتے۔

حضور حبیب العلماء سے حضور مفتی اعظم کو بہت محبت تھی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر بیٹا دے تو صاحب کے بیٹوں جیسا بیٹا دے اس لئے کہ نگاہ ولایت سے مفتی اعظم کی نگاہ دیکھ رہی تھی کہ یہ صاحب کے تینوں بیٹے ایک دن اہلسنت کا پرچم ایسا لہرائیں گے کہ دنیا والے دیکھ کر حیران و پریشان رہ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا حبیب العلماء نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی خاطر اپنی ساری زندگی گمنامی کی زندگی گزار دی اور تاحین حیات بزرگوں کی عقیدت ومحبت سے وابستہ رہے حضور حبیب العلماء کے گھر سے مفتی اعظم ہند کے جو تعلقات تھے اس کو دیکھنے والے آج بھی کثرت سے لوگ موجود ہیں اس بریلی شریف کے پرانہ شہر جو مسلمانوں کی بہت بڑی بستی ہے جو بہت سارے محلوں تک پھیلی ہوئی ہے مفتی اعظم ہند اس علاقہ کے پروگرام میں کہیں بھی تشریف لے جاتے تو حضور حبیب العلماء کے گھر ضرور تشریف لے جاتے حضور حبیب العلماء کا نکاح مسنون سرکار مفتی اعظم کی نواسی سے ہوا جن سے تین بیٹے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

حضور حبیب العلماء کے والد ماجد حضرت مولانا حسنین رضا قادری بن استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا قادری بریلوی امام اہلسنت کے حقیقی بھتیجے اور شاگرد وخلیفہ تھے۔

بیعت و خلافت: صوفی ملت حضور حبیب العلماء کو ۲۵ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ عرس رضوی کے موقع پر بیعت کا شرف حاصل ہوا اور ۱۵ صفر کو ۱۳۹۶ھ مفتی اعظم ہند نے اجازت وخلافت کے عظیم تحفہ سے مشرف فرمایا۔

رب کریم سے دعاء ہے کہ مولیٰ حضور حبیب العلماء کی تربت انور پر رحمت ونور کی بارش عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے حضور حبیب العلماء کے دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین

***

تعزیت

مکرمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

تبارك الذى بيده الملك يحيى ويميت وهو على كل شئ قدير

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت سے ہر کوئی انکار کی جرأت نہیں کرسکتا، کسی کی مجال نہیں کہ ایک لمحے پر قدرت حاصل کر سکے یہ دنیائے رنگ وبوصرف اور صرف اسی کی رضا سے قائم ہے لیکن یہاں کسی چیز کو بھی نہ دوام ہے نہ ثبات تو پھر کیوں نہ ہم سب اسی کی رضا میں راضی رہیں کہ اسی میں نجات اور تسکین قلب وجان پنہاں ہے فاما ان كان من المقربين فروح وريحان وجنة نعيم۔

فخر اکابر نمونۂ اسلاف پیکر شریعت وطریقت سنت واہل سنت کے یارونگہبان آہ حضرت علامہ ومولانا محمد حبیب رضا خاں صاحب نے ۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ (جس کو عید المؤمنین بھی کہتے ہیں) بعد نماز فجر دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی جانب رحلت فرما کر داعیٔ اجل کو لبیک اللھم لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔

پس عدم گردم، عدم چوں ارغنون

گویدم کانا الیه راجعون

اس عظیم سانحۂ ارتحال پر حلقۂ اہل سنت میں صف ماتم بچھ گئی اور اس بندۂ حقیر نے اس غم کو اسی شدت کے ساتھ محسوس کیا جس طرح حضرت کے افراد خانہ ومریدین ومتوسلین ومسلمانان اہل سنت نے محسوس کیا، حضور اعلیٰ حضرت کے صدقے حضرت کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے آستانے سے فیوض وبرکات جاری فرمائے اور ان کے وارثان کو صبر دے۔

نثار احمد عثمانی چشتی صابری

کیرانوی سجادہ کیرانہ شریف

تعزیتی نشست

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت حبیب العلما حضرت علامہ محمد حبیب رضا قادری علیہ الرحمہ ۲۸/مارچ ۲۰۱۴ء کی شب میں وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. لِلّٰہِ مَا اَعْطیٰ وَ مَا اَخَذَ وَ عِنْدَہٗ کُلُّ شَيْءٍ بِاَجَلٍ مُسَمًّی۔ حضرت کی یاد میں جامعہ میں ایصال ثواب کی محفل منعقد کی گئی اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے فضائل ومناقب اور ان کی دینی اور روحانی خدمات کو یاد کیا گیا اور حضرت حبیب العلما علیہ الرحمہ کے کمالات ومحاسن پر روشنی ڈالی گئی۔ قاری کلام احمد نظامی استاذ جامعہ ہٰذ کی قرأت سے محفل کا آغاز ہوا، بانی جامعہ حضرت مولانا غلام ناصر رضوی نوری مصباحی مدظلہٗ نے اپنے تعزیتی تاثرات پیش فرمائے اور پھر اخیر میں ایصال ثواب کیا گیا۔ قاری محمد معاون اختر ضیائی نقشبندی استاذ جامعہ ہٰذا کی دعاؤں پر نشست کا اختتام ہوا۔

(مولانا) محمد مجیب الرحمٰن نوری

صدر جامعہ قادریہ کنز الایمان، سدا بہار محلہ، گلبرٹ ہل روڈ، اندھیری ویسٹ، ممبئی

نوٹ: جامعۃ الرضا اور بریلی شریف کے مدارس اسلامیہ نیز ملک وبیرون ملک میں آپ کی یاد میں کثرت سے تعزیتی نشست منعقد کی گئی۔ نیز ملک وبیرون ملک سے تعزیت کے فون ادارے کو کثرت سے موصول ہوئے ادارہ سب کا شکریہ ادا کرتا ہے اور رپورٹ شائع نہ کرنے کی معذرت چاہتا ہے۔ (مدیر)

ایک شگفتہ پھول

مونس ملت خلیفہ تاج شریعت حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا اویسی صاحب
ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف

سلام مسنون!

مزاج وہاج:

آپ کا فون آیا، یادآوری کا شکریہ! آپ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آستانہ عالیہ رضویہ کے ایک شگفتہ پھول، ہم نشین مفتی اعظم، پیر طریقت، رہبر شریعت، حبیب ملت حضرت علامہ مولانا محمد حبیب رضا خاں قادری رضوی بریلی شریف نے ۲۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے دار آخرت کا آخری سفر کرلیا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

تقریباً دوسوسال سے اس خانوادے کے چنندہ افراد دینی وملی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ عارف باللہ حافظ کاظم علی، امام العلماء مولانا رضا علی، خاتم المحققین مولانا نقی علی، اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا قادری، استاذ زمن مولانا حسن رضا قادری، حسنین ملت حضرت مولانا حسنین رضا قادری، حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا قادری، مفتیٔ اعظم مولانا مصطفی رضا قادری، مفکر اسلام مولانا ریحان رضا قادری، مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں قادری، صدر العلماء علامہ تحسین رضا قادری، ان شخصیات کے کارنامے آب زر سے لکھنے اور سینوں میں محفوظ کرنے کے لائق ہیں۔ انہیں حضرات کے نقش قدم پر حضرت حبیب ملت کا قدم گامزن رہا، پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی بے لوث خدمات انجام دیں۔ بریلی اور اطراف کے لوگ کثرت سے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ روزانہ ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲/ سوداگران، بریلی شریف کے دفتر میں چند گھنٹے تشریف رکھتے تھے اور پریشان حالوں کی پریشانیاں سن کر تعویذات ودعائیں لکھ کر عنایت فرمایا کرتے تھے۔ سبھوں کو مسکرا کر ملتے اور بڑی خندہ پیشانی سے شرف ملاقات بخشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فقیر محمد ریاض مصباحی
گریڈیہہ

(۔۔۔بقیہ ص ۹۲/ کا)

وہ ہمنشین مفتی اعظم نہیں رہے
احمد رضا کے باغ کی زینت چلے گئے

سن لو زبان مفتیٔ اعظم سے دوستو
آنکھوں کا نور جان کی راحت چلے گئے

داڑھی رکھی کسی نے نمازی کوئی بنا
بدلے بہت سے جنکی بدولت چلے گئے

کتنوں کو غوث پاک کا دامن تھما دیا
تھے اصل میں جو پیر طریقت چلے گئے

(بقیہ ص ۸۴/ پر۔۔۔)

ایک ادبی مشاعرہ

بموقعہ: تعزیت حضرت حبیب العلما

بمقام: جامعۃ الرضا، منجانب: طلبائے جامعۃ الرضا، بریلی شریف

از: حضرت مولانا محمد شکیل بریلوی استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

نبیرۂ استاذ زمن حبیب العلماء حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب ۲۸ / مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ قبل طلوع آفتاب عقیدت کیشوں کو داغ مفارقت دیکر مالک حقیقی سے جا ملے آپ کے انتقال کی خبر طول وعرض میں برق رفتاری کے ساتھ پھیل گئی۔ جگہ جگہ آپ کے انتقال کی خبر ملتے ہی تعزیت اور مغفرت کی مجالس کا انعقاد کیا جانے لگا۔ تلاوت قرآن کریم اور حلقہ ذکر شروع ہو گئے۔ اہل سنت کی عظیم درسگاہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا میں بھی مسلسل کئی روز تک تلاوت قرآن کا دور چلتا رہا۔ آخر میں ۱۰/ اپریل بروز جمعرات بوقت دس بجے دن بنام حبیب ملت ایک طرحی شعری نشست کا انعقاد طلبائے جامعہ کی جانب سے آپ کے جد امجد کے نام سے موسوم علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں کیا گیا۔ جس میں دو مصرع متعین کئے گئے۔

طلبائے جامعہ نے اس نشست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر حبیب العلماء کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کی۔ نہایت خوش اسلوبی سے دو پہر دو بجے تک چلنے والے اس پروگرام کی صدارت صدر المدرسین جامعہ ہذا شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی کے ذمہ رہی۔ نظامت کے فرائض مولوی عفان رضا نے دیئے تلاوت قرآن و نعت رسول کے بعد منقبتی نظموں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور حضور حبیب ملت قدس سرہٗ کی ذات وصفات صورت وسیرت زہد وتقوی خاندانی نسبت علم وعمل شفقت ومحبت ہر ایک پہلو کو کچھ طلبہ نے کہنہ مشق شاعر کی طرح تو کچھ نے نو آزما کی طرح اجاگر کیا سامعین نے بغور اشعار سماعت فرمائے اور وقتاً فوقتاً شعراء کو داد وتحسین سے نواز کر انکی حوصلہ افزائی کی اخیر میں صلاۃ وسلام کے بعد نائب صدر المدرسین حضرت مولانا یونس رضا صاحب کی دعاؤں کے ساتھ اس مجلس کا اختتام ہوا۔

ذیل میں کچھ چنیدہ اشعار نذر قارئین ہیں ۔

نبی کی محبت میں گزرا ہر اک پل تھی یہ شان وشوکت حبیب رضا کی

محمد مزمل رضا انس

ہمیں چھوڑ کر اسلئے چل دئے وہ تھی مشتاق جنت حبیب رضا کی

مجیب الرحمٰن

بہت ستاتی ہے تیری فرقت کروں میں کس سے بھلا شکایت تڑپ ہے سینے میں دل میں غم ہے حبیب ملت حبیب ملت

قمر رضا

نبیٔ برحق کی الفتوں کا ملا ہے جسکو صلہ یقیناً وہ باغ جنت میں محترم ہے حبیب ملت حبیب ملت

حاتم رضا

مری بلندی مقام میرا شرافت و مرتبہ یقیناً تری نوازش ترا کرم ہے حبیب ملت حبیب ملت

ناظم فاروق

ہماری آنکھیں برس رہی ہیں ہمارا دل اب تڑپ رہا ہے کہیں بھی پل بھر نہ چین پائیں ہے کیسی فرقت حبیب ملت

زید رضا

***

منقبت در شان تاج الاصفیا علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر: مولانا گلزار احمد حامدیؔ استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

کروں کیسے مدحت حبیب رضا کی
رلاتی ہے فرقت حبیب رضا کی

شب جمعہ سوئے بقا چل دیئے ہیں
ہے کیا خوب قسمت حبیب رضا کی

نبی کی شفاعت کی ضامن بنی ہے
رضا خاں سے نسبت حبیب رضا کی

خدا کی خشیت نبی کی محبت
تھی یہ اصل دولت حبیب رضا کی

دل حامدیؔ مضطرب ہو گیا ہے
ہوئی جب سے رحلت حبیب رضا کی

***

منقبت در شان تاج الاصفیا علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر: مولانا محمد فیصل رضا صالح خادم جامعۃ الرضا بریلی شریف

تمہارا جس شخص پر کرم ہے حبیب ملت حبیب ملت
وہ سارے عالم میں محترم ہے حبیب ملت حبیب ملت

سدا بہاروں کا آنا جانا دل شکستہ کا مسکرانا
تمہارا در ہے کہ یا ارم ہے حبیب ملت حبیب ملت

تمہارے اوصاف ہیں نرالے تمہیں نے بخشے ہمیں اجالے
لٹاؤں گر تم پہ جاں تو کم ہے حبیب ملت حبیب ملت
ہوائے ظلم و ستم سے کب کی بکھر گئی ہوتی میری ہستی
وہ تیری یادوں سے دم میں دم ہے حبیب ملت حبیب ملت
فقط یہ دل ہی نہیں ہمارا یہ اہل گلشن نے بھی پکارا
تمہاری فرقت میں آنکھ نم ہے حبیب ملت حبیب ملت

***

منقبت در شان تاج الاصفیا علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر: مولانا غلام اصغر، کشن گنج

ہوئی جب سے رحلت حبیب رضا کی
بڑھی اور چاہت حبیب رضا کی

ملائک بچھاتے ہیں پر اپنے آکر
ہے وہ نوری تربت حبیب رضا کی

ثنا صحن گلشن میں کرتی ہے ہر دم
ہر ایک گل کی نکہت حبیب رضا کی

نہیں مبتلا وہ کسی رنج و غم میں
ملی جسکو صحبت حبیب رضا کی

جسے دیکھئے گیت انکے ہی گائے
ہے ہر دل میں الفت حبیب رضا کی

مرا دل بھی مضطر ہے بسمل سا یا رب
عطا ہو زیارت حبیب رضا کی

ہے رقصاں ہی رقصاں سبھی عاشقوں کے
دلوں میں محبت حبیب رضا کی

نہیں لگتا اصغر کا دل اب کہیں بھی
ملی جب سے فرقت حبیب رضا کی

******

***

منقبت در شان تاج الاصفیا علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر: مولوی محمد منان رضا انسؔ جماعت، رابعہ جامعۃ الرضا متھرا پور، سی بی گنج، بریلی شریف

خموش لب اور زبان خم ہے حبیب ملت حبیب ملت
تمہاری مدحت مرا قلم ہے حبیب ملت حبیب ملت

تمہاری فرقت بھی کیا ستم ہے حبیب ملت حبیب ملت
تمہاری فرقت میں آنکھ نم ہے حبیب ملت حبیب ملت

ادائے سنت پہ گامزن تھے حسن کے صدقے میں تم حسن تھے
تمہارا شہرہ قدم قدم ہے حبیب ملت حبیب ملت

تمہارا تقوی تمہاری عظمت وہ خوش مزاجی وہ نیک عادت
بیان کرنے کو لفظ کم ہے حبیب ملت حبیب ملت

یہ کہہ رہے ہیں تمام عاشق ہماری آنکھوں میں اشک بنکر
جو بہہ رہا ہے تمہارا غم ہے حبیب ملت حبیب ملت

انس ہیں شاہد زمانے والے بقول مفتی اعظم ہند
تمہارا گھر کتنا محترم ہے حبیب ملت حبیب ملت

***

منقبت در شان تاج الاصفیا علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر: نعیم رضا خاں بریلی شریف

افسوس ایک حامئ سنت چلے گئے
اس دور میں تھی جنکی ضرورت چلے گئے

اکثر قریب مفتئ اعظم کے جو رہے
وہ مصطفیٰ رضا کی کرامت چلے گئے

کتنا ہی خاص کیوں نہ ہو غلطی پہ ٹوکتے
تھے اصل میں جو رہبر شریعت چلے گئے

فرماتے جنکو راحت جاں مصطفیٰ رضا
ابن رضا کی جان کی راحت چلے گئے

(بقیہ ص ۸۸/پر---)

سلسلۂ چشتیہ اور اکابر خانوادۂ رضویہ

از: محمد یونس رضا اویسی ایڈیٹر سنی دنیا بریلی شریف

سیدنا وسندنا عطائے رسول، سلطان الہند سرکار معین الدین معروف غریب نواز قدس سرہ [۵۳۷ھ/ ۶۳۳ھ] کی ذات پاک اور آپ کے سلسلہ بیعت اور سلسلہ نسب سے محبت والفت ''خانوادۂ رضا'' کے اکابر واصاغر کا سرمایہ افتخار رہا ہے۔ بزرگان دین کے ذریعہ اکابر خانوادۂ رضویہ کو دیگر سلاسل کے ساتھ سلسلہ چشتیہ کی بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت کے اجداد میں با ضابطہ طور پر جو تصوف وسلوک کی طرف مائل ہوئے وہ وزیر دولت سعادت یار خاں کے فرزند اکبر حضرت علامہ مولانا شاہ محمد اعظم خاں ہیں۔ آپ کچھ دن عہدۂ وزارت پر فائز رہے پھر امور سلطنت ے الگ ہوکر عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔

[سوانح اعلیٰ حضرت ص ۹۳۔ ۹۴، مولانا بدرالدین احمد، رضا اسلامک مشن نومحلہ بریلی]

مگر یہ بات کہیں نہ مل سکی کہ آپ کس سے مرید ہوئے تھے اور آپ کی زندگی میں اتنا بڑا انقلاب کیسے آیا کہ آپ عہدۂ وزارت کو چھوڑ کر تصوف کی طرف مائل ہوئے آپ کے فرزند قدوۃ الاولیاء حافظ کاظم علی خاں ہیں یہاں سے تسلسل کے ساتھ ہنوز ولایت وبزرگی اور فروغ سلسلہ بیعت وارادت جاری وساری ہے۔ اوران تمام مشائخ خانوادۂ رضویہ کو سلسلہ چشتیہ کی اجازت وخلافت ملتی رہی ہے ۔ ذیل میں اکابر خانوادۂ رضویہ کے اسمائے گرامی اجازت وخلافت کی تفصیل کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں۔

(۱) سیدنا اعلیٰ حضرت کے پردادا قدوۃ الاولیاء حافظ محمد کاظم علی خاں قدس سرہ العزیز سیدنا اعلیٰ حضرت کے پیر ومرشد خلاصۂ خانوادۂ برکات عارف باللہ سیدنا شاہ آل رسول مارہروی کے استاذ حضرت علامہ مولانا شاہ محمد انوار الحق فرنگی محلی [۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۰ء] کے مرید اور خلیفہ تھے۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۰۱۔ ۴۰۲، رضا اکیڈمی ممبئی]

(۲) سیدنا اعلیٰ حضرت کے دادا محترم امام العلماء مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ مولانا مفتی رضا علی خاں قدس سرہ [۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء۔ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء]، قطب وقت حضرت علامہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، شیخ نے آپکو چاروں سلاسل [قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ] کی اجازت وخلافت اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت عطا فرمائی۔

[تذکرۂ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی ص ۱۴۴، ابوالحسن ندوی مطبوعہ لکھنؤ ۲۰۰۱ء]

نیز مولانا خلیل الرحمٰن ولایتی رامپوری سے بھی آپکو اجازت وخلافت حاصل تھی۔ [تجلیات قمر کا تحشیہ ص ۵۰/ سید مبشر علی]

(۳) سیدنا اعلیٰ حضرت کے والد محترم خاتم المحققین، رئیس الاتقیاء حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ نقی علی خاں قدس سرہٗ (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء۔ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) تاج الاولیاء حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے۔ شیخ نے آپ کو بیعت کرنے کے بعد تمام سلاسل (جن میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل) کی اجازت وخلافت اوراد ووظائف اور سند حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔

[الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ ص ۱۱۶۔ ۱۱۸، اعلیٰ حضرت مطبوعہ بریلی]

(۴) محب اہل بیت اطہار، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ [۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء] خاتم الاکابر، سید الواصلین، سند الکاملین، قطب اوانہ، امام زمانہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ قدس سرہ کے مرید خلیفہ ہیں۔ شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (جس میں چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور جملہ اوراد ووظائف اور سند حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی

اجازت عطا فرمادی۔''اعلیٰ حضرت نے تمام سندوں کو اپنی کتاب الاجازات المتینیہ میں یکجا کر دیا تفصیل درکار ہو تو اسکی طرف مراجعت کریں۔'' [حیات اعلیٰ حضرت بحوالہ جواہرالارکان ج ا ص ۹۳، ملک العلماء ظفرالدین بہاری/الاجازات المتینیہ ص ۱۸۱، اعلیٰ حضرت مطبوعہ بریلی شریف]

(۵) اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط، استاذ زمن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) قطب مارہرہ سیدالاولاء حضرت علامہ سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف استاذ زمن مولانا حسن رضا نمبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۳۱]

(۶) شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خان قدس سرہ (۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء۔ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) سراج السالکین حضرت علامہ شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے، شیخ نے آپ کو جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [نیز والد ماجد امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے بھی حاصل شدہ سارے سلاسل کی اجازت وخلافت جملہ اوراد واذکار واشغال کا مجاز ماموں کیا۔ [تذکرۂ جمیل ص ۱۰۷، مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی، سنی رضوی اکیڈمی ماریشش]

اعلیٰ حضرت کے بھتیجے اور داماد شہزادۂ استاذ زمن استاذ العلماء حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء۔ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی آپکو جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [مولانا حسنین رضا خاں بریلی۔ حیات وخدمات، ص ۴۱، مولانا شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی]

(۸) شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد مصطفی رضا خاں نوری قدس سرہٗ (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء۔) سید المشائخ سراج السالکین حضرت علامہ شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے ۔شیخ نے آپکو چھ ماہ کی ننھی سی عمر میں جمیع سلاسل کی (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ والد محترم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی آپکو تمام اوراد واشغال اوفاق واعمال اور جمیع سلاسل طریقت (سلسلہ چشتیہ بھی اجازت میں شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ دسمبر ۱۹۸۱ء ص ۱۳ و ۱۵/محدث اعظم پاکستان ج ا ص ۶۶۔ مولانا جلال الدین قادری، مطبوعہ لاہور]

(۹) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قدس سرہ (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء۔) شیخ الاسلام والمسلمین قدوۃ الفقہاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت عطا فرمائی۔ [مفسر اعظم ہند ص ۱۲۔ ۱۳ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مطبوعہ بریلی]

والد محترم حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قدس سرہ نے بھی جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت عطا فرمائی۔ [تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۴۹۶، مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، قادری کتاب گھر بریلی شریف]

عم محترم وخسر مکرم مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی شاہ مصطفی رضا خاں نوری قدس سرہ نے بھی جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [خلفائے مفتی اعظم ص ۸۲، قاری محمد سلطان رضا، مکتبہ مصطفویہ بریلی شریف]

(۱۰) نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں قدس سرہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۳۰ء والد محترم حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [تاریخ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۹۶، مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مطبع سابق]

(۱۱) نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شاہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ [۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء۔ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء] جد محترم حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں کے مرید وخلیفہ تھے۔(بقول ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب) شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (چشتیہ سمیت) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔نانا محترم مفتی اعظم مولانا مفتی شاہ مصطفی رضا قدس سرہ نے بھی جمیع سلاسل (چشتیہ سمیت) کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ [جہان ریحان ص ۱۹۵۔۱۹۷، ڈاکٹر اعجاز انجم، مطبع بریلی]

(۱۲) نبیرۂ استاذ زمن صدر العلماء حضرت علامہ مفتی شاہ محمد تحسین رضا خاں قدس سرہ [۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۰ء۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء] تاجدار اہل سنّت مفتی اعظم مفتی محمد مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (جس میں سلسلہ چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [مختصر سوانح صدر العلماء، ص ۱۶، یونس رضا اویسی المجمع الرضوی ۸۲/سوداگران بریلی شریف]

(۱۳) شہزادۂ مفسر اعظم قمر العلماء حضرت شاہ قمر رضا خاں علیہ الرحمہ [۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء۔ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء] تاجدار اہل سنّت مفتی اعظم مولانا مفتی شاہ مصطفی رضا خاں کے مرید تھے اور صدر العلماء حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں قدس سرہ کے خلیفہ تھے حضرت صدر العلماء نے آپکو جمیع سلاسل (چشتیہ بھی داخل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [تجلیات قمر ص ۵۱، سید مبشر رضا انجمن ضیاء طیبہ کراچی]

(۱۴) نبیرۂ استاذ زمن حبیب ملت مولانا شاہ محمد حبیب رضا خاں علیہ الرحمہ (۱۹۳۳ء۔ ۲۰۱۴ء) سرکار سیدنا مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے مرید وخلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

[تجلیات تاج الشریعہ ص ۹۹، رضا اکیڈمی ممبئی]

(۱۵) حضرت علامہ مفتی مولانا تقدس علی خاں بن مولانا سردار خاں بن مولانا ھادی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں (جد اعلیٰ حضرت) قدس سرہ (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء/۔ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء) خسر محترم حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔شیخ نے آپکو جمیع سلاسل (چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔تاجدار اہل سنّت مفتی اعظم قدس سرہ نے بھی جمیع سلاسل (چشتیہ بھی شامل ہے) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ [تجلیات تاج الشریعہ ص ۹۶، رضا اکیڈمی ممبئی]

(۱۶) حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خاں برادر اصغر مفتی تقدس علی خاں قدس سرہ (۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء۔ ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء) سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مرید تھے۔تاجدار اہل سنّت مفتی اعظم قدس سرہ نے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

[تجلیات تاج الشریعہ ص ۹۷، رضا اکیڈمی ممبئی]

موجودہ جتنے بھی مشائخ رضویہ ہیں مثلاً استاذنا المحترم حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری، جانشین مفتی اعظم بریلی شریف، امین شریعت حضرت علامہ شاہ محمد سبطین رضا خاں مدظلہ العالی وغیرہا بھی سلسلہ چشتیہ کی دیگر سلاسل کے ساتھ اجازت وخلافت رکھتے ہیں مشائخ رضویہ ہمیشہ اس دربار کی حاضری بڑی عقیدت ومحبت سے دیتے آرہے ہیں۔سیدنا اعلیٰ حضرت اور انکے خانوادے کے اکابر واصاغر کو سلطان الہند عطائے رسول معین الملۃ والدین سرکار غریب نواز سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم وغیرہم کی حاضری بڑی مشہور اور زبان زد خواص وعوام ہے سوانح نگاروں نے اسے تفصیل کے ساتھ تحریر بھی کیا ہے۔بزرگان رضویہ کی کتابوں سے بھی اس در کی اہمیت وافادیت پر روشنی پڑتی ہے۔اعلیٰ حضرت نے احسن الوعا کے حاشیہ ذیل المدعاء میں فرمایا کہ سرکار غریب نواز کے در پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ان شواہد کے باوجود مخالفین اعلیحضرت غلط پروپیگنڈے میں ہمہ تن مصروف ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے سرکار غریب نواز کیلئے کچھ نہیں لکھا ہے۔یا اعلیٰ حضرت سے گہری محبت رکھنے

والے سرکار غریب نواز سے اعلیٰ حضرت کو بڑا سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب بے بنیاد اور حقیقت سے پرے بات ہے، ان کے لئے مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ کتابوں کا مطالعہ کریں اور خاندان اعلیٰ حضرت کے موجودہ مشائخ کی روش دیکھیں، رضویوں کا عمل دیکھیں کہ وہ سرکار غریب نواز سے کتنی گہری عقیدت ومحبت رکھتے ہیں مسلک اہل سنت (مسلک اعلیٰ حضرت) کے پیروکار سرکار غریب نواز سے بے پناہ عقیدت رکھتے اور آپ کی ذات اقدس کو حق وباطل کے درمیان خط امتیاز سمجھتے ہیں۔

***

(۔۔۔بقیہ ص ۱۷۷ کا) آہ واہ واہ برادر تحسین ملت — ۱۴۳۵ھ

آہ وصال مرد قانع، حبیب انجمن نور اللہ مرقدہ — ۱۴۳۵ھ

آہ گل گلزار حسن رضا انار اللہ برھانہ — ۲۰۱۴ء

آہ رخصت شہزادۂ رفیع مولانا حسنین رضا — ۲۰۱۴ء

آہ الحاج مرید مفتی اعظم ہند قطب — ۲۰۱۴ء

آہ اللہ والے شہزادۂ حسنین رضا حسنی نوری — ۲۰۱۴ء

آہ حبیب العلماء سرمایہ بہار — ۲۰۱۴ء

آہ رخصت مفتی حبیب العلماء — ۲۰۱۴ء

آہ جدائی خوش اخلاق، عالی گوہر — ۲۰۱۴ء

آہ رخصت پیشوا علیہ الرحمہ — ۲۰۱۴ء

آہ مرید دامن حسن مفتی اعظم — ۲۰۱۴ء

آہ حبیب دل فرزند پاکباز حسنین رضا علیہ الرحمہ — ۲۰۱۴ء

آہ جدائی پیر طریقت کوکب رضا — ۲۰۱۴ء

آہ کرم فرما گل گلزار حسن رضا — ۲۰۱۴ء

آہ رخصت نکہت گل داعی حق — ۲۰۱۴ء

آہ وصال مولانا حبیب رضا بحر الطاف علیہ الرحمہ — ۲۰۱۴ء

آہ شہزادۂ حلیم الطبع نبیرۂ استاذ زمن — ۲۰۱۴ء

آہ عاشق احمد رضا والا ہمت — ۲۰۱۴ء

آہ عابد، برادر مولانا سبطین رضا پارسا — ۲۰۱۴ء

آہ معتمد تاج الشریعہ رونق محفل — ۲۰۱۴ء

آہ رحلت متقی صابر وشاکر — ۲۰۱۴ء

آہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت زیب افزائے انجمن — ۲۰۱۴ء

آہ شگفتہ دل حبیب ملت نور اللہ مرقدہٗ — ۲۰۱۴ء

ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا

از: خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد عابد حسین نوری مصباحی، مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہ، جمشید پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ تعالیٰ وصلواتہ علیٰ رسولہ الاعلیٰ محمدن المصطفیٰ وعلیٰ الہ المجتبیٰ واصحابہ نجوم الھدیٰ وعلماء امتہ اولی النھی واولیاء ملتہ بدور الدجیٰ

۶/رجب المرجب، حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس مبارک کی تاریخ ہے، آج ۶/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ ہے، آپ کا وصال ۶۳۳ھ میں ہوا، آج ہر طرف ان کے عرس شریف کی دھوم ہے، میکشوں کا ہجوم ہے، پوری دنیائے اہلسنت میں چہل پہل ہے، روحانیت کی لہر ہے، اجمیر مقدس میں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہے، عاشقان خواجہ لاکھوں کی تعداد میں اپنے جسموں کے ساتھ اور کروڑوں کی تعداد میں قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، جلسہ اور تقسیم لنگر کے ذریعے اپنی روحوں کے ساتھ بارگاہ خواجہ میں پہنچ رہے ہیں، آج ڈورنڈا، رانچی میں اور دھتکیڈیہ، جمشید پور میں احباب باوفا، اراکین جماعت رضائے مصطفی رانچی وجمشید پور (جھارکھنڈ) نے بھی عرس خواجہ کے فیوض و برکات لوٹنے کی غرض سے قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، نعت خوانی، ان کی ثنا خوانی اور تقسیم شیرینی کا پروگرام رکھا ہے، ان سطور کے لکھے جانے کے وقت یہ فقیر ناتواں ایک جلسہ (جلسۂ خواجہ غریب نواز) میں بحیثیت خطیب شرکت کی غرض سے ٹرین میں بیٹھا سفر کر رہا ہے اور دل کے نہاں خانے سے اچانک اٹھنے والا یہ خیال پردۂ فکر سے بار بار ٹکرا ٹکرا کر کہہ رہا ہے کہ اس سفر کو یادگار اور خوشگوار بنانے کیلئے عاشق مصطفیٰ وفدائے آل مصطفیٰ امام احمد رضا کے توسط سے شہزادۂ رسول، عطائے رسول، گلشن زہرا کے مہکتے پھول، امام حسین کی آنکھوں کے نور حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا جائے اور عقیدت کی سوغات پیش کی جائے، لہٰذا درج ذیل سطور حاضر خدمت ہیں:

ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

اعدائے دین اور حاسدین کی طرف سے سراہے جانے کی بالکل امید نہیں ہے اور نہ ہی ان کے طعن و تشنیع کی فکر ہے۔ ''نہ مرانوش زتحسین نہ مرانیش زطعن'' پیش نظر ہے،، البتہ بارگاہ مولیٰ سے شرفِ قبول کی امید قوی تر ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول کا نام ہے، ان کی زندگی کا نصب العین ہی محبتِ خدا اور عشقِ مصطفی تھا، جس کا اعتراف اپنوں نے بھی کیا اور غیروں نے بھی کیا ہے، آپ کے سینکڑوں رسالے، ضخیم کتابیں، تقریباً آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ''فتاوی رضویہ'' کی بارہ جلدیں اور دو حصوں پر مشتمل مجموعۂ نعت ومنقبت ''حدائق بخشش'' اسی عشق ومحبت کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔

وہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سراپا قدس سے بلکہ ان کی آل اطہار اور جن جن چیزوں کو ان سے ذرہ برابر نسبت حاصل ہوگئی ان سے بھی بے پناہ عشق ومحبت رکھتے اور ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے تھے، آپ کی زندگی کا یہ حصہ بڑا تابناک ہے کہ جب کبھی آپ کبیدہ خاطر ہوجاتے تو کھانا چھوڑ دیتے، اس وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو منالے، اہل خانہ آپ کی نبض خوب پہچا

نتے تھے کہ امام احمد رضا سب کی بات ٹھکرا سکتے ہیں مگر آل رسول کی بات نہیں ٹال سکتے ،لہذا وہ نومحلہ مسجد بریلی شریف کے سادات کرام کے پاس پہنچ کر فریاد کناں ہو جاتے ، آل رسول تشریف لاتے ، جونہی ان کا حکم ہوتا فوراً کھانے لگتے ، یہ دیکھئے دارالعلوم منظر اسلام جیسا دینی قلعہ کیونکر معرض وجود میں آیا، امام احمد رضا اپنی تصنیفی و تنظیمی مصروفیات کے سبب کوئی مدرسہ کھولنا نہیں چاہتے ، اور حضرت حجۃ الاسلام اور ملک العلماء کی خواہش ہے کہ اہلسنت کا مرکز ضرور قائم ہو، لامحالہ ان دونوں نے ایک آل رسول ، سید امیر احمد مرحوم کو وسیلہ بنایا، انہوں نے امام احمد رضا سے ایسے مؤثر الفاظ میں کہا کہ امام احمد رضا کو آل رسول کی بات ماننے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہا اور اہل سنت کا مرکز قائم کر دیا، تاریخ میں یہ بات نقش کالحجر ہو گئی کہ اگر چہ دارالعلوم منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام ہیں مگر حقیقت میں حضرت سید صاحب موصوف کا مرہون منت ہے، اگر وہ امام احمد رضا سے یہ نہ کہتے تو اہلسنت کو یہ دولت نہ ملتی اور اسی لئے آپ کی تصنیفات میں منجملہ اہل بیتِ رسول اور دیگر آل رسول کی مدح وستائش نظم ونثر کی صورت میں خوب ملتی ہے اور کبھی موقع میسر آتا تو ان کی بارگاہوں میں حاضری بھی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آیئے تھوڑی دیر یکسو ہو کر دیکھا جائے کہ سرکار اعظم خواجۂ ہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی نظر میں کس شان کے ولی ہیں، وہ ان کی بارگاہ میں کس طور سے سوغات پیش کرتے ہیں، مدح وستائش کرتے ہیں، ان کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتے اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں، ہاں! ان کا دفاع بھی کرتے ، اگر کوئی دشمن اعتراض کرتا ہے تو اس کا منہ توڑ جواب بھی دیتے ہیں، آیئے ان سب کا مطالعہ کیا جائے اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ سے محبت وعقیدت اور ان کے ادب واحترام کا سلیقہ امام احمد رضا سے معلوم کیا جائے۔

رضا کی نظر میں حضرت خواجہ کا مقام: البتہ پہلے یہ ذہن نشیں کرلیں کہ حضور خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام نامی اسم گرامی ''حسن'' ہے، اسی لیے آپ ''حسن سنجری'' سے بھی جانے جاتے ہیں مگر آپ کے القاب وخطابات بہت ہیں، جو آپ کی خوبیوں پر دال ہیں، کیونکہ کثرتِ اسماء عظمتِ محاسن پر دلالت کرتی ہے، آپ کا ایک خطاب ''سلطان الہند'' ہے، جس کے معنیٰ ہیں، ''ہندوستان کے بادشاہ'' ہندوستان کی بادشاہت فضل الٰہی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سونپی تھی، دوسرا خطاب '' معین الحق اور معین الدین'' ہے، جس کے معنی ہیں ''حق کی حمایت کرنے والا اور دین اسلام کی مدد کرنے والا'' تیسرا خطاب ''غریب نواز'' ہے، چونکہ آپ سارے غریبوں کی بالخصوص مدد کرتے ہیں، انہیں خوب نوازتے ہیں، اس لیے آپ غریب نواز ہیں اور یہ نہیں کہ آپ صرف غریبوں کو نوازتے ہیں، بلکہ امیروں کو بھی نوازتے ہیں، آپ غریب نواز بھی ہیں اور امیر نواز بھی، آپ کے در پہ امیر ہو کہ غریب، بادشاہ ہو کہ وزیر، سب غریب ہی بن کر حاضر ہوتے ہیں، بڑے بڑے کج کلاہانِ زمانہ آپ کے در پہ بھکاری بن کر حاضر ہوتے اور خوب پاتے ہیں، جو اپنی شان امیری لے کر آئیں، منہ کی کھائیں، دھتکارے جائیں، اور جو عجز ونیاز کے ساتھ آتے ہیں دونوں ہاتھ بھر کر جاتے ہیں، پھر یہ کہ امراء اور رؤسا کا تو سب خیال کرتے ہیں، مجبوراً یا مسروراً، کمال تو اس میں ہے کہ غریبوں کی حاجت روائی کی جائے اور یہ بلاشبہ اولیاء اللہ کی شان ہے، ورنہ اس خود غرض مادی دنیا میں غریبوں کا پرسان حال کون ہوتا ہے؟ بلاشبہ آپ آل رسول ہیں، عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے ہیں، نمونۂ اہل بیت کرام ہیں، آپ سخی و داتا ہیں، ہند کے راجہ اور ہم سب کے خواجہ ہیں، جود وسخا تو آپ کے گھر کی باندی ہے، اہل بیت کرام اور آل رسول کی شان تو یہ ہے۔

خود بھوکے رہ لیتے تھے اوروں کو کھلا دیتے تھے

آپ کے منجملہ خطابات میں سے خواجۂ ہند اور خواجۂ خواجگان بھی ہے، اس لیے کہ خواجہ کے معنی ''آقا اور مالک'' کے ہیں تو حضرت خواجہ ہم مسلمانوں کے آقا و مولیٰ ہیں بلکہ خواجاؤں کے خواجہ ہیں۔

اس تمہید کے بعد دیکھئے کہ عاشق رسول اور شیدائے آلِ رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی، خواجہ غریب نواز کے خصائلِ حمیدہ اور درجاتِ رفیعہ کو کس مؤدب پیرایے میں بیان کرتے ہیں۔

آپ ایک سوال کے جواب میں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان دستگیری اور حضور خواجۂ خواجگان معین الدین حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے فیوض و برکات اور شان غریب نوازی کو اپنی کتاب مستطاب ''فتاوی رضویہ'' میں بڑے جامع اور عمدہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز''۔

(فتاوی رضویہ، جلد یازدہم، ص ۴۳، ناشر، رضا اکیڈمی ممبئی)

(نوٹ): یہ اور اس کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کئی عبارتیں راقم السطور نے اپنی تالیف ''مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا'' میں نقل کی ہیں، وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ہمیں یہاں عرض یہ کرنی ہے کہ امام احمد رضا، خواجہ غریب نواز کے ایسے عقیدت مند بلکہ عشق کی حد تک پہنچے ہوئے شیدائی ہیں کہ بہر تقدیر ان کا دفاع کرتے، ان کی قرار واقعی شان کو اجاگر کرتے اور ان پر کیے گئے کسی طرح کے اعتراض کا دندان شکن جواب بھی دیتے ہیں، مذکورہ بالا عبارت میں جہاں یہ واضح کیا کہ حضرت خواجہ ہندوستان کے بادشاہ، حق کی اعانت کرنے والے، دین کے مددگار اور غریب نواز ہیں، وہیں حضرت کا دفاع کر کے مخالفینِ خواجہ کا رد بھی کیا ہے۔

چشتی سلسلہ کے عظیم بزرگ اور حضرت خواجہ کے بالواسطہ مرید و خلیفہ مخدوم بہاری حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت کے حوالے سے کسی نے امام احمد رضا سے سوال کیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ایک مستقل رسالہ ''حجب العوار'' قلمبند کردیا، جو آج بھی دستیاب اور دیدنی ہے۔

خواجہ غریب نواز کے خلیفۂ اول حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور ان کے بالواسطہ خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا تذکرہ نہایت اچھوتے انداز میں امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنی تصنیفات و ملفوظات میں کرتے نظر آتے ہیں بلکہ حضور نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اور خود حضور خواجہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دینے اور عقیدت کا خراج پیش کرنے کے کئی واقعات ان کی تصنیفات یا ملفوظات یا ان کے سوانح حیات کی کتابوں میں مسطور ہیں۔

حضرت خواجہ کا غلام بننے سے انکار گمراہی ہے: یہ امام احمد رضا ہیں کہ خواجہ معین الدین حسن سنجری سے بھی محبت رکھتے اور ان کے شہر سے بھی کافی محبت و الفت رکھتے ہیں، بلکہ ان سے محبت کرنے والے اور ان سے نسبت رکھنے والے کو داد و تحسین دیتے، اور جو ان سے بغض و حسد اور نفرت رکھے ان کو مبغوض قرار دیتے ہیں، یہ دیکھئے، وہ شخص جس کا نام غلام معین الدین ہو اور غلام کا لفظ اپنے نام سے ہٹا دے نیز کوئی شخص اجمیر شریف کو شریف نہ جانے، اس کے لیے امام احمد رضا قدس سرہٗ ایسا واضح حکم فرماتے ہیں کہ جس سے اصل مسئلہ بھی منقح ہو کر سامنے آتا ہے اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی عقیدت و محبت بھی مترشح

ہوتی ہے ذیل میں ایک سوال اور امام احمد رضا کا جواب ملاحظہ کیجئے اور آپ کے قلم محبت وعقیدت کا تیور بھی دیکھئے۔

مسئلہ: از سرکار اجمیر مقدس، لنگر گلی، مسئولہ از حکیم غلام علی صاحب، ۶ رشوال ۱۳۳۹ھ۔ اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر، اور خلافت کے بورڈ پر، اور خلافت کی ٹوپی پر، اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے، کیا اجمیر کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام غلام معین الدین پر غلام نہ لکھنا خلافِ عقیدۂ اہل سنت ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**۔

جواب: ''اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزیِ حیاتِ ظاہری ومزارِ پر انوار کو (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ **عدوُّ اللہ** ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:۔ ''**مَنۡ عَادیٰ لِیۡ وَلِیاًّ فَقَدۡ اٰذَنۡتُہٗ بِالۡحَرۡبِ**''۔

اور اگر یہ ناپاک التزام بر بنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی وفضلِ عظیم وخیرِ جسیم سے محرومی ہے۔ **کما افادہ الامام المحقق محی الدین ابو زکریا قدس سرہ فی الترضّی**۔

اور اگر اس کا مبنیٰ وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے، اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت؟ **ما علیٰ مثلہٖ یُعدّ الخطاء** اور اپنے نام سے غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیثِ مذکورہ عدوُّ اللہ ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قال تعالیٰ: ''اَلَیۡسَ فِیۡ جَھَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ۔''

اور اگر بر بنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار ومرتدین ہیں۔

''**وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ مُّھِیۡنٌ**'' **واللہ تعالیٰ اعلم**۔ [ص ۱۸۷و۱۸۸، فتاوی رضویہ، جلد ششم، ناشر، رضا اکیڈمی بمبئی]

حضرت سلطان الہند کو ''حضور سیدنا خواجۂ خواجگان'' جیسے عظیم القاب سے یاد کرنا پھر ان کے نام کے ساتھ بہترین دعائیہ جملہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کالانا بھی ملحوظ خاطر رہے۔

بارگاہ خواجہ میں دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد گرامی خاتم المحققین مفتی نقی علی خاں قدس سرہ نے تیر بہدف اور مجرب دعاؤں پر مشتمل ایک وقیع اور مایہ ناز کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے ''**احسن الوعا لآداب الدعا**'' اس کی افادیت کو عام وتام کرنے کے پیش نظر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی شرح لکھی، جس کا نام ''**ذیل المدعا لاحسن الوعا**'' رکھا ہے، اس میں خاتم المحققین اور اعلیٰ حضرت نے چوالیس مقامات مقدسہ کی نشان دہی کی ہے، جن میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، اور ان مقامات میں اعلیٰ حضرت نے انتالیسویں (۳۹ویں) نمبر پر حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ انور کو شمار فرمایا ہے، آپ نے واضح فرمایا ہے کہ حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مقرب بارگاہ الٰہی اور مستجاب الدعوات ہیں کہ آپ کے مزارِ پُر انوار کے پاس لوگوں کی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں: ''سی ونہم مرقدِ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ''۔

غور فرمائیے اس اقتباس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں جس قدر عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے ہیں اور خوب سے خوب تر القاب سے انہیں یاد کیا ہے وہ ارباب علم وبصیرت پر مخفی نہیں ہے۔اس حوالے سے آپ کی آرام گاہ ومرقد کے ساتھ لفظ''مبارک''اور آپ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ کلمۂ دعائیہ''قدس سرہٗ'' بھی ملحوظ خاطر رہے۔

بارگاہ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی طرف سے اس قدر گلہائے عقیدت پیش کیے جانے کے بعد بھی اگر کوئی یوں کہے کہ ''ہندوستان کے بہت بڑے ولی خواجہ غریب نواز سے امام احمد رضا کو عقیدت ومحبت نہ تھی'' تعجب خیز بات ہے،اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ امام احمد رضا اور دیگر اولیاء اللہ کی عقیدت ومحبت سے دور ونفور رہنا اور دوسرں کو ان سے دور کرنا اور بے فیض بنانا ہے، اس تعلق سے یہ یاد رکھئے کہ جو یزیدی خیمے کا ہے وہ جب اللہ ورسول کا نہیں تو اولیاء اللہ کی بارگاہ کا مؤدب کیونکر ہوسکتا ہے اور جو حسینی خیمے کا کہلاتا ہے پھر بھی خلافِ حق بات کہتا ہے،اس کیلئے یہ صلائے عام ہے:

ع: بے ادب بے نصیب، باادب بانصیب

امام احمد رضا تو حضور خواجہ غریب نواز اور اپنے شیخ اعظم حضور غوث اعظم وغیرہما کی تعریف وتوصیف اور ان سے محبت و عقیدت کا اظہار کر کے اپنے دور کے اعلیٰ حضرت بن گئے ،محدث اعظم بن گئے ،فقیہ اعظم بن گئے ،مجدد اعظم بن گئے ، دنیائے اہلسنت کے امام مانے گئے ،ساٹھ سے زائد علوم وفنون کے ماہر مانے گئے،آپ ان سے بغض وحسد رکھ کر اوران کے خلاف زبان کھول کر کیا بنے یا کیا بنیں گے،کسی محلہ کا امام،کسی قبیلہ کا امام،ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کا امام یا حاسدین کا امام؟ یاد رکھئے کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔''حسد کرنے والا حسد کی آگ میں پہلے خود جلتا ہے''۔

یہ دیکھئے امام اہلسنّت اعلی حضرت،حضور خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ حضرت کے سلسلہ کے تمام اولیاء اللہ کے بھی مدح خواں ہیں،ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ،ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں،نہیں نہیں !اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت ہیں،وہ اونچی فکر رکھتے ہیں،وسیع الظرف ہیں،وہ شرح صدر والے ہیں،وہ کسی ایک سلسلے کے اکابر کی بارگاہ میں نہیں بلکہ چاروں سلسلہ کے اولیاء،صلحا اور محبوبان خدا کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کا گلدستہ لیے حاضر ہیں۔''ذیل المدعا لاحسن الوعا''میں امام احمد رضا نے جن چوالیس مقاماتِ مقدسہ کا شمار فرمایا ہے،جہاں دعائیں بہت جلد مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہیں،ان میں سب سے آخر میں چوالیسویں مقام پر تمام اولیا،صالحین اور محبوبان خدا کی بارگاہوں کو شمار فرمایا ہے ،لکھتے ہیں:''چہل و چہارم:(۴۴ویں)اسی طرح تمام اولیاء وصلحاء ومحبوبانِ خدائے تعالیٰ کی بارگاہیں،خانقاہیں،آرام گاہیں۔نَفَعَنَا اللّٰهُ بِبَرَكَاتِهِمْ فِي الدِّيْنِ وَالْآخِرَةِ آمین''۔حضرت خواجہ اور تمام اولیاء کرام سے فیوض وبرکات لوٹنے کے حوالے سے امام احمد رضا کے قلمِ حق رقم سے درج بالا دعائیہ جملے کو باربار پڑھئے ،جس کا ترجمہ یہ ہے:''اللہ تعالیٰ ان اولیاء وصلحاء ومحبوبانِ خدا کے برکات سے ہمیں دنیا و آخرت میں مالا مال فرمائے۔آمین''۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی کرامت: جہل مرکب کے شکار لوگوں کے اعتراض کا دندان شکن جواب یہ ہے کہ چوالیسویں نمبر پر تمام اولیائے کرام کے درباروں ،خانقاہوں اور آرام گاہوں کے بارے میں جو یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ''یہاں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں''،اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے کسی دوسرے سلسلے کے ولی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ چشتی سلسلہ کے عظیم ولی اللہ یعنی حضرت خواجہ غریب نواز چشتی علیہ الرحمہ کے بالواسطہ مرید وخلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء علیھما الرحمۃ والرضوان کی

عبقری شان اور ان کی عظیم کرامت کو پیش کیا ہے، چنانچہ حضرت قدس سرہ کی آنکھوں دیکھی کرامت چوالیسویں مقام اور مذکورہ دعائیہ کلمات کے متصل ہی رقمطراز ہیں:

''سترہویں شب ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۲۹۳ھ میں کہ فقیر کو اکیسواں سال تھا، اعلیٰ حضرت مصنف علاّم سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد وحضرت محب الرسول جناب مولانا مولوی محمد عبدالقادر قادری صاحب بدایونی دامت برکاتھم العالیہ کے ہمراہ رکاب حاضر بارگاہِ بے کس پناہ حضور پرنور محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم ہوا۔

دونوں حضرات عالیہ اپنے قلوبِ مطمئنہ کے ساتھ حاضر مواجھۂ اقدس ہو کر مشغول ہوئے، اس فقیرِ بے توقیر نے ہجوم شور وشر سے خاطر پریشان پائی، دروازۂ مطہرہ پر کھڑے ہو کر حضرت سلطان الاولیا سے عرض کی کہ، اے مولیٰ! غلام جس لئے حاضر ہوا، یہ آوازیں اس میں خلل انداز ہیں۔ (لفظ یہی تھے یا ان کے قریب، بہرحال مضمونِ عریضہ یہی تھا)

یہ عرض کر کے بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں دروازۂ حجرۂ طاہرہ میں رکھا، بعونِ ربِ قدیر وہ سب آوازیں دفعتہ گم تھیں، مجھے گمان ہوا کہ یہ لوگ خاموش ہو رہے، پیچھے پھر کر دیکھا تو وہی بازار گرم تھا، قدم کہ (اندر) رکھا تھا، باہر ہٹایا، پھر آوازوں کا وہی جوش پایا، پھر بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں اندر رکھا، بحمد اللہ! پھر ویسے ہی کان ٹھنڈے تھے، اب معلوم ہوا کہ یہ مولیٰ کا کرم اور حضرت سلطان الاولیاء کی کرامت اور اس بندۂ ناچیز پر رحمت ومعونت ہے، شکر الٰہی بجالایا اور حاضر مواجہۂ عالیہ ہو کر مشغول رہا، کوئی آواز نہ سنائی دی، جب باہر آیا پھر وہی حال تھا کہ خانقاہِ اقدس کے باہر قیام گاہ تک پہنچنا دشوار ہوا۔

فقیر نے یہ اپنے اوپر گزری ہوئی گزارش کی کہ

اوّل تو وہ نعمتِ الٰہی تھی، اور رب عزوجل فرماتا ہے۔ ''وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ'' (اپنے رب کی نعمتیں لوگوں سے خوب بیان کرو) مع ھٰذا اس میں غلامانِ اولیائے کرام کیلئے بشارت اور منکروں پر بلا وحسرت ہے۔

الٰہی! صدقہ اپنے محبوبوں کا، ہمیں دنیا وآخرت وقبر وحشر میں اپنے محبوبوں کے برکات بے پایاں سے بہرہ مند فرما۔ آمین''۔

[ص ۶۰ و ۶۱۔ ذیل المدعا لاحسن الوعا۔ مؤلفہ امام احمد رضا بریلوی۔ مطبوعہ۔ مکتبۃ المدینہ، کراچی]

امام احمد رضا کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو ''اے مولیٰ'' سے یاد کرنا ملحوظ خاطر رہے، نیز حضرت موصوف کو ''سلطان الاولیاء'' کے لفظ سے یاد کرنا ذہن نشیں رہے۔

ذکر برکات خواجہ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متصلب قادری تھے، مشائخ کرام کی بات آتی تو زیادہ تر اپنے ہی شیخ المشائخ حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے، ان کے نام میں حلاوت وچاشنی پاتے اور مرید صادق کو ایسا ہونا بھی چاہئے کہ جس کا کھائے اس کا گائے، تب ہی فیض پائے گا، ورنہ دھوبی کا کتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا، انہوں نے شیخِ سلسلہ شہزادۂ رسول غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بارگاہ سے حظ وافر پایا، اس لیے ان کا شکریہ خوب بجالایا، ان کا گیت گایا اور خوب مدح سرائی کی، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دوسرے اولیاء ومشائخ سے انہیں عقیدت نہ تھی، بلکہ دوسرے سلاسل کے اولیاء ومشائخ سے بھی عقیدت ومحبت رکھتے، ان کی تعریفیں کرتے تھے اور آپ کو تو سلسلۂ عالیہ قادریہ کے ساتھ ساتھ سیدنا معین الحق والدین حضور غریب نواز چشتی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ کی بھی اجازت وخلافت حاصل تھی، وہ تیرہ سلاسل جن کی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی، ان میں سلسلۂ چشتیہ بھی ہے، جیسا کہ ''الاجازات المتینۃ'' میں آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے بلکہ طالبان کو سلسلۂ چشتیہ جدیدہ وقدیمہ

کی بھی اجازت دیتے تھے،علماءِ مکہ و مدینہ کو بھی اس کی اجازتیں دیں جیسا کہ مذکورہ کتاب میں ہے۔ پھر کیوں نہ اس پر ناز کریں اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان غریب نوازی اور فیض رسانی کا اعتراف کریں،اس لیے وہ بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ حضور خواجہ علیہ الرحمہ کا ذکر کرتے،ان کا خوب چرچا کرتے اور پورے اعتماد و وثوق کے ساتھ ان کے فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہیں۔

امام احمد رضا ''الملفوظ''میں فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں،مولانا برکات احمد صاحب (بریلوی) مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے،انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ:''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے، اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے، ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا کہ خواجہ اگّن لگی ہے،تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا''۔

بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے،ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی اس نے کہا،میاں! ہر سال کہاں جایا کرتے ہو؟ بے کار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو،انہوں نے کہا چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو، پھر تم کو اختیار ہے،خیر! ایک سال وہ ساتھ میں آیا، دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے،اور یہ صدا لگا رہا ہے۔''خواجہ! پانچ روپے لوں گا۔اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا۔اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔''

جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گذر گیا،ایک گھنٹہ ہو گیا ہوگا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا، جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا: لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے، بھلا خواجہ کیا دیں گے؟ لو ہم دیتے ہیں۔ فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کے زور سے کہا:''خواجہ تورے بلہاری جاؤں، دِلوائے بھی تو کسی خبیث منکر سے''۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مذکورۃ الصدر قول''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں'' کو بار بار پڑھئے،اس میں کس قدر حقیقت کا اعتراف اور حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے تصرفات اور ان کے فیوض و برکات کا اقرار امام احمد رضا نے کیا ہے،ان حقائق کو ملاحظہ کرنے کے بعد ارباب علم و دانش پکار اُٹھتے ہیں کہ واقعی یہ حضور خواجہ کی بارگاہ میں امام احمد رضا کی طرف سے عقیدت و محبت اور منقبت و مدحت کی سوغات ہے،جس کے انکار کی کسی کو مجال دم نہیں،مگر معاند و سرکش اپنی فکر باطل میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

دربار خواجہ میں حاضری کو ترجیح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نہ یہ کہ سلطان الہند خواجۂ خواجگان کے صرف مداح،ان کی ولایت و تصرف اور فیوض و برکات کے قائل تھے بلکہ باعث سعادت سمجھ کر ان کی بارگاہ میں حاضری بھی دیا کرتے تھے،اپنا وطن مالوف کس کو پیارا نہیں ہوتا،ایک لمبی مدت کے سفر سے واپسی کے بعد کون نہیں یہ پسند کرتا ہے کہ پہلے اپنے بال بچوں اور احباب سے ملے،مگر امام احمد رضا وطن مالوف اور بال بچوں پر اور احباب کی پیش کش پر بارگاہ خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری کو ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں،کیونکہ انہیں وطن مالوف اور اعزّاء و اقارب سے زیادہ بارگاہ خواجہ پیاری ہے اور احباب کے شہر سے زیادہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری محبوب ہے،یہ دیکھیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفہ برہان ملت حضرت مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری (متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء) ہیں، ان کے والد گرامی عیدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام

جبلپوری علیہما الرحمۃ ہیں، یہ دونوں باپ بیٹے اعلی حضرت کے بڑے ہی عقیدت منداور نہایت قدردان تھے، اعلی حضرت اوران کے شہزادگان حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم علیھم الرحمۃ کو بارہا دعوت دے کر اپنے گھر جبلپور لے جاتے اور عرصۂ دراز تک یہ مشائخ بریلی ان کے یہاں قیام پذیر رہتے۔ان دونوں سے اعلی حضرت بھی بہت محبت سے پیش آتے اوران کے گھر جاتے، کیونکہ یہ دونوں بجائے خود ماہر علوم وفنون اور تاجدار ولایت تھے۔جانبین میں سچی اور گہری بے لوث محبت و یگانگت کے باوجود جب اعلی حضرت امام احمد رضا اپنے دوسرے سفرحج سے واپس بمبئی پہونچے تو حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری علیہ الرحمہ نے انہیں دعوت دی کہ حضور میرے گھر جبلپور تشریف لے چلیں تو اعلی حضرت نے اپنے اس خاص محب اور عقیدت مند کی دعوت کو ترجیح نہ دیا اور نہ ہی اپنے گھر بریلی شریف جانے کو، بلکہ ترجیح دی تو کس کو؟ وہی سرکار اعظم کو، دربار خواجہ میں حاضری کو، ان سے فیوض و برکات لوٹنے کو۔چنانچہ حضرت برہان ملت موصوف رقمطراز ہیں۔''اعلی حضرت نے بمبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا والد ماجد نے جبلپور تشریف لے جانے کیلئے عرض کیا تو فرمایا:''ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا، ان شاء اللہ پھر کبھی جبلپور آؤں گا''۔ (اکرام امام احمد رضا۔۔۔۔ص۔۸۲،)

دربار خواجہ میں حاضری اور روشن کرامت : لگے ہاتھوں دربار خواجہ غریب نواز سے امام احمد رضا کی محبت و عقیدت، ان کے دربار میں حاضری، راستے میں ایک عظیم کرامت کا ظہور، اجمیر معلیٰ میں آپ کی قدردانی، وعظ وخطابت کا آپ کو زریں موقع ملنا اور ایک انگریز کا مسلمان ہونا، ان سب باتوں کو امام احمد رضا کے سفر اجمیر مقدس سے متعلق درج ذیل مستند واقعہ میں ملاحظہ کریں: معارف رضا کراچی میں ہے: علامہ نوراحمد قادری (اسلام آباد، پاکستان) اپنے داداحاجی عبد النبی قادری رضوی (متوفی ۱۹۴۹ء کراچی) کی زبانی سنا ہوا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، یہ راوی حاجی عبدالنبی قادری رضوی امام احمد رضا بریلوی کے مرید تھے۔اور یہ واقعہ امام احمد رضا بریلوی کے آخری ایامِ حیات کا ہے۔علامہ نوراحمد قادری لکھتے ہیں:

''ہوا یوں تھا کہ اعلی حضرت امام احمد رضا کا سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کی خانقاہ میں عرسِ غریب نواز کے موقع پر وعظ ہوا کرتا تھا اور اس وعظ کا اہتمام خود خانقاہ شریف کے دیوان صاحب کیا کرتے تھے، جس میں علماء وفضلا دور دور سے آکر وعظ سننے کے لئے شرکت کرتے ،بعض دفعہ دکن کے حکمران نظام دکن میر محبوب علی خان اور میر عثمان علی خاں بھی اس وعظ میں شریک ہوتے رہے، اعلی حضرت کا وعظ سننے کیلئے بے شمار خلقت وہاں ہوا کرتی۔

اس مرتبہ جب اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے اجمیر شریف عرسِ غریب نواز میں حاضری کیلئے جانے لگے تو ان کے ہمراہ دس گیارہ ان کے مریدین بھی تھے، انہیں میں ایک راقم الحروف کے استاد محترم مولانا شاہ عبدالرحمن قادری جے پوری تھے، جو اعلیٰ حضرت کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی، اور دوسرے خود راقم الحروف کے دادا محترم حضرت حاجی عبدالنبی قادری تھے، بقیہ اور حضرات تھے۔

دہلی سے اجمیر شریف تک جانے کیلئے''بی بی اینڈ سی آئی آر'' ریل چلا کرتی تھی، جب یہ ریل گاڑی''پھلیرہ جنکشن'' پر پہنچتی تو قریب قریب مغرب کا وقت ہو جاتا تھا''پھلیرہ'' اس دور کا بہت بڑا ریلوے جنکشن ہوا کرتا تھا، جہاں سانبھر، جودھ پور اور بیکانیر سے آنے والی گاڑیوں کا بھی کراس ہوا کرتا تھا ان تمام دوسری لائنوں سے آنے والے مسافر اجمیر شریف جانے کیلئے اسی میل گاڑی کو پکڑتے تھے، اس لئے یہ میل گاڑی پھلیرہ اسٹیشن پر تقریباً چالیس منٹ ٹھہرا کرتی تھی، خود راقم الحروف نے بھی پارٹیشن (۱۹۴۷ء) سے قبل کے دور میں اجمیر شریف حاضری دینے کیلئے اسی گاڑی سے کئی بار سفر کیا، اور پھلیرہ جنکشن کا حال دیکھا۔

بہرکیف! جب اعلیٰ حضرت سفر کر رہے تھے تو پھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، اعلی حضرت نے اپنے ساتھ

والے مریدین سے فرمایا کہ نماز مغرب کیلئے جماعت پلیٹ فارم پر ہی کر لی جائے، چنانچہ چادریں بچھادی گئیں اور لوگوں میں سے جن کا وضو نہ تھا، انہوں نے تازہ وضو کرلیا۔

اعلیٰ حضرت ہر وقت باوضو رہتے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا وضو ہے، اور امامت کے لئے آگے بڑھے، اور پھر فرمایا کہ آپ سب لوگ پورے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اِن شاءاللہ گاڑی ہرگز اس وقت تک نہ جائے گی جب تک کہ ہم لوگ نماز پورے طور سے ادا نہیں کر لیتے ہیں، آپ لوگ قطعاً اس بات کی فکر نہ کریں اور پوری یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کریں۔

یہ فرما کر اعلیٰ حضرت نے امامت کرتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کردی، مغرب کے فرض کی جب ایک رکعت ختم کر چکے تو ایک دم گاڑی نے وِہسل (Whistle) دے دی، پلیٹ فارم پر دیگر بکھرے ہوئے مسافر تیزی کے ساتھ اپنی اپنی سیٹوں پر گاڑی میں سوار ہو گئے مگر آپ کے پیچھے نمازیوں کی یہ جماعت پورے استغراق کے ساتھ نماز میں اسی طرح برابر مشغول رہی، دوسری رکعت مغرب کے فرض کی ہورہی تھی کہ گاڑی نے اب تیسری اور آخری وِہسل بھی دے دی، مگر ہوا کیا کہ ریل کا انجن آگے کو نہ سرکتا تھا۔ میل (Mail) گاڑی تھی، کوئی معمولی پسنجر گاڑی نہ تھی، اس لئے ڈرائیور اور گارڈ سب پریشان ہو گئے کہ آخر یہ ہوا کیا کہ گاڑی آگے نہیں جاتی؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا، انجن کو ٹیسٹ کرنے کیلئے ڈرائیور نے گاڑی کو پیچھے کی طرف ڈھکیلا تو گاڑی پیچھے کی سمت چلنے لگی، انجن بالکل ٹھیک تھا مگر جب ڈرائیور اسی انجن کو آگے کی طرف ڈھکیلتا تو انجن رک جاتا تھا۔

آخر اتنے میں اسٹیشن ماسٹر جو انگریز تھا، اپنے کمرے سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا اور اس نے ڈرائیور سے کہا کہ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر دیکھو، آیا چلتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، انجن کو گاڑی سے کاٹ کر جب چلایا تو بخوبی پوری رفتار سے چلا، کوئی بھی خرابی اس میں نظر نہ آئی، مگر جب ریل کے ڈبوں کے ساتھ جوڑ کر اسی انجن کو چلایا گیا تو وہ پھر اسی طرح جام ہو گیا اور ایک انچ بھی آگے کو نہ چلا، ریل کا ڈرائیور اور سب لوگ بڑے حیران و پریشان کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے کہ انجن ریل کے ساتھ جڑ کر آگے کو نہیں جاتا؟

اسٹیشن ماسٹر نے گارڈ سے پوچھا، جو نمازیوں کے قریب ہی کھڑا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ انجن الگ کر و تو چلنے لگتا ہے اور ڈبوں کے ساتھ جوڑو تو بالکل پٹری پر جام ہو کر رہ جاتا ہے؟ وہ گارڈ مسلمان تھا، اس کے ذہن میں بات آگئی اس نے اسٹیشن ماسٹر کو بتایا کہ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بزرگ جو نماز پڑھا رہے ہیں، کوئی بہت بڑے ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں، یقیناً اس کے علاوہ اور کوئی ٹیکنیکل وجہ نہیں۔

اب جب تک کہ یہ بزرگ اور ان کی جماعت نماز ادا نہیں کر لیتے یہ گاڑی مشکل ہے کہ چلے، یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے ان ولی اللہ کی کرامت معلوم ہوتی ہے، بس اب ان کے نماز ادا کرنے تک تو انتظار ہی کرنا پڑے گا۔

اسٹیشن ماسٹر کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور وہ کہنے لگا کہ بلاشبہ یہی بات معلوم ہوتی ہے، چنانچہ وہ نمازیوں کی جماعت کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا، نماز میں اعلیٰ حضرت کا اور ان کے مریدین کا اس قدر استغراقِ عبادت اور خشوع وخضوع کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوا، انگریزی اس کی مادری زبان تھی مگر وہ اردو اور فارسی کا بھی ماہر تھا اور بے تکلف اردو میں کلام کرتا تھا، گارڈ کے ساتھ اس کی یہ ساری گفتگو اردو ہی میں تھی۔

غرض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے سلام پھیرا اور بآوازِ بلند درود شریف پڑھ کر دعا مانگنے میں مصروف ہو گئے، جب یہ دعا سے فارغ ہوئے تو آگے بڑھ کر نہایت ادب کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر (انگریز) نے اردو ہی میں عرض کیا کہ حضرت! ذرا جلدی فرمائیں، یہ

گاڑی آپ ہی کی مصروفیتِ عبادت کے سبب چل نہیں رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ:

بس ابھی نماز پڑھ کر ہم لوگ تھوڑی دیر میں فارغ ہوں گے اور اِن شاء اللہ پھر گاڑی چلے گی، آپ جانتے ہیں کہ یہ نماز کا وقت ہے، کوئی بھی سچا مسلمان نماز قضا نہیں کرسکتا، نماز ہر مسلمان پر فرض ہے، فرض کو کیسے چھوڑا جائے؟ گاڑی اِن شاء اللہ نہیں جائے گی، جب تک ہم لوگ اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہیں کر لیتے۔

اسٹیشن ماسٹر پر اسلام کی روحانی ہیبت طاری ہوگئی، اعلی حضرت اور ان کے مریدین نے سکون کے ساتھ جب نماز پورے طور پر ادا کر لی اور دعا پڑھ کر فارغ ہوئے تو اعلی حضرت نے پاس ہی کھڑے ہوئے انگریز اسٹیشن ماسٹر سے فرمایا کہ: اِن شاء اللہ اب گاڑی چلے گی، ہم سب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے۔

یہ کہا اور مع اپنے سب ہمراہیوں کے گاڑی میں بیٹھ گئے، گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی اسٹیشن ماسٹر نے اپنے انداز میں سلام کیا اور آداب بجالایا مگر اس واقعۂ کرامت کا اس کے ذہن اور دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔

بہر کیف! گاڑی کے ساتھ اعلی حضرت اور ان کے یہ چند مریدین تو اجمیر شریف روانہ ہو گئے مگر اسٹیشن ماسٹر سوچ میں پڑ گیا، رات بھر وہ اسی غور و فکر میں رہا، اس کو نیند نہ آئی، صبح اٹھا تو چارج اپنے ڈپٹی کے حوالے کر کے اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ حاضری کیلئے اجمیر شریف کو چل پڑا، تا کہ وہاں درگاہِ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرے۔

جب اجمیر شریف پہنچا تو دیکھا کہ درگاہ شریف کی شاہجہانی مسجد میں اعلی حضرت کا ایمان افروز وعظ ہو رہا ہے، وہ وعظ میں شریک ہوا، بیان سنا، اور جب وعظ ختم ہوا قریب پہنچ کر اس نے اعلی حضرت کے ہاتھ چوم لیے، اور عرض کیا کہ: جب سے آپ پھلیرہ اسٹیشن سے ادھر روانہ ہوئے ہیں، میں اس قدر بے چین ہوں کہ مجھے سکون نہیں آتا۔

آخر اپنے افرادِ خاندان کے ہمراہ یہاں حاضر ہو گیا ہوں اور اب آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، آپ کی یہ روحانی کرامت دیکھ کر مجھے اسلام کی آسمانی صداقت کا یقین کامل ہو گیا ہے، اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ بس اسلام ہی خدائے تعالیٰ کا سچا دین ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہزار ہا زائرینِ دربارِ خواجہ غریب نواز کے سامنے اس انگریز کو اور اس کے نو افرادِ خاندان کو وہیں کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا اور خود اس کا اسلامی نام بھی غوث پاک کے نام پر عبدالقادر رکھا، اس کا انگریزی نام رابرٹ (Robert) تھا اور وہ رابرٹ صاحب کے نام سے مشہور تھا، آپ نے اس کو مسلمان کرنے کے بعد سلسلۂ قادریہ میں اپنا مرید بھی کیا اور پھر ہدایت فرمائی کہ: ''ہمیشہ اتباعِ سنت کا خیال رکھنا، نماز کسی وقت نہ چھوڑنا، نماز روزہ کی پابندی بہت ضروری ہے، اور جب موقع ملے تو حج پہ بھی ضرور جانا اور زکوۃ ادا کرنا اور ہمیشہ خدمتِ دین کا خیال رکھنا، اس لئے کہ اسلام کا پھیلانا بھی قرآن پاک نے ہر مسلمان کیلئے ضروری قرار دیا ہے، اپنے وطن بھی جب جاؤ تو وہاں بھی دین کو پھیلانے کی خدمت انجام دینا۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ اب خود بھی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو اور اپنے تمام افرادِ خاندان کو بھی قرآن پاک کی تعلیم دلواؤ''

غرض آپ نے اسلام اس کے دل میں اتار دیا اور اپنی عارفانہ جنبشِ نگاہ سے اس کے شیشۂ دل کو عشقِ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عطر سے بھر کر اس کی روح تک کو مہکا دیا، وہ اسلام کا شیدا و وارفتہ ہو گیا۔

اس انگریز کے اس قبول اسلام کا یہ واقعہ اس وقت کا ایک اہم واقعہ تھا، اس لئے کہ یہ انگریز کوئی معمولی درجہ کا انگریز نہ تھا بلکہ ایسے گھرانے کا فرد تھا، جس کے بہت سے افراد ہندوستان میں اور اسی طرح انگلستان میں مناصبِ جلیلہ پر فائز تھے، اہلِ علم اور باوقار لوگ تھے اور عیسائی مشن کی بڑی سرپرستی کیا کرتے تھے۔ اس انگریز کے مع افرادِ خاندان مسلمان ہوجانے کے اس واقعہ سے عیسائی مشنریوں کے جرگہ میں ہل چل پڑگئی۔ مذہب کے میدان میں ان کی بوئی ہوئی ساری سفید کپاس جل گئی، یعنی گورے گھبرا گئے، ان کے پادری بوکھلا گئے، یہ کیا کم انقلابی واقعہ تھا؟ پھر اس نومسلم انگریز نے جیسا کہ بزرگوں نے بتایا، زندگی بھر اسلام کی بڑی خدمت کی وہ قرآن کریم ختم کرنے کے بعد ہندوستان سے وطن واپس لوٹ گیا اور وہاں جاکر اسلام کی خدمت کیلئے وقف ہوگیا، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روحانی کرامت اور عارفانہ جنبشِ نگاہ نے اس کی ساری کایا پلٹ دی، اسے آشنائے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرکے کام کا آدمی بنادیا، منزل پر پہنچادیا اور اس کو ملتِ اسلامیہ کا مستحکم ستون بنادیا''۔

(ص ۱۵۷ تا ۱۶۱۔ سالنامہ معارفِ رضا کراچی۔ مطبوعہ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء۔ از ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی)

آستانۂ خواجہ پر حاضری کا ایک اور ثبوت

سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے آستانۂ عالیہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے حاضری دی، اس حوالے سے ایک طویل واقعہ آپ کے مطالعہ میں آچکا۔ اب ایک اور شہادت ملاحظہ کیجئے:

الحاج مولانا سید محمد فرقان علی رضوی چشتی گدی نشین آستانۂ عالیہ اجمیر شریف نے ایک مضمون رقم فرمایا ہے، جس کا موضوع ہے، ''اعلیٰ حضرت کی والہانہ عقیدت سرکار غریب نواز کے آستانے سے'' موصوف نے اس موضوع پر کئی دلائل اور شواہد پیش فرمائے ہیں، اس کا کچھ اقتباس ذیل میں ملاحظہ کیجئے، آپ رقمطراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت جب زیارت حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ سے سیدھے اجمیر شریف خواجۂ ہند کی بارگاہِ ناز میں حاضری دینے آئے، وابستگان واہلِ عقیدت کا ایک ہجوم اعلیٰ حضرت کو لیکر سب سے پہلے اپنے شہر یا اپنے قصبہ یا اپنے گھر کو ان کے وجود سے مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا، مگر آپ نے سارے عقیدت مندوں کی عقیدت پر حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ اپنی عقیدت وشیفتگی کو ترجیح دی۔

چنانچہ وہاں کے خدمت گزار و گدی نشین سید حسین علی رضوی اجمیری وکیل جاورہ جو اعلیٰ حضرت کے وکیل دعا گو مرید خاص بھی تھے انہوں نے اپنی مرتبہ کتاب ''دربارِ چشت'' کے صفحہ ۱۰ر پر لکھا ہے کہ یہ حاضری ایسی عقیدت ومحبت کی حامل تھی کہ ہم خدامِ آستانہ اور تمام مسلمانانِ اجمیر کے دلوں پر نقش کرگئی''۔

اجمیر میں امام احمد رضا پر انعام خسروی: سرکار اعظم حضرت خواجہ غریب نواز اور ان کی نگری سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بے پناہ عقیدت ومحبت کا یہ ثمرہ ہے کہ ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو جب موصوف کا وصال ہوا تو انہیں بارگاہ خواجہ سے انعام خسروی ملا، درگاہ معلیٰ کے خادم حضرت سید حسین علی (علیہ الرحمہ) نے آپ کے ایصال ثواب کیلئے فاتحۂ سوم (تیجہ کی فاتحہ) کی محفل سجائی، قرآن خوانی ہوئی، فاتحہ پڑھی گئی، آپ کے درجات کی ترقی کیلئے دعائیں ہوئیں، اس میں کافی افراد شریک ہوئے، چنانچہ اخبار ''ہفتہ وار دبدبۂ سکندری'' کے حوالے سے آج سے ترانوے سال قبل کی ایک تحریر ملاحظہ

کیجئے، سید غلام علی مرحوم خادم درگاہ اجمیر شریف رقمطراز ہیں:

''۲۵؍صفر مطابق ۲۸؍اکتوبر یوم جمعہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاستِ جاورہ وخادمِ درگاہِ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا، جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہوگیا، اس حادثۂ ہوش ربا کو معلوم کرکے تمام مریدین ومعتقدین کو جو اور جتنا رنج والم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔

اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین صاحب نے فاتحۂ سوم کا انتظام کیا، اور اول بروز اتوار ۲۸؍صفر کو آستانۂ عالیہ حضور خواجہ خواجگاں سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دروازۂ جنوب، واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نمازِ صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحب زادگان و چند مدرسین اور طلبائے مدرسہ معینیہ عثمانیہ و مدرسینِ معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے، اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدۂ صاحبزادگانِ درگاہ معلیٰ ختم فاتحۂ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحنِ درگاہ معلیٰ میں آکر ختم کیا گیا۔

اس وقت علاوہ صاحبانِ مذکورہ کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ متولی درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ و یتامیٰ اجمیر شریف بہ تعدادِ کثیر شریک تھے، بعدِ ختم تبرک تقسیم ہوا اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحۂ سوم سرکارِ اعظم شریف میں کی گئی''۔

(دبدبۂ سکندری رام پور۔ مورخہ ۷؍نومبر ۱۹۲۱ء بحوالہ بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری ص ۱۰۱ تا ص ۱۰۷)

وادی رضا کی، کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

غور فرمایئے! اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے معاندین آج یہ سوال اٹھا رہے ہیں اور ان سے دور کرنے کیلئے غلط پروپیگنڈہ کررہے ہیں جبکہ یہ واقعات اس سوال سے پہلے ہی معرضِ تحریر میں آچکے ہیں، مگر اہل انصاف ارباب علم ودانش دیکھیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو حضور خواجہ اجمیری اور دیگر آلِ رسول اور اولیائے کرام سے کس قدر محبت وعقیدت تھی جن کے شواہد عرصۂ دراز قبل کی مطبوعہ کتابوں میں بھی ملتے ہیں۔

دربار خواجہ میں خواب کے ذریعہ رضا کی حاضری

قارئین نے امام احمد رضا قدس سرہ کی دربار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں بیداری میں حاضری کا واقعہ ملاحظہ کیا، اب رویائے صادقہ صالحہ کے راستے سے بھی ایک واقعہ خود امام احمد رضا کی زبان سے ملاحظہ کرلیں، اصل واقعہ سے قبل یہ ذہن نشین کرلیں کہ ماہِ ربیع الآخر (ربیع الجیلانی) ۱۳۰۲ھ میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سیدنا خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے بالواسطہ مرید وخلیفہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے قصد سے بریلی شریف سے چلے تو پہلے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوسی کی پھر تین دن کے بعد وہاں سے واپس ہوکر دہلی میں قیام کا عزم فرمایا، حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار پر بہار میں حاضری دے کر ان کے فضل راسخ کی طرف متوجہ ہوئے اور ازراہِ محبت وشوق حضرت کی مدح میں منقبت کے کچھ اشعار کا تحفہ پیش کیا، جب کہ اس سے قبل کثرتِ مطالعہ کے سبب آپ کی چشمِ مبارک میں ضعف آگیا تھا اور درد بھی

۔الحمدللہ! آپ کا یہ تحفہ بارگاہِ محبوب الٰہی میں قبول ہوا بلکہ حضرتِ خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی بارگاہِ اقدس میں بھی قبول ہوا اور حضرتِ خواجہ نے امام احمد رضا کو اپنی زیارت پُرانوار سے شرفیاب فرمایا، خواب ہی میں امام احمد رضا نے روضۂ خواجہ کی خاک کو اپنی آنکھوں میں لگایا اور چہرے پر مل لیا، پھر کیا تھا وہ ضعف و مرض جو چالیس دن تک علاج و معالجہ کے بعد بھی ٹھیک نہ ہوا تھا، اس خاکِ پاک کی برکت سے دور ہو گیا، درد کافور ہوا اور بینائی بھی اچھی ہو گئی ۔۔۔اب امام احمد رضا کا حضرتِ خواجہ کے فیوض و برکات، تصرفات اور کرامات اور ان کی بندہ نوازی کا اعتراف ملاحظہ کیجئے۔

آپ اپنی کتاب مستطاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں فرماتے ہیں:

''میں نے کہا، یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے، اور حضرتِ خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے''۔

غور فرمایئے! حضرت خواجہ قدس سرہ کی تربت کو''پاک تربت'' سے تعبیر فرمایا اور فرمایا کہ''یہ حضرت خواجہ کی بندہ نوازی ہے''۔اس مقام پر واضح لفظوں میں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ''بحمداللہ! ادھر یہ خواب دیکھا اور ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی''۔

اس کے علاوہ حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کی شان عظمت نشان اور تصرف و اختیار کو بڑے ہی نرالے انداز اور اچھوتے الفاظ میں یاد کیا ہے، مثلاً حضرتِ خواجہ کو''حضرتِ کارساز'' (کام بنانے والے حضرت) کے لقب سے یاد کیا ہے، اس کے متصل ہی آپ کی شان میں خواجۂ غریب نواز، سلطان الہند، وارثِ نبی جیسے عظیم القاب صفحۂ قرطاس پر لائے ہیں، پھر ان کے نامِ نامی اسم گرامی کے ساتھ''قدس سرہ العلیّ'' کا دعائیہ جملہ استعمال کیا ہے، جس کے معنیٰ ہیں''ان کی بلند روح مقدس رہے''۔کہیں قدس اللہ سرہ (اللہ ان کی روح کو مقدس رکھے) کا جملہ لایا ہے، تو کہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے) کا۔

اچھوں کے خواب کا معاملہ یہ ہے کہ آدمی کسی بارگاہ کا مؤدب ہوتا ہے تو خواب میں بھی اس ادب کو ملحوظ رکھتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، انہوں نے حضرتِ خواجہ قدس سرہ اور اپنے سلسلے کے شیخ طریقت صاحب البرکات حضرتِ شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ کے مزار پرانوار کو خواب میں دیکھا تو ان کی طرف پاؤں کے بل نہ بڑھے بلکہ سر عقیدت کو قدم بنا کر لپکے یعنی قدم کی بجائے سر کے بل حاضرِ دربار عالی ہوئے اور اس اعلیٰ ادب کو مدینہ شریف کی حاضری میں بھی انہوں نے ملحوظ رکھا اور دوسروں کو بھی درس دیا ہے اسی لئے تو کہا ہے:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

بہ ادب جھکا لو سرِ ولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گلِ تر محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چمن ان کا پاک دیار ہے

ان کلمات کے بعد اب آیئے اس خواب کے اصل واقعہ کو ملاحظہ کیجئے، جسے''مجیر معظم'' کے نظم کرنے کے داعیہ کے طور پر امام احمد رضا قدس سرہ نے درج کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''امابعد! گدائے سرکارِ غوثیہ، سگِ کوئے قادر یہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کا حشر سگانِ مولیٰ میں فرمائے۔

عرض پرداز ہے: کہ فقیر نے ماہِ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت، حضور پرنور صاحب فضلِ عالی، سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی علیہ الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلی سے شدِّ رحال (سفر) کرکے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوسی کی، تین دن بعد وہاں سے واپس آکر شاہجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا، اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرتِ مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا، دل نے کہا آنکھ کی شفا وصفا کی امید پر دوائے چشم کیلئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا، لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، از راہِ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔

رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا، نیند آ گئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنیے) ایک رنگین جنت نشان مقام ہے، جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے، بخت رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرتِ کارساز، خواجۂ غریب نواز، سلطان الہند، وارث نبی، قدس سرہ العلیٰ کا مزارِ با امتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقتِ چاشت، اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے، یعنی درجات بخشنے والے صاحبِ برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی، روّح روحہ الملک القوی، کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے، اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

سر عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجۂ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائتانے بیٹھ گیا، اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت و دلیری بھی عیاں ہے، آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ و سفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور ذاتِ مبارک ہے، بے خود ہوکر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا، وہ خاکِ پا جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی، پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کردی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہوگئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے، اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہوجاتی ہے، گویا مجھے اشارہ فرمارہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار! اے فقیر ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ان ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹادی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا (کہف۔آیت نمبر ۱۰) تک پہنچا تھا، یا۔ يَنۡشُرۡ لَكُمۡ (۱) اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر، (کہف آیت ۱۰) رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا (کہف۔آیت نمبر ۱۶) تک، کہ میری آنکھ کھل گئی، اور وہ باب بند ہوگیا، بحمد اللہ، ادھر یہ خواب دیکھا ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی۔ میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے، اور حضرتِ خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرتِ محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔

میرا دل جوش میں آیا اور صدا لگائی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزمالیا، تو کوئی پتھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہو، سن ادھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں، اس کے بعد یہ قصیدۂ مبارکہ جسے جانِ برادر حسن رضا خاں حسن، صین عن المحن (مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے نام تاریخی اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) سے موسوم کیا، بہت کم وقت میں تیار ہو کر میرے لئے فرحت بخش ہو گیا، درگاہِ بیکس پناہ، قادریت جاہ، علیہ رضوان اللہ سے حسن قبول مطلوب اور متوقع ہے۔ وللارض من کاس الکرام نصیب (کریموں کے جام سے زمین کو بھی کچھ حصہ مل جاتا ہے)''(۱)

تمہارا رب تمھارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔ (کہف آیت ۱۶) مجیر معظم شرح اکسیر اعظم، ص ۱۰۹۔ ۱۱۴، ازقلم: امام احمد رضا محدث بریلوی، ترجمہ: ادیب شہیر مولانا محمد احمد مصباحی، صدر المدرسین، اشرفیہ مبارک پور، ناشر: المجمع المصباحی، مبارکپور، مطبوعہ ۱۴۳۳ھ

فضلِ الٰہی وعنایتِ رسالت پناہی سے اچھوں کو اچھا خواب دکھایا جاتا ہے اور شیطان کے تسلط کے سبب بروں کو برا خواب، بلفظِ دیگر صالحین کو رویائے صالحہ سے نوازا جاتا ہے، مجدد اعظم امام احمد رضا ابرار وصالحین، اور علمائے ربانیین و اولیائے کاملین میں سے تھے، سچے اور اچھے تھے اسی لئے انہیں بہت سے اوقات میں اچھے ہی خوابوں سے نوازا گیا، بلاشبہ ان کا خواب صادقہ بھی ہے اور صالحہ بھی، وہ عاشقِ خواجہ تھے، واقعہ کے مطابق انہیں خواجہ کا روضہ رنگین، جنت نشان کی شکل میں دکھایا گیا، ان کے حلیہ مبارکہ کی ٹھیک اسی طرح متوازن قد وقامت، خوب وجاہت اور حسین وجمیل چہرے مہرے کے ساتھ زیارت کرائی گئی، جس طرح حضرت کی شخصیت ہے۔ ''چشمِ مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے، آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور ذاتِ مبارک ہے''۔

کیا خوب فیضانِ غوث وخواجہ ہے! محبوبانِ خدا خواب میں بھی قرآن مقدس کی تلاوت کرتے نظر آتے اور جیسا دیکھتے ویسا ہی پاتے ہیں، دیکھئے تو سہی، خاکِ تربتِ پاک آنکھوں میں ڈالا ضعفِ بصر ختم ہو گیا اور دردِ چشم سے آرام مل گیا، اسی لئے تو ایک بریلوی عاشقِ رسول نے کہا:

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:۔ ''مجیر معظم'' کے دیباچہ کی مذکورہ عبارت کے پڑھنے کے بعد افق ذہن پر ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے دربار میں حاضری اور ان کی شان اقدس میں اشعار کی صورت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے خوب فیوض وبرکات ملے، اور ان کے مزار پر انوار کی پاک مٹی اپنے چہرے کا غازہ اور آنکھوں کا سرمہ بنالیا تو مرض چشم سے نجات وشفامل گئی، تو چاہیے یہ تھا کہ اس وقت فیوض وبرکات عطا کرنے والے داتا حضرت خواجہ رضی عنہ المولیٰ کی شانِ اقدس میں ایک قصیدہ اکسیرِ اعظم یا کسی اور دوسرے نام سے قلمبند فرماتے، جبکہ حضرت خواجہ کی کرامت ملاحظہ کرنے کے بعد ہی قصیدہ لکھنے کے لئے ان کا دل جوش زن ہوا تھا اور صدا لگائی تھی کہ اے احمد رضا! تو نے حضرت خواجہ کی کرامت کو آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزمالیا، ان کے فیوض وبرکات اور ان کے تصرفات وکرامات پر تیرا یقین پختہ بھی ہو چلا مگر حضرتِ خواجہ قدس سرہ سے محبت و

عقیدت رکھنے اور ان کے فیوض و برکات اور کرامات ملاحظہ کرنے کے باوجود امام احمد رضا کے دل میں ان کی شان اقدس میں قصیدہ خوانی کا شوق موجزن ہونے کے بجائے غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی مدح وثنا کا شوق موجزن ہو گیا اور دل و دماغ اور قلم کا رخ اچانک غوث اعظم (قدس سرہٗ) کی طرف پھر گیا اور وہیں دہلی میں ان کی شانِ اقدس میں ''قصیدۂ اکسیر اعظم'' لکھ دیا، جس کا تذکرہ ''الملفوظ'' کے حصہ سوم میں بھی کیا ہے، آخر ایسا کیوں؟۔

اس کا جواب کسی مقام پر راقم الحروف دے چکا ہے کہ امام احمد رضا کٹر قادری تھے اور ایک مرید باوفا کو ایسا ہونا بھی چاہیے کہ فیض خواہ کسی بھی بارگاہ سے پائے مگر اپنے ہی شیخ کا فیض سمجھے کہ میرے شیخ ہی نے حکم الٰہی سے اس بارگاہ سے دلایا ہے، اگر وہ کرم نہ کرتے تو یہ بزرگ فیض نہ پہنچاتے، اس سلسلے میں کئی شواہد ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت اور دیگر تصنیفات وملفوظات مشائخ میں ملتے ہیں، جوار بابِ علم و دانش سے مخفی نہیں ہیں، امام احمد رضا تو ایسے فنافی الغوث تھے کہ کسی بزرگ کے دربار سے فیض پانے کے بعد ان بزرگ کا نام لینا بھی چاہتے تو ان کی زبان پر ''یاغوث'' اور ''یاغوثاہ'' کا استغاثہ آجاتا، حکمِ الٰہی سے یہاں بھی ایسا ہوا کہ حضرتِ خواجہ قدس سرہ کے فیوض و برکات اور تصرفات وکرامات کے دیکھنے کے بعد ان کی مدح کی بجائے قصیدۂ اکسیر اعظم کی صورت میں حضور غوثِ اعظم قدس سرہ کی مدحت لکھنے کا داعیہ وسبب جوش زن ہو گیا، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرتِ خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی محسن وآقا ہیں، اس لئے کہ ان پر بھی ان کے فیوض و برکات کا بادل برسا ہے اور فیض برسانے والے کی مدح وثنا فیض یافتہ کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے، نہر کی بجائے سمندر کی تعریف زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اگرچہ بسا اوقات نہر کی بھی مدح وستائش کی جائے گی، لہٰذا غوثِ اعظم کے عشق ومحبت نے امام احمد رضا قدس سرہ کے عنانِ قلم کو غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قصیدہ خوانی کی طرف پھیر دیا اور عشق ومحبت سے لبریز دل نے جھوم کر کہا:

''اے احمد رضا! سن ادھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں'' اگر بے بضاعت راقم الحروف کے ناقص جملے آپ کے فکر رسا ذہن سے ہم آہنگ نہ ہوسکیں تو آیئے اس اعتراض کا جواب ادیب شہیر مولانا محمد احمد مصباحی کے دل آویز پیرایۂ بیان میں ملاحظہ کریں، آپ رقمطراز ہیں: ''یہ قصیدہ نظم کرنے کا داعیہ کب اور کیسے پیدا ہوا؟ اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ''مجیر معظم'' کے دیباچے میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

وہاں ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ آنکھ کی تکلیف میں اطبا کا علاج کارگر نہ ہوا مگر حضرت خواجۂ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاک پاک دردِ چشم کیلئے ''اکسیر'' ثابت ہوئی، اور حضرت خواجۂ بزرگ کی نظر عنایت حضرتِ محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے طفیل حاصل ہوئی، اس کا تقاضہ یہ تھا کہ حضرت غریب نواز کی مدح کا شوق موجزن ہو مگر دل میں جو داعیہ جوش زن ہوا وہ سرکار قادریت کی مدح کا تھا جس کے نتیجے میں ایک سدا بہار قصیدہ رقم ہوا اور حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن علیہ الرحمہ نے اسے ''اکسیر اعظم'' سے موسوم کیا، اس میں رمز کیا ہے۔

اس کے جواب میں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے جو سیدنا میر عبد الواحد چشتی بلگرامی قدس اللہ سرہ نے ''سبع سنابل'' شریف میں نقل فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک پالکی پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، ایک کہار کو چوٹ لگی یا اور کسی درد وتکلیف کی وجہ سے پالکی اٹھانے کے قابل نہ رہا، ایک قلندر بھی وہاں موجود تھے، اس کہار کی جگہ انہوں نے وہ چو

ڈولہ اپنے کاندھے پر رکھ لیا اور منزل مقصود تک ایک ہی کاندھے پر لے گئے، حضرت مخدوم نے دریافت فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ایک قلندر ہے اور اس نے جو خدمت انجام دی وہ بھی بیان کی، حضرتِ مخدوم نے اس پر نظرِ عنایت فرمائی، حضرتِ مخدوم پاک کی برکت سے اس کی باطنی کدورت کا زنگ دور ہو گیا اور تمام عالم علوی وسفلی اس پر منکشف ہو گیا، قلندر خوشی میں رقص کرنے لگا اور کہنے لگا: میرے پیر کا فیض مجھ پر پڑ گیا، میرے پیر کی مدد نے میری دستگیری کی، میرے پیر کی عنایت نے مجھے نوازا، لوگوں نے اس سے کہا: اے قلندر ہوش میں آ، یہ دولت اور نعمت جو تجھے ملی ہے حضرت مخدوم سلطان المشائخ کی نگاہِ کرم کی بدولت ہے، تیرا پیر یہاں کہاں؟

جواب دیا کہ اے دوستو! اگر میرے پیر نے مجھے قبول نہ فرمایا ہوتا تو حضرتِ مخدوم کی یہ نظر عنایت بھی نہ ہوتی لہٰذا جو فیض حضرت مخدوم نے ہمیں بخشا وہ میرے پیر کی قبولیت کے آثار سے ہے کہ پہلے انہوں نے مجھے قبول فرما لیا اس کے بعد حضرت مخدوم نے قبول فرمایا۔

حضرتِ مخدوم کو یہ بات بہت پسند آئی اور ارشاد فرمایا: دوستو! پیر کو ماننا اس قلندر سے سیکھو۔

حضرت مخدوم شیخ سعد بڈھن قدس اللہ روحہ نے رسالۂ مکیہ کی شرح میں یہ قصہ اور ماجرا حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا کے نام لکھا ہے اور یہی صحیح ہوگا، انتہٰی

حضرت میر بلگرامی قدس سرہ نے اس سے پہلے یہ لکھا ہے کہ ''مرید کو چاہیے کہ جو برکت اور فیض اس (دوسرے) پیر سے پائے وہ اپنے پیر کی قبولیت کے آثار سے جانے'' اس کے بعد اوپر والا واقعہ درج فرمایا۔

(سنبلۂ دوم، پیری مریدی اور اس کی حقیقت و ماہیت، ص ۵۳۔ آخر بیان شرائط خلوت، اشاعت: مکتبہ قادریہ، لاہور، عکس طبع ۱۲۹۹ھ۔ مطبع نظامی کانپور)

حضرت بلگرامی قدس سرہ کی ہدایت اور اس تفصیلی واقعے کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ''۔

ایک وہم کی مزید وضاحت: گدائے سرکارِ نوری عابد حسین قادری نے یہ واضح کیا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ سے متعلق اگر امام احمد رضا کا کوئی منظوم خراج عقیدت نہ بھی ملتا تو اس سے لازم نہیں آتا کہ امام احمد رضا نے اشعار کی صورت میں حضرت کی ثنا خوانی نہ کی ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ ان کی شان میں قصیدہ پیش کیا ہو مگر وہ چھپ نہ سکا ہو، گم ہو گیا ہو، کیونکہ امام احمد رضا کے بے شمار رسائل و کتب اب تک نہ چھپ سکے، مثلاً آپ کی تصنیف لطیف ''سلطنتِ مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' کے حوالے مختلف مقامات پر ملتے ہیں اس کا ایک نسخہ بدایوں شریف کے ایک صاحب کے پاس موجود تھا جیسا کہ محب گرامی مفتی شمشاد حسین بھا گلپوری بدایوں شریف نے راقم الحروف سے فرمایا، مگر وہ بھی دوسری کتابوں کی طرح ہمارے تکاسل و کوتاہی کی نذر ہو گئی اور آج ایک بھی نسخہ اس کا نظر نہیں آتا، اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں جو منقبت کے اشعار آپ نے قلمبند فرمائے وہ دستیاب نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب، جن وانس کے طبیب، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل ہمارے دل کی صدا سن لے اور اسے اور دیگر سینکڑوں کتب ورسائل کو منظرِ عام پر لانے کے اسباب غیب سے فراہم فرمادے۔

ہمارے مدعیٰ کی تائید ''مجیر معظم'' کی ایک عبارت کے درج ذیل ترجمہ سے بھی ہوتی ہے، ہم سنّیوں کی خوش قسمتی سے ''اکسیر اعظم'' کی یہ شرح ایک سو تیس (۱۳۰) سال کے عرصۂ دراز کے بعد صدر العلماء مولانا محمد احمد مصباحی، نبیرۂ سرکار مفتی اعظم حضرت مولانا انس رضا خاں قادری بریلوی، رہبرِ شریعت مولانا عبد المبین نعمانی اور الحاج جناب سعید نوری صاحبان کی کوششوں سے پہلی بار

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی ہے، اس میں ایک مقام پر امام احمد رضا نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ''میرے کلام کی چار بیاضیں گم ہو چکی ہیں''۔ ذہن پر بار نہ ہو تو درج ذیل اقتباس کو زیب نظر کر لیجئے، جس میں چار بیاضوں کے گم ہونے کی صراحت کے ساتھ محبوبانِ خدا کی نعت و منقبت کے نظم کرنے کے حوالے سے آپ کے خلوص وللّٰہیت پر بھی خاصی روشنی پڑتی ہے، آپ کتاب مذکور میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ہاں کبھی کبھی محبوبانِ خدا کی مدحت کا شوق جلوہ فگن ہوتا ہے، اور بے زحمتِ فکر خدا جو چاہتا ہے بندہ عرض کرتا ہے پھر اسے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کی فکر نہیں ہوتی، بہت ایسا ہوتا ہے کہ متفرق اوراق پر لکھ ڈالتا ہوں، یہاں تک کہ عربی، فارسی اور اردو منظومات کی چار بیاضیں گم کر چکا ہوں اور فکرِ تلاش سے آزاد ہوں کہ جو کچھ رقم ہو گیا، وہ انشاء اللہ العزیز اس کثیر السیآت کے نامۂ حسنات میں ثبت ہو گیا، میرے اعمال سے باہر جانے والا نہیں، خواہ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے''۔

(مجیر معظم مترجم ص ۱۱۵، مصنفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، مترجم: ادیب شہیر مولانا محمد احمد مصباحی، ناشر: المجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی)

خواجۂ ہند ''شہہِ کَیواں جناب'' ہیں: حضور پر نور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجدد اعظم امام احمد رضا کی نظر میں ''خواجۂ ہنداں'' اور شہہِ کیواں جناب'' ہیں۔ قصیدۂ اکسیر اعظم'' جسے مجدد اعظم موصوف نے اپنے آقا سیدنا حضور پر نور غوث اعظم محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کی مدحت وثنا میں قلمبند فرمایا ہے، اس میں انہوں نے حضرت غریب نواز کو ان دونوں القاب سے یاد کیا ہے، خواجۂ ہنداں کے معنیٰ ہوئے ''ہندوستان کے خواجہ'' یعنی غیر منقسم ہندوستان کے آقا و مولیٰ، جناب کے معنیٰ ہیں'' جائے پناہ'' اور ''شہہِ کیواں جناب'' کے معنیٰ ہیں ''زحل ستارہ کا بلند و بالا مقام و مرتبہ رکھنے والے جائے پناہ بادشاہ'' کیونکہ ''کیواں'' زحل ستارہ کو کہتے ہیں جو ساتویں آسمان میں ہے، اور کبھی ساتویں آسمان کو بھی ''کیواں'' کہا جاتا ہے۔ کرۂ زمین کی تقسیم کی جاتی ہے تو ہر ملک وخطۂ ارض کسی نہ کسی ستارے کے حصے میں آتا ہے اور ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ یہ کافی بلندی پر رہنے والے یعنی ساتویں آسمان کے ستارے ''زحل'' کے حصے میں آتا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''شہہِ کیواں جناب'' یا ''حضرتِ شہہِ کیواں'' کہہ کر یعنی زحل ستارہ کا بلند و بالا مقام و مرتبہ رکھنے والے بادشاہ سے یاد کر کے یہ اعتقاد رکھتے اور دوسروں کو بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضور خواجہ غریب نواز فضل الٰہی وعنایت نبوی سے ولایت و قطبیت کے نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں اور ولایت وسلطنتِ ہند آپ کو سونپی گئی ہے، اسی لئے صدیوں سے یہ مقولہ ہر خاص وعام کی زبان پر ہے۔

''ہند کے راجہ ہمارے خواجہ''

بلفظِ دیگر: ''شہہ کیواں جناب'' کہہ کر اور بلند و بالا ستارۂ زحل سے تشبیہ دے کر امام احمد رضا قدس سرہٗ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ ہمارے حضرتِ خواجہ کی شان نہایت بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہے، جس طرح سب سے بلند آسمان میں رہنے والا ستارہ ''زحل'' بلند و بالا ہے اور اسی بلند و بالا ستارہ کے حصہ میں آنے والے ملک ہندوستان کے ہمارے خواجہ بادشاہ ہیں۔

اب ''اکسیر اعظم'' کا وہ مدحیہ شعر ملاحظہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ یوں عرض کناں ہیں: شعر

بہر پایت خواجۂ ہنداں، شہہِ کیواں جناب

''بل علیٰ عینی و راسی'' گوید آں خاقاں توئی

ترجمہ: اے غوث اعظم: ہندوستان کے خواجہ اور زحل ستارہ جیسا بلند و بالا مقام و مرتبہ رکھنے والے بادشاہ (غریب نواز) نے آپ کے قدم کیلئے ''بل علیٰ عینی و راسی'' (بلکہ میری آنکھوں اور میرے سر پر آپ کا قدم ہے) کہا ہے، ایسے بادشاہ آپ ہیں۔ اور شہہِ کیواں جناب کی وضاحت کرتے ہوئے اس شعر کے تحت ''مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں رقمطراز ہیں: ''قلت: بہرِ پایت خواجۂ ہنداں الخ۔

اقول: یعنی اس شعر میں ''خواجۂ ہنداں'' اور ''شہہِ کیواں جناب'' سے سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مراد ہیں اور یہاں لفظِ ''کیواں جناب'' کی مناسبت عیاں و بے حجاب ہے، اس لئے کہ کرۂ زمین کی جو تقسیم مشہور و زبان زد ہے، اس میں ''ہندوستان'' کیواں (آسمانِ ہفتم کے ستارۂ زحل) کے حصے میں آتا ہے''۔ (ترجمہ از عبارت فارسی)

(مجیر معظم ص ۷۱۔ از قلم امام احمد رضا محدث بریلوی۔ ناشر: المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ، (یوپی) مطبوعہ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء)

یہاں بھی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کا ''سیدنا'' (ہمارے سردار و آقا) اور ''معین الحق والدین'' (حق اور دین متین کی مدد کرنے والے) سے یاد کرنا اور ان کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ دعائیہ جملہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لانا، حضرت سلطان الاولیاء کے ساتھ ان کے عشق و محبت کا پتہ دیتا ہے، پھر یہ کہ کسی بھی شخصیت کا نام بار بار زبان پر لانا، اچھے القابات و خطابات سے یاد کرنا اور بارہا اس کی مدح و ستائش کرنا ایک عاشق و محب ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں عدل و انصاف کی نظر رکھنے والے، قلبِ سلیم کے مالک قادری اور چشتی (نہ کہ غادری اور زشتی) حضرات خود ہی صحیح نتیجے پر پہنچ کر یہ فیصلہ کرلیں گے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس عاشق رسول کا نام ہے جو نبی، آلِ نبی، آلِ حسن و حسین سیدنا غوثِ اعظم اور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ تمام آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام اولیاء اللہ عزوجل و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مراتب شناس، ان کے شیدائی و فدائی، ان کے مدح خواں اور ان کی بارگاہ کے مؤدب اور ان کے زبردست پیروکار ہیں وہ ان محبوبانِ بارگاہ کے آداب سے آشنا ہو کر ان کی شانِ اقدس میں ایسے ایسے القابات و خطابات لائے ہیں، جو ایک محبِ خدا، عاشقِ رسول اور فدائے آلِ رسول ہی کی شان ہوسکتی ہے، لہٰذا اس وفا شناس پر کسی طرح کا الزام دینا خود کو موردِ الزام بنانا اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرنا ہے، مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ بدگمانی نہیں کرتا، وہ حتی المقدور برے گمان سے بچتا ہے، خاص طور پر علماء کی بابت سوءِ ظن سے ہمیشہ دور و نفور رہتا ہے، اگر کبھی اس کا شکار بھی ہوا تو استغفار اور کلمہ لا حول پڑھتا ہے وہ آیتِ کریمہ: ''اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ط اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ'' (زیادہ گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہے) کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

کلام رضا میں ذکر خواجہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار اعظم حضور خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے حظ وافر پایا ہے، جیسا کہ صوفیۂ کرام اور علمائے ذوی الاحترام نے اپنی مستند تصانیف میں اس کا بار بار ذکر فرمایا، اور گدائے قادری راقم الحروف نے بھی اپنی تالیف ''مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا'' میں اس کو ثابت کیا ہے، لہٰذا امام احمد رضا نے اس ضمن میں اشعار کی صورت میں بھی کئی مقامات پر اجمیر اور چشت کا ذکر کیا اور اس طور سے شہنشاہ اجمیر خواجۂ ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوبیوں کا اعتراف فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث

بہرپایت خواجۂ ہنداں، شہ کیواں جناب
''بل علی عینی وراسی'' گوید، آں خاقاں توئی

(حدائق بخشش و اکسیر اعظم)

ان شواہد کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اصالۃً اشعار کی صورت میں حضرت خواجہ کی تعریف کیوں نہ کی؟ نثر ہی کی صورت میں کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! نظم کی صورت میں کوئی تعریف کرے یا نثر کی صورت میں، بہر صورت تعریف تو ہے، عقیدت و محبت کا اظہار تو ہے، یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ تعریف صرف لکھنے سے ہوتی ہے؟ یہ کہاں لکھا ہے اور کس بزرگ نے کہا کہ کسی سے محبت و عقیدت کا اظہار اسی وقت ہوگا جب اشعار ہی کی صورت میں ہو؟ ہرگز ایسا نہیں، یہ تو بے سر و پا بات ہے، بے بنیاد قول ہے۔

حدیث شریف میں ہے، ''كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِحَمْدِ اللهِ فَهُوَ اَقْطَعُ اَوْ كَمَا قَالَ'' (ہر وہ ذی شان کام جو اللہ کی حمد سے شروع نہ ہو، ناقص و بے برکت ہے) دوسری طرف علامہ ابن حاجب نے اپنی مشہور کتاب ''کافیہ'' کے شروع میں اور امام بخاری نے اپنی حدیث کی مستند کتاب بخاری شریف کے آغاز میں حمد الٰہی کا لفظ ذکر نہیں کیا ہے، ان پر اعتراض ہوا کہ آخر انہوں نے حدیث شریف کے خلاف کیوں کیا؟ آغاز کتاب میں ''الحمد للہ'' کا لفظ کیوں نہ لایا؟ علمائے حدیث اور علمائے نحو ایک جواب یہ دیتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی حمد بیان کرنا کبھی زبان سے ہوتا ہے اور کبھی تحریر میں، حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے یہ کہاں فرمایا کہ تحریر میں ہی حمد الٰہی کا ہونا ضروری ہے، قلم سے اللہ کی حمد بجالانا ضروری ہے؟ حدیث تو مطلق ہے، پھر قلم کی قید کیوں؟ جب مقید نہیں تو کوئی زبان سے ہی حمد ادا کرلے تو مذکورہ حدیث پر عمل کرنے والا ضرور ہوگا۔

پھر سنو! امام بخاری اور علامہ ابن حاجب نے اگرچہ تحریراً حمد الٰہی کا ذکر نہ کیا، مگر ان جیسے متدین بزرگوں سے یہی امید ہے کہ انہوں نے زبان سے الحمد للہ ضرور ادا کرلیا ہوگا۔

امام احمد رضا کے متعلق اب یہ معاملہ بھی صاف و بے غبار ہوگیا کہ جب کسی بزرگ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کیلئے، ان سے عقیدت و محبت رکھنے کیلئے اور اس کے اظہار کیلئے نظم میں ہونا ضروری نہیں، نثر کافی ہے تو اگر امام احمد رضا نے نظم کی صورت میں حضور خواجہ غریب نواز کی مدحت و ثنا بیان نہ بھی کی ہوتی تو نثر کی صورت میں آپ کی کتابیں حضور خواجہ کی تعریف و توصیف سے بھری پڑی ہیں، وہی کافی ہوتیں۔ جیسے امام احمد رضا شیخ عبد الحق محدث بریلوی اور مولانا عبد الغنی نابلسی کی علمی گہرائی سے بہت متاثر ہیں، اپنی تصنیفات میں جابجا ان کی عبارتیں نقل کرتے اور ان کی مدح و ستائش کرتے ہیں، مگر ان کی شان میں صراحۃً ایک شعر بھی حدائق بخشش میں نہیں ملتا تو کیا کوئی یہ کہہ سکے گا کہ امام احمد رضا ان سے محبت نہیں کرتے تھے، بغض رکھتے تھے؟ (العیاذ باللہ) اعتراض کرنے والے کرم فرماؤں سے پوچھے تو کوئی، کیا جناب! عقیدت و محبت کے لیے تحریر کا ہونا ضروری ہے؟ کیا کوئی دل میں محبت رکھے اور زبان سے

اپنے محبوب کا ذکر کرے تو کافی نہ ہوگا؟ کیا اس کے اظہار کیلئے اشعار کی صورت میں ہونا ضروری ہے؟ کیا نثر کی صورت میں جذبات محبت کا اظہار نہیں ہوتا؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تو مذکورہ طریقوں سے حضرت خواجہ کو خوب یاد کیا، جو معترض ہے اس نے تو اتنا بھی نہ کیا، حال کی بات نہیں معلوم، مگر ماضی میں اس کی تحریرات نہیں ملتیں، امام احمد رضا تو بہت اونچی شان والے ہیں، ان کے برادر عزیز استاذ زمن مولانا حسن رضا قدس سرہ کے ایک شعر کے مثل آپ کوئی شعر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی شان میں کہہ دیں؟ کیونکہ وہ ایسا شعر ہے کہ بارگاہ خواجہ میں مقبول ہے اور اجمیر معلیٰ میں ایک خاص اور موزوں مقام پر اس کا کتبہ لگا ہے۔

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مزید وضاحت: ''مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا'' کی درج ذیل عبارات سے بھی مندرجہ بالا مدعیٰ واضح ہوکر سامنے آتا ہے جسے کئی سال قبل راقم نے قلمبند کیا تھا، ملاحظہ ہو: ''مجھے خوب یاد ہے کہ چند سال قبل بعض کم عقلوں نے اپنے قصور فہم کے سبب سیدنا اعلی حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ پر بھونڈے انداز میں کیچڑ اچھالنا شروع کیا تھا اور یہ اعتراض کیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی تو بہت تعریف و منقبت بیان کی اور مدح و ستائش کی ہے مگر فلاں بزرگ کی تعریف کہیں نہیں کی جب کہ ان کی تعریف سب کرتے ہیں، ان کے در پہ سب جاتے ہیں اور یقیناً وہ مسلّم بزرگ بھی ہیں، میں نے کہا اگر فلاں بزرگ کی تعریف اعلی حضرت (قدس سرہٗ) کی کتابوں میں نہیں ملتی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سیدنا اعلی حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کی تعریف و توصیف نہیں کی اور ان کی شان میں کوئی کلام نہ کہا، بہت ممکن کہ سیدنا اعلی حضرت قدس سرہٗ نے ان کی بھی تعریف و توصیف کی ہو، مگر آپ کا وہ کلام چھپ نہ سکا، کیونکہ آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں لیکن بہت ساری کتابیں اب تک چھپ نہ سکیں یا خورد برد ہوگئیں اور نہ آپ کا تمام شعری کلام ابھی تک مکمل چھپ سکا ہے۔ اس اعتراض و جواب کو جب میری ہمشیرہ مکرمہ نور جہاں خاتون قادری مریدۂ سیدنا ازہری میاں (جو اپنی ذہانت و علمی صلاحیت کے اعتبار سے بہتوں پر فائق ہیں) نے سنا تو فرمایا، ''بات دراصل یہ ہے کہ ہندوستان میں فلاں بزرگ کو عوام و خواص سب جانتے ہیں، ان کے دربار میں بار بار حاضری بھی دیتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ اس وقت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے سلسلہ کو ہندوستان میں عوام کے درمیان شہرہ و مقبولیت کم رہی ہو، اس لئے اعلی حضرت نے سیدنا عبدالقادر جیلانی کا زیادہ ذکر کر کے ہر دل میں، ہر گھر میں آپ کی یاد پھیلا دی تاکہ یہ واضح ہو کہ فلاں بزرگ کو تو جانتے اور ان سے استفادہ کرتے ہی ہیں، آستانۂ قادریت سے بھی ہندوستان کا ہر فرد بشر آشنا ہو جائے''۔ یہ دونوں جواب یقیناً تشفی بخش ہیں اور ان کے اندر یک گونہ معقولیت بھی۔

میں نے اپنی ہمشیرہ موصوفہ کے مذکورہ جواب کو تشفی بخش و معقول اس لیے کہا ہے کہ اس کی تائید دیگر تاریخ نگاروں اور محققین کے اقوال سے بھی ہوتی ہے، ایک زمانے میں واقعی سلسلہ قادریہ کی طرف ہندوستان کے عوام کی توجہ کم رہی ہے، اگرچہ علماء و مشائخ صوفیہ ہر زمانے میں سلسلہ قادریہ سے جڑے رہے ہیں۔ ڈاکٹر مولانا غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبہ دینیات ہمدرد یونیورسٹی، دہلی، اپنی مایۂ ناز کتاب ''ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟'' میں رقمطراز ہیں ''اپنی کچھ انفرادی خصوصیات کی بنا پر سلسلہ چشتیہ کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی، عوام الناس کا اکثر طبقہ اسی سلسلہ سے وابستہ ہے، سلسلۂ قادریہ و نقشبندیہ سے (ہندوستان میں) اہل علم طبقہ وابستہ ہوا، علماء کی بھاری اکثریت سلسلہ قادریہ سے متعلق ہے، اور آج بھی علماء و فضلاء کے طبقہ میں جو مقبولیت سلسلہ قادریہ کو حاصل ہے، دیگر سلاسل

کونہیں''(ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟ص ۸) اور اسی کتاب کے اخیر میں ڈاکٹر موصوف یوں رقمطراز ہیں۔''سلسلہ قادریہ کے اصول وضوابط اور اوراد واشغال چونکہ سخت ہوتے ہیں،اس لیے اس کی طرف عوام نے کم،علماء نے زیادہ توجہ کی،شاید اسی وجہ سے اس سلسلہ کی شہرت عوامی انداز سے نہ ہوسکی،عدم تشہیر کی دوسری وجہ اس کیف وسرور کا فقدان بھی ہے جو وابستگان سلسلہ چشتیہ کو بذریعہ ''سماع'' حاصل ہے''(حوالہ مذکورہ۔ص ۴۳)اور اسی کتاب کے ابتدائیہ میں قلم بند کرتے ہیں''سلسلۂ قادریہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے جس کی شاخیں ہندوستان کے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں پھیلی ہوئی ہیں،اس ملک کی شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ ہو جہاں بالواسطہ یا بلا واسطہ قادری فیضان نہ پہنچا ہو،اس عظمت کے باوجود بھی ہمارے مصنفین اپنے قلم کا رخ نہ جانے کیوں اس سلسلے کی طرف نہ موڑ سکے،جبکہ ہندوستان کی سرزمین پر تصوف اور دیگر سلاسل سے متعلق خاطر خواہ کام سامنے آچکا ہے(حوالہ مذکورہ ص ۲) ہے،مگر ان سے بھی زیادہ معقول اور منکرین فضل غوث ورضا کیلئے تسلی بخش جواب یہ ہے کہ چونکہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ مرید تھے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے،اس میں بھی سچے اور پکے مرید،متصلب وکٹر قادری تھے،اور مشائخ کی طرح آپ کا بھی مشرب تھا کہ جب تک مرید اپنے شیخ کو اپنے لئے زمانے کے تمام بزرگوں سے افضل واعلی نہیں جانے فیض نہ پائے گا،امام موصوف کو اس حسن عقیدت وارادت نے ہر موڑ پر فیضان غوث اعظم سے بہرہ ور کیا،دنیا کو یہ تو معلوم نہ ہوسکا کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے اعلیٰ حضرت کو کیا دیا اور کتنا دیا اور ان سے اعلیٰ حضرت نے کیا لیا مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کو اپنا نائب بنا کر نائب غوث الوریٰ سے مشہورِ انام کر دیا،عاشق مصطفی بنا دیا،مجدد اعظم بنا دیا،۵۰ر سے زائد علوم کا ماہر بنا دیا اور صرف حضرت نہیں زمانے کا''اعلیٰ حضرت'' بنا دیا۔اور فطرتِ وفاشعاری کا تقاضا ہے کہ جس کا کھائے اس کا گائے،اسی لئے اعلی حضرت قدس سرہٗ نے اولیاء ومشائخ میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی تعریفیں زیادہ کیں اور ان کے مقابلے میں دوسروں کی بہت کم،اس نمک حلالی کا اعتراف ایک جگہ یوں کرتے ہیں۔شعر: ع

من نمک پروردہ ام،شیر مادر خوردہ ام
للہ المنۃ شکر بخش، نمک خوراں توئی

اس حقیقت کو یوں سمجھئے کہ:''تین قلندر نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا،خدام کو لانے کا حکم فرمایا،خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا،ان میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ،حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا،خدام کو اس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا،خادم پہلے سے اچھا لایا،انہوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا،حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا،غرض انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا،اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ''یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستہ میں کھایا''،یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا،راہ میں تین فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے،ملا تھا،اس کا گوشت کھا کر آئے تھے،قلندر حضور کے قدموں پر گرا،حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا،عطا فرمادیا،اس وقت وہ وجد میں رقص کرتا اور یہ کہتا تھا کہ''میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی''،حاضرین نے کہا،بے وقوف!جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت کا عطا کیا ہوا ہے،یہاں تک تو بالکل خالی آیا تھا،کہا بے وقوف تم ہو،اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے،یہ اس نظر کا ذریعہ ہے،اس پر حضرت نے کہا،یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا،

''بھائیو! مرید ہونا اس سے سیکھو!'' اس واقعہ میں صراحت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی چشتی قدس سرہٗ العزیز نے قلندر مذکور کو سینے سے لگا کر بہت ساری نعمتیں عطا کیں، مگر ان قلندر صاحب نے ایک مرتبہ بھی حضرت کی تعریف نہ کی اور شکریہ ادا نہ کیا بلکہ اپنے پیر و مرشد ہی کی تعریف کی اور انہیں کا شکریہ ادا کیا اور حضرت نے ان کے اس فعل کو برا نہ جانا بلکہ اسے سراہا اور آداب مریدین میں ان کے اس رویہ کو شمار کیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر حال میں مرید کو اپنے پیر و مرشد کا شکریہ بجالانا چاہئے اور اٹھتے بیٹھتے اپنے شیخ ہی کو یاد کرنا چاہئے اور جو نعمت بھی کسی کے ذریعہ سے ملے اسے اپنے پیر ہی کی عطا سمجھنا چاہئے، یہی تو سیدنا اعلیٰ حضرت نے کیا ہے، اس لیے دل یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آداب مریدین سیکھنا ہو تو ہر کوئی امام احمد رضا سے سیکھے۔

بلا شبہ مجدد اعظم محدث عالم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دوسرے سلسلہ کے مشائخ کی تعریف اور منقبت خوانی کم بیان کر کے اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ثنا خوانی زیادہ کر کے بیعت و ارادت کا معنی اہلِ خرد کے دل میں راسخ کر دیا ہے، چنانچہ بیعت کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

''بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے، حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں'' ان مرید نے عرض کی، یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسرے کو نہ دونگا، حضرت خضر علیہ وعلی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا''۔

علماء کرام و مشائخ صوفیۂ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں، سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کا رتبہ اور آپ کی عظمت اولیاء میں ایسی ہی ہے جیسے انبیاء میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وبارک وسلم کی۔

غوث اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان انبیاء

جواب کا دوسرا رخ: آج دیکھا یہ جاتا ہے کہ تمام مسلمان خواص وعوام اپنے نبی کونین صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کی نعت و مدحت زیادہ بیان کرتے ہیں اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت کم، یا بیان کرتے بھی ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کی مدح ونعت کے ضمن میں، یہ اس لئے کہ ہم رسول دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کے امتی اور غلام ہیں اور اس لئے کہ ان کا مرتبہ و عظمت اور شان و رفعت سب سے اعلی و افضل ہے، جن نبیوں کو جو ملا ان سے ملا، انہیں کے فیض سے وہ سب نبی بنائے گئے، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کی مدح و ستائش اصالۃً کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ضمناً، اسی طرح مجدد اعظم امام احمد رضا نے دیکھا کہ ہم غوث اعظم سیدنا محبوب سبحانی کے مرید ہیں، نسبت قادریت رکھتے ہیں اور سیدنا غوث اعظم (رضی اللہ تعالی عنہ) کا رتبہ و درجہ سارے مروّجہ سلسلوں کے شیوخ سے اعلی و برتر ہے اس لیے ان کی تعریف وتوصیف زیادہ اور مطابقی طور پر ہونی چاہئے اور دوسرے مشائخ کرام کی کم یا ضمنی طور پر، جیسے امام موصوف نے خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تعریف کہیں تو صراحۃً کی ہے اور کہیں بواسطۂ غوث اعظم یوں۔

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کونسی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

بہر پایت خواجۂ ہنداں، شہِ کیواں جناب
بل علیٰ عینی وراسی گوید آں خاقاں توئی

یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
ہراک تیری طرف آئل ہے یا غوث

جب بات چھڑ گئی ہے عطائے رسول حضرت خواجۂ ہند اجمیری (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے یاد کی، تو جاننا چاہئے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سید ہیں اور شاہ کونین نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادے، اس اعتبار سے بھی آپ کی شرافت بلندو بالا اور آپ کی سیادت اعلیٰ ہے، نیز آپ رضی اللہ عنہ کاملان طریقت وحاملانِ شریعت میں سے ہیں اور امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے مشہور و معروف سلام میں تمام شہزادگانِ شاہ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان لفظوں میں یاد کرتے، تعریف وتوصیف بیان کرتے اور ان پر درود و سلام نچھاور کرتے ہیں۔

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے ان سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پہ اعلی درود ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام
کاملانِ طریقت پہ کامل درود حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

پھر مجدد اعظم محدث بریلوی اپنے سلسلہ کے مشائخ کرام اور تمام شہزادگان رسول علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر کرنے کے بعد بارگاہ رب العزت میں یوں عرض کناں ہیں۔

تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا بندۂ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام

سوچئے تو سہی کہ اب بھی کوئی مجال دم رکھ سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فلاں مسلَّم بزرگ کی تعریف نہیں کی یا خواجہ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان کی توصیف نہیں کی، اس لئے وہ موردِ طعن ہیں؟ (العیاذ باللہ) الحمدللہ! یہ وہ کھلی شہادت ہے کہ اس کے بعد کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں، اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات ہیں، جہاں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ذکر بڑی ممنونیت کے ساتھ کیا ہے، ہاں اگر یہ معترض اس مسلَّم بزرگ یا خواجۂ خواجگان کو اس شاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہزادہ نہ جانے، صاحب مرتبہ واہل مکانت ومرتبہ میں سے تسلیم نہ کرے، بلندو بالا شرافت والا نہ مانے، اہل سیادت وسادات میں سے شمار نہ کرے، کاملانِ طریقت اور حاملانِ شریعت میں سے نہ مانے تو یہ اس کی اپنی سرشت کی بات ہوگی، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس مسلَّم ولی یا خواجہ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات سے متعلق یہ اعتراض کررہا ہے وہ بلاشبہہ سارے مسلمانوں کے نزدیک اور خود مجدد اعظم محدث بریلوی کی نظر میں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادے اور اہل مرتبہ ومکانت ہیں، اعلیٰ شرافت والے اہل سیادت ہیں، کاملانِ طریقت وشریعت سے ہیں اور جب وہ اس شان کے ہیں اور بلاشبہ ہیں تو مجدد اعظم نے صریحاً ان کی تعریف وتوصیف کی، دلکش انداز میں مدح سرائی اور منقبت خوانی کی اور ان کو درود وسلام کا تحفہ نذر کیا بلکہ خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان اور دیگر سادات کرام کو واسطہ بنا کر انہوں نے اپنے لیے رب العزۃ کی بارگاہ اقدس میں دعا بھی کی۔

حضور خواجۂ ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو غریب نواز کہا جاتا ہے، ہر دور میں آپ کو اس نام سے پکارا گیا ہے، کچھ بے عقل لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، محدث عالم امام احمد رضا قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ ان کو غریب نواز کے لقب سے پکارنا جائز ہے یا

نہیں؟امام موصوف حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی طرف سے سپر بن کر کھڑے ہوئے اور دلیل سے ثابت کیا کہ حضور خواجہ خواجگان ضرور غریب نواز ہیں، بلکہ بڑے ادب واحترام اور آداب والقاب کے ساتھ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا نام لیتے ہیں،فتاویٰ رضویہ جلد نہم ،ص ۹ میں لکھتے ہیں،''حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں''اور''ذیل المدعا شرح احسن الوعا'' میں دعاؤں کی قبولیت کے چوالیس مقامات گنائے ہیں ان میں انتالیسویں مقام پر دربار خواجۂ ہند کو امام اہل سنت موصوف نے شمار کیا ہے کہ یہاں بھی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔لکھتے ہیں:''سی ونہم مرقدِ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہٗ''۔

(ذیل المدعا صفحہ ۳۲۔ناشر:۔رضا اکیڈمی بمبئی)

ملفوظات اعلی حضرت میں نہایت مؤدب انداز میں حضرت خواجہ کو یاد کیا ہے اور آپ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالی عنہ لکھا ہوا ہے،''حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ بھی تشریف فرما ہوئے''۔ (الملفوظ حصہ چہارم ص:۴۳)

ان شواہد کے بعد کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا نے حضرت خواجۂ ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعریف نہیں کی؟ یا معاذ اللہ، انہیں حضرت سے بغض تھا، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا؟

جواب کا تیسرا رخ: موجودہ مشہور سلسلے جتنے ہیں سب پر غوث اعظم (رضی اللہ تعالی عنہ) کا فیض رہا ہے اور ہے خواہ سہروردیہ ہو یا نقشبندیہ یا چشتیہ، تینوں سلاسل پر سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کے فیضان کرم کا جھالا برسا ہے اور آپ ہی کے طفیل یہ تینوں سلسلے قائم ہوئے۔

چنانچہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی رقمطراز ہیں:''سلسلۂ قادریہ ایک ایسا عظیم الشان سلسلہ ہے جس کی شاخیں ہندوستان کے شرق وغرب اور شمال وجنوب میں پھیلی ہوئی ہیں، اس ملک کی شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ ہو جہاں بالواسطہ یا بلاواسطہ قادری فیضان نہ پہنچا ہو''۔

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ سارے سلسلے پر حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا فیضان واحسان ہے، تمام سلسلے آپ کے فیض یافتہ اور احسان مند ہیں، آپ ولایت کے دریا ہیں اور باقی سلسلہ والے نہر ونالہ اور ہر نہر ونالہ اسی سمندر کا فیض یافتہ ہے، آپ آفتاب ولایت ہیں اور بقیہ ستارے اور ستارے آفتاب سے روشنی لیکر ہی چمکا کرتے ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے انہیں کمالات وتفصیل کیلئے دیکھئے تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ بحث حالات غوث اعظم مصنفہ مولانا عبدالمجتبیٰ شہید مرحوم ابتدائیہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟ اختیارات کی نشاندہی مجدد اعظم محدث بریلوی مندرجہ ذیل اشعار میں کرتے ہیں۔

کس گلستاں کو نہیں؟ فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

نہیں کس چاند کی منزل میں تیرا جلوۂ نور
نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

یہ چشتی ، سہروردی ، نقشبندی
ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث

اور جب ثابت ہو چکا کہ تمام سلاسل پر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض ہے، سارے سلسلہ والے غوث اعظم کے محتاج و فیض یافتہ ہیں، کل سلسلہ نہر و نالہ ہے اور سلسلۂ قادریہ دریا و سمندر، تو اسی لئے مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا اعلی حضرت سب کو فیض بانٹنے والے آقا غوث اعظم کی ہی زیادہ تعریف کرتے ہیں، وہ تو امام احمد رفاعی جیسے اجلۂ اکابر کی سنت ادا کرتے ہیں کہ، ''حضرت امام موصوف کے ایک مرید بارگاہ غوثیت میں میں حاضر تھے، عرض کی، مجھے اپنے شیخ کی زیارت کا شوق ہے، حضور نے ایک شیشہ سامنے رکھ دیا، اس میں شیخ کی شکل نظر آئی کہ دانتوں میں انگلی دبائے فرما رہے ہیں، جو بحر (سمندر) کے پاس ہو وہ جدول (نالہ) کو چاہے؟'' (یعنی ہرگز ایسا نہیں چاہیئے بلکہ جب شریعت وطریقت کے سمندر حضور غوث اعظم کے پاس ہو تو انہیں سے فیض حاصل کرو، انہیں کی زیارت کا شوق رکھو)

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے، جو فنافی الشیخ اور مستغرق فی محبۃ الشیخ ہو، وہ جب بھی زبانِ تعریف کھولے گا اپنے ہی شیخ و مرشد کے حق میں رطب اللسان رہے گا، یہ عیب نہیں، یہ تو خوبی ہے، مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ کچھ گمراہ پیروں اور دیو کے بندوں نے جب یہ دیکھا کہ سلسلۂ قادریہ ورضویہ کو خوب خوب فروغ حاصل ہو رہا ہے اور جاہل پیروں، ڈھونگی فقیروں اور وہابیۂ زمانہ کا زوال ہوتا جارہا ہے تو انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا، مگر اس کے سبب اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اثر نہیں پڑسکتا ان کی مقبولیت اور عام و تام ہو جائے گی۔

مدعیٰ کی تائید ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم کے قلم سے

چلتے چلتے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے رسالہ ''حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات'' کی ایک عبارت پھر اس پر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم، بریلی شریف کا تبصرہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

آپ رقمطراز ہیں: ''حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز، سیدنا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرف اور فیض کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ پیش فرما کر کہ حضرت امیر ابوالعلیٰ قدس سرہٗ نے دربار خواجہ کی حاضری میں کس طرح فیوض حاصل کئے، حضرت خواجہ بزرگ رضی الرحمٰن عنہ، کے فیوض و تصرفات کی مزید تصدیق کرتے ہیں۔

''مزار فائض الانوار حضرت معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ بودند و از آنجناب دلربائیہا یافتند''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم)

یعنی حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار فائض الانوار پر حاضر ہو کر متوجہ ہوئے اور اس جناب سے دلربائیاں اور فیوض حاصل کئے۔

تبصرہ: حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کی حاضری دی، انہیں حضرت خواجہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی، وہ سرکار خواجہ کے فیوض و برکات، اختیارات و تصرفات اور کرامات بیان کر کے ان

کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہیں، مزار خواجہ کو مقامات اجابت میں شمار کرتے ہیں، انہیں سلطان الہند اور غریب نواز بھی مانتے ہیں''۔

آستانۂ خواجہ پر برادرِ اوسط مولانا حسن رضا خاں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو عطائے رسول حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عشق و محبت تھی ہی اور آپ کو حضور کے دربار میں حاضری کا شرف تو ملا ہی ہے، آپ کے خانوادے کے افراد کو بھی یہ شرف خوب ملا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط، عاشق رسول، شاعر نعت، استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا درج ذیل کلام اسی محبت اور ثنا خوانی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، ملاحظہ ہو:

منقبت حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مئے سرجوش در آغوش ہے شیشہ تیرا
بیخودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالہ تیرا

خفتگان شب غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کا نہ سونا تیرا

ہے تیری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارہ تیرا

جورِ پامالیٔ عالم سے اسے کیا مطلب
خاک میں مل نہیں سکتا کبھی ذرہ تیرا

کس قدر جوشِ تحیر کے عیاں ہیں آثار
نظر آیا مگر آئینہ کو تلوا تیرا

گلشن ہند ہے شاداب، کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغِ عالم
تختۂ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا

تیرے ذرے پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے
اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو جلوہ تیرا

تجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار
بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا

پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے پیارے
آنکھیں پر نور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا

ظل حق غوث پہ ہے، غوث کا سایہ تجھ پر
سایہ گستر سرِ خدام پہ سایہ تیرا

تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شان رفیع
دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رتبہ تیرا

کیوں نہ بغداد میں جاری ہو تیرا چشمۂ فیض
بحر بغداد ہی کی نہر ہے دریا تیرا

کرسی ڈالی تری تخت شہہِ جیلاں کے حضور
کتنا اونچا کیا اللہ نے پایہ تیرا

رشک ہوتا ہے غلاموں کو کہیں آقا سے
کیوں کہوں رشک دہ بدر ہے تلوا تیرا

بشر افضل ہیں ملک سے تری یوں مدح کروں
نہ مَلک خاص بشر کرتے ہیں مجرا تیرا

جب سے تو نے قدم غوث لیا ہے سر پر
اولیاء سر پہ قدم لیتے ہیں شاہا تیرا

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہے
اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

''پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے'' والے شعر پر دوبارہ نظر ڈالیے، بلا شبہ یہ باور کراتا ہے کہ مولانا حسن رضا خاں اس سے قبل بھی

دربارِ خواجہ میں حاضری دے چکے تھے، اس شعر کے ذریعہ دوبارہ حاضری کی عرضی پیش کررہے ہیں۔

اجمیر مقدس میں شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام کی حاضری

اجمیر مقدس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا قدس سرہ نے بھی حاضری دی ہے جیسا کہ ''تجلیات حجۃ الاسلام'' کے ص ۱۱۳/ ۱۱۴ پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم نے اس کی تفصیل درج کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی طرح حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم قدست اسرارھم کو بھی ان تیرہ سلسلوں کی اجازتیں حاصل ہیں جس کا تذکرہ ''الاجازۃ المتینہ'' میں ہے۔اور یہ حضرات بھی اپنے خلفا کو اور سلاسل کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ جدیدہ وقدیمہ کی اجازتیں دیتے تھے، بروقت حجۃ الاسلام کا وہ خلافت نامہ پیش نظر ہے جو انہوں نے مولانا سید ریاض الحسن جودھ پوری (علیہ الرحمہ) کو عنایت فرمایا اس میں صراحت ہے کہ ''میں نے تجھے سلسلۂ قادریہ وغیرہ کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ قدیمہ وجدیدہ کی بھی اجازت دی'' یہ خلافت نامہ تذکرۂ جمیل میں مطبوع ہے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم کی دربارِ خواجہ میں حاضری

الحاج مولانا سید فرقان علی رضوی چشتی گدی نشین آستانۂ عالیہ اجمیر شریف اپنے مضمون میں یوں رقمطراز ہیں: ''شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلسنت سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کا یہ معمول رہا ہے کہ پانچ رجب کو اجمیر پہونچ کر خانقاہِ رضویہ، رضوی گلی برمکان مولوی سید احمد رضوی چشتی ولد سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ کے دولت کدہ پر قیام فرماتے اور انہیں کی وکالت سے حاضر آستانۂ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا کرتے تھے اور ۹/رجب کو اجمیر شریف سے رخصت ہوکر عرس نوری میں مارہرہ شریف پہنچتے تھے، آج بھی اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خان صاحب و خانوادۂ رضا اپنے قدیم دعاگو کے دولت کدہ پر قیام فرما کر انہیں کے توسل سے حاضری دیتے ہیں، اسی ضمن میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند نوری علیہ الرحمہ ودیگر اکابرین وخانوادۂ رضا کے جلیل القدر علماء نے ایک وکالت نامہ حضرت سید صاحب قبلہ مولوی سید احمد علی رضوی چشتی کے حق میں تحریر فرمایا ہے جس کا مفہوم اس طرح ہے۔

''میں مخدوم محترم ذی المجد والکرم جناب قادری چشتی الحاج مولوی سید احمد علی رضوی صاحب وکیل جاورہ کی وکالت سے آستانۂ عالیہ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری دیتا رہا ہوں اور میں تمام عقیدت مندان طریقت وخواجہ تاشان رضویت و برادرانِ اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے وکیل دعاگو سید صاحب قبلہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذرونیاز وحاضری کا انہیں سے تعلق رکھیں۔ اللہ تعالیٰ وعزوجل تا قیامت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہل سنت وجماعت پر قائم رکھے آمین''

مذکورہ وکالت نامہ پر جن اکابرین وعلماء ومفتیان نے دستخط فرمائے اور تحریر وکالت کی ہے، اس میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند محمد مصطفی رضا خاں صاحب، خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہانِ ملت مولانا مفتی برہان الحق صاحب قبلہ جبلپوری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب اڑیسہ، مولانا غلام جیلانی میرٹھی صاحب استاذِ مولانا ریحان رضا خان نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند، مولانا ریحان رضا خان، تاج الشریعہ

حضرت مفتی اختر رضا خان صاحب واحسن العلماء مولانا حسن برکاتی مارہروی صاحب، مفتی رجب علی نانپارہ وغیرہ"

سید صاحب موصوف نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند کے جس وکالت نامہ کا تذکرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے، جس پر حضرت کے ساتھ اور بھی کئی علماء کے دستخط ہیں۔

وکالت نامۂ علماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ مولانا وسیدنا محمدنِ المصطفٰی وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اولی الصدق والصفا۔

خواجۂ خواجگاں سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس مرجعِ خلائقِ خاص و عام ہے، یہی وہ آستانۂ مقدسہ ہے جہاں سلاطین زمانہ غلامانہ طور پر حاضر ہوتے رہے اور آج بھی ہزاروں علماء، صلحاء خواجۂ خواجگاں ولی الہند رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جبین نیاز خم کرتے ہیں، خادم آستانۂ غریب نواز جناب الحاج الشاہ سید حسین علی صاحب رضوی وکیل جاورہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوتا رہا اور میں تمام عقیدت مندان طریقت وخواجہ تاشان رضویت و برادران اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی وکیل جاورہ جناب قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی زیدت عنایتہٗ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذر و نیاز و حاضری کا ان سے تعلق رکھیں۔ اللہ عزوجل تا قیامت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے۔ آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز"۔

فقیر مصطفی رضا خاں قادری غفرلہ

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی جبلپوری

محمد رجب علی قادری غفرلہٗ

محمد منصور علی خاں قادری رضوی محبوبی

اس کے بعد ایک اور وکالت نامہ اسی ماہنامہ سنی دنیا بابت دسمبر ۲۰۰۸ء پر درج ہے جس پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی اختر رضا خاں وغیرہ کے دستخط ہیں۔

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY

Regd. No. U.P./BR/28/13/14
Annual Subscription Rs. (240) Per Copy (20)

عالم اسلام کو رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مبارک ہو

عالم اسلام کی عبقری شخصیت

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی

☆ حضور تاج الشریعہ وہ ہیں جن کو عرب و عجم کے علماء نے اپنا پیشوا مانا۔

☆ حضور تاج الشریعہ وہ ہیں جن کو جامعہ ازہر مصر قاہرہ نے فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا۔

☆ حضور تاج الشریعہ وہ ہیں جن کو ہندوستان کے جید علمائے کرام نے ہندوستان کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

☆ حضور تاج الشریعہ وہ ہیں جو پوری دنیا سے آئے ہوئے دینی سوالات کے جوابات ہر اتوار کو انٹرنیٹ کے ذریعہ عطا کرتے ہیں۔

☆ حضور تاج الشریعہ وہ ہیں جو ہر روز انٹرنیٹ کے ذریعہ درس حدیث دیتے ہیں، درس سننے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہوتی ہے۔

☆ حضور تاج الشریعہ وہ ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی اردو تصانیف کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے عالم عرب کو اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے آگاہ فرمایا۔

دنیائے سنیت کی عظیم درسگاہ

جامعۃ الرضا

محمد اختر رضا خان

قادری، ازہری

جامعۃ الرضا کے شعبہ جات

کلیۃ الشریعہ
قسم درس النظامی
قسم التخصص

کلیۃ التحفیظ والتجوید
قسم التحفیظ القرآن
قسم التجوید

مرکزی دار الافتاء
شرعی کونسل آف انڈیا
شعبہ کمپیوٹر سائنس
شعبہ علوم عصریہ
شعبہ نشر و اشاعت

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خان قادری

مرکزی صدر: آل انڈیا جماعت رضائے مصطفٰے بریلی شریف

زیر اہتمام امام احمد رضا ٹرسٹ ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف یو پی

Contact: 9897007120, 9412292251, 05813291453, 05812907860
www.hazrat.org, www.jamiaturraza.com - email: asjadraza@gmail.com, jamiaturraza@gmail.com

موسم خیر میں جامعۃ الرضا کو یاد رکھیں

UNITED PRINTERS BAREILLY # 9319623803, 9548639384